آسان فقہ

حصہ اوّل

مولانا محمد یوسف اصلاحی

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

——— کتاب العقائد

——— کتاب الطّہارۃ

——— کتاب الصّلوٰۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

عرصے سے ایک ایسے مختصر فقہی مجموعے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو عام فہم اسلوب، آسان زبان اور جدید تصنیفی انداز میں ترتیب دیا گیا ہو تاکہ آسانی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق وہ شرعی احکام و مسائل معلوم کیے جا سکیں جن کی عملی زندگی میں عام طور پر ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔

پچھلے دس سال میں مختلف اطراف سے اس ضرورت کی اہمیت محسوس کرائی گئی۔ رفقاء جماعت نے بھی بار بار تقاضا کیا، محترم جناب عبدالحیٔ صاحب نے بھی بارہا متوجہ کیا، اور خود مرتب بھی اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۶۰ء میں اس کا مفصل نقشۂ کار بھی مرتب کر لیا، لیکن کام کا آغاز کیا ہی تھا کہ اپنی بیچدانی اور بے مائیگی کا شدید احساس ہوا۔ محترم انور شاہ کاشمیریؒ نے کسی موقع پر فرمایا تھا، "میں ہر فن پر مجتہدانہ گفتگو کر سکتا ہوں، لیکن فقہ پر مبتدیانہ گفتگو بھی نہیں کر سکتا۔" چنانچہ اختلافات کی اس آماجگاہ میں اقوال و آراء کی بہتات دیکھ کر ہمت جواب دینے لگی اور بجا طور پر یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسے صاحب استعداد اس ضرورت کو پورا کریں جو فقہ سے طبعی مناسبت بھی رکھتے ہوں، اور وسیع تر علم و مطالعہ بھی، لیکن انتظار کا دور طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور اُمید کی کوئی کرن نظر نہ آئی۔

آخر کار پھر حوصلہ کیا، اور اپنے محدود علم و مطالعے کے شدید

احساس کے باوجود محض خدائے قادر و توانا کے بھروسے پر اس ارادے کے تحت کام شروع کیا کہ اس موضوع پر کوئی تحقیقی اور اجتہادی کاوش نہ سہی یہ سعادت بھی کچھ کم نہیں کہ فقۂ حنفی کی مستند اور رائج کتابوں کو جن پر علماء اور عوام سب ہی اعتماد کرتے ہیں، نیز اُن مجموعوں کو جو وقت کے قابلِ اعتماد اصحابِ علم و بصیرت نے جدید پیدا شدہ مسائل اور جدید سائنسی آلات کے احکام سے متعلق مرتب کیے ہیں، سامنے رکھ کر سادہ، آسان اور عام فہم انداز میں روز مرّہ کی ضرورت کے احکام و مسائل پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ ترتیب دیا جائے جس سے ہر ایک سہولت و اطمینان اور رغبت و شوق کے ساتھ استفادہ کر سکے۔ خُدا کا شکر ہے کہ یہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور زیرِ ترتیب مجموعے کی پہلی جلد اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جو تین ابواب، کتابُ العقائد، کتابُ الطہارۃ اور کتابُ الصلوٰۃ پر مشتمل ہے۔ خدا سے دُعا ہے کہ بقیہ دو جلدیں بھی (جن میں سے دوسری جلد زکوٰۃ، صوم اور حج کے احکام پر مشتمل ہوگی اور تیسری معاشرت و معاملات کے احکام پر) جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکیں۔

یہ تو خُدا ہی جانتا ہے اور اسی کی توفیق پر منحصر ہے کہ یہ مجموعہ ناظرین کے لیے کس حد تک مفید ہو سکے گا۔ البتہ خود مرتب کو اس علمی خدمت کے دوران غیر معمولی فوائد کے حصول کا موقع میسّر آیا۔ اسلاف کے عظیم تر علمی کارناموں اور حیران کُن محنت و کاوش کو قریب سے دیکھ کر ان کی قدر و عظمت کا احساس ہُوا، عقیدت کو حقیقت کی بنیاد ملی، فکر و نظر کو وسعت اور جِلا نصیب ہوئی اور یہ یقین پختہ تر ہو گیا کہ ان آئمۂ دین نے زندگیاں کھپا کر جو عظیم علمی احسانات کیے ہیں۔ ان سے اُمّت نہ کبھی سبکدوش ہو سکتی ہے اور نہ کبھی بے نیاز۔

اس وقت عالم اسلام میں چار فقہیں رائج ہیں، فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی۔ نیز ایک گروہ ہے جو ان فقہاء کی تقلید کا قائل نہیں ہے اور وہ براہِ راست کتاب و سنّت سے مسائل و احکام معلوم کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ لوگ سلفی یا اہلِ حدیث کہلاتے ہیں۔ ۔۔ یہ سارے ہی مسلک برحق ہیں۔ سب کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے، ہر مکتبِ فکر نے زیادہ سے زیادہ کتاب و سنت کی روح اور منشا کو پانے کی کوشش کی ہے اور ہر ایک کا اصل محرک یہ پاکیزہ جذبہ ہے کہ کتاب و سنت کی پیروی کا حق ادا ہو سکے۔

ان میں سے کسی مکتبِ فکر کی تنقیص و تحقیر کرنا، کسی پر طنز و تعریض کرنا، اور فقہی اور فروعی اختلافات کی بنیاد پر ملّت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور گروہ بندیوں کی لعنت میں گرفتار ہو کر باہم دست و گریباں ہونا اہلِ حق اور اہلِ اخلاص کا شیوہ ہرگز نہیں۔ افہام و تفہیم، ترجیح و انتخاب اور اظہار رائے تو ایک علمی ضرورت ہے، جس کی حوصلہ افزائی ہونا چاہیئے، لیکن معمولی فقہی اختلافات کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنا لینا اور اختلافِ رائے رکھنے والے کو گمراہ اور خارج از دین قرار دے کر اس کے خلاف محاذ قائم کرنا، فہم دین سے محرومی بھی ہے اور اسلاف کی سنت سے انحراف بھی۔

برصغیر میں اگرچہ ہر مسلک کے پیرو موجود ہیں۔ لیکن ان میں عظیم اکثریت حنفی مسلک ماننے والوں کی ہے۔ یہ کتاب "آسان فقہ" خاص طور پر انہی کے لیئے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں باہمی اختلافات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف وہی متفقہ عملی مسائل بیان کیئے گئے ہیں جن پر احناف کا عمل ہے اور جو عام طور پر پیش آتے ہیں، تاکہ عام مسلمان ذہنی خلفشار سے محفوظ رہتے ہوئے یکسوئی اور اطمینان کے

ساتھ اپنے مسلک کے مطابق عمل کر سکیں۔

فقہ کی متداول کتابوں کے بعض مسائل پر وقت کے بعض قابلِ اعتماد علماء نے مزید غور و فکر کیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں اختلافِ رائے کا اظہار کیا ہے یا کسی تجویز کی سفارش کی ہے، اس طرح کی جس رائے یا تجویز کو مرتب نے صحیح اور وقیع سمجھا ہے، حاشیہ میں اس کو نقل کر دیا ہے تاکہ جن لوگوں کو اس پر شرح صدر ہو، وہ کسی تنگی کے بغیر اطمینان کے ساتھ اس پر عمل کر سکیں۔

مسائل و احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عبادات و اعمال کی فضیلت و اہمیت پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ تاکہ احکام معلوم ہونے سے پہلے احکام کی پیروی کے لیئے ذہن و جذبات تیار ہو سکیں۔

حسبِ ضرورت جگہ جگہ فقہی اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔ اور ان کا استعمال ناگزیر ہے، اِس لیئے بھی کہ مسلمان کے لیئے ان سے واقف ہونا ضروری ہے اور اِس لیئے بھی کہ اصطلاح کے بجائے بار بار اس کے مفہوم و مُراد کی تشریح باعثِ طوالت بھی ہے، اور ذوق پر گراں بھی، البتہ کتاب کے شروع میں ان اصطلاحات کی ایک مستقل فہرست حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق دے کر ہر اصطلاح کے مفہوم اور مُراد کی وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ بیک نظر تمام اصطلاحات کو یکجا دیکھا اور سمجھا جا سکے اور یاد کرنے والوں کو بھی سہولت ہو اور ضرورت کے وقت آسانی کے ساتھ ہر اصطلاح کا مفہوم معلوم کیا جا سکے۔

رہا یہ مسئلہ کہ ہر دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر تسلسل کے ساتھ فقہ اِسلامی میں اجتہادی اور تحقیقی پیش رفت ہونی چاہیئے تو یہ حیاتِ ملی کے لیئے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ دراصل فقہ ایک ایسا ترقی پذیر موضوع

ہے۔ جو نہ صرف ترقی پذیر زندگی کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتا ہے بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ راہ ہموار کر کے زندگی کے نوک پلک درست کرنا فقہ ہی کا کام ہے۔ فکر و اجتہاد کی قوتوں کو معطل اور بے دم کر کے وقت کے تقاضوں سے نا آشنا اور بے تعلق رہنا اور کتاب و سنت کی روشنی میں تعمیرِ حیات کا حق ادا نہ کرنا ملت کو زندگی کی رعنائیوں سے محروم رکھنے کی کھلی ہوئی علامت بھی ہے اور اس کا بنیادی سبب بھی۔ دراصل اسلام کو ایک برتر اور ابدی نظام کی حیثیت سے غالب اور نافذ دیکھنے کی آرزو رکھنے والے اسلام پسندوں کا فطری اور منصبی فریضہ ہے کہ وقت کے تقاضوں پر گہری نظر رکھیں، انہیں سمجھنے کی حکیمانہ کوشش کریں۔ اور آگے بڑھ کر علم و عمل کے ہر میدان میں اسلامی قانون کی برتری ثابت کریں۔ اور نہ صرف ارتقاء پذیر زندگی کا ساتھ دیں بلکہ اظہارِ دین اور غلبۂ دین کے لیئے ہمہ جہتی جدوجہد کر کے اپنے نصب العین (   ) کے مطابق اس کی تاریخ سازی کا حق ادا کریں۔

دین و ملت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے کہ ہر دور میں اربابِ علم و فکر کا ایک ایسا گروہ (   ) موجود رہے جس کے افراد نہ صرف یہ کہ دین کے علوم میں گہری بصیرت رکھتے ہوں بلکہ عملاً بھی ان کو دین سے حقیقی شغف ہو اور ان کی زندگیاں دین کی آئینہ دار ہوں، پھر وہ دورِ حاضر کے نئے پیدا شدہ مسائل اور نت نئے حالات سے بھی باخبر ہوں، اور حکمت و فراست، ترجیح و تمیز، انتخاب و اختیار، اور حسنِ فیصلہ کی اجتہادی قوتوں سے بھی بہرہ ور ہوں۔ زندگی کے گوناگوں مسائل کو کتاب و سنت کی روح و منشا کے مطابق حل کرنے کا ملکہ بھی رکھتے ہوں اور بحیثیتِ مجموعی اسلامی اقدار کے احیاء نفاذ کی غیر معمولی تڑپ اور حکمتِ کار کے جوہروں سے بھی آراستہ ہوں۔

یہ گروہ، ملت کا سرمایہ حیات ہے اور اس کیساتھ بھرپور تعاون کرنا ملت کا اہم ترین فریضہ اور دین کا عین منشاء ہے۔ اصلاً تو اس گروہ کی سرپرستی اور کفالت اسلامی نظامِ حکومت کا منصب ہے۔ لیکن جب اور جہاں مسلمان اپنی مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں اس نعمتِ عظمٰی سے محروم ہوں وہاں بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں کا دینی اور ملّی فرض ہے کہ وہ اس گروہ کی سرپرستی کریں اور اس کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر مقدم رکھنے کی عادت ڈالیں۔ اس لیئے کہ اس گروہ کا وجود نہ صرف ملّت کے تحفظ و بقا کا ذریعہ ہے بلکہ اسلامی نظام کا تعارف اور قیام بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ کوئی بھی انسانی کوشش ہو وہ خطا سے محفوظ نہیں ہوسکتی، اہلِ علم سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ جو غلطی اور کوتاہی محسوس کریں۔ ضرور مطلع فرمائیں، یہ ان کا فرض بھی ہے اور میرا حق بھی۔

خُدا سے دُعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبول بخشے اور مسلمانوں کے لیئے اس کو نافع ثابت فرمائے اور مرتب کے حق میں اسکو ذخیرۂ آخرت اور بہانۂ مغفرت بنائے۔ آمین۔

محمد یوسف

۱۲ر مئی ۱۹۶۹ء

آسان فقہ

(حصہ اوّل)

کتاب العقائد

کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ

اصطلاحات

فقہ کی کتابوں میں کچھ ایسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن کے کچھ مخصوص اور متعین معنی ہوتے ہیں، فقہی احکام و مسائل کو سمجھنے کے لئے ناگزیر ہے کہ ان اصطلاحات کا مفہوم اور مراد صحیح صحیح معلوم ہو

اس کتاب میں بھی جگہ جگہ حسب ضرورت یہ اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور بار بار ان کی تشریح اور توضیح کی تکرار کرنے کے مقابلے میں ہر لحاظ سے یہ زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے شروع میں ان اصطلاحات کی مفصل فہرست حروفِ ہجا کی ترتیب کے مطابق مرتب کر کے ایک جگہ ان کی تشریح و توضیح کر دی جائے تاکہ کتاب سے استفادے کے دوران جب بھی ضرورت محسوس ہو آسانی کے ساتھ مطلوب اصطلاح کو نکال کر اس کا مطلب معلوم کیا جا سکے اور اگر کوئی بیک نظر ساری اصطلاحات دیکھنا یا سمجھنا چاہے یا یاد کرنا چاہے تو اس کو تمام اصطلاحات یکجا مل جائیں۔

ا، ب

(۱) اداء:-

جو عبادت اپنے مقررہ وقت پر کی جائے، اس کو ادا کہتے ہیں، مثلاً فجر کی نماز صبح صادق کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے اور رمضان کے روزے رمضان کے مہینے ہی میں رکھ لیئے جائیں، تو اسکو ادا کہیں گے۔

(۲) اِذنِ عام:-

یہ نماز جمعہ واجب ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز پڑھی جارہی ہے وہاں ہر خاص و عام کے لیئے شریک ہونے کی عام اجازت ہو اور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ کسی کے لیئے نہ ہو۔

(۳) اقامت:-

جماعت کھڑی ہونے سے پہلے ایک شخص وہی کلمات دُہراتا ہے جو اذان میں کہے جاتے ہیں اور دو بار "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" بھی کہتا ہے اس کو اقامت کہتے ہیں۔ اقامت کو عرفِ عام میں تکبیر بھی کہتے ہیں۔

(۴) اقتداء:-

امام کے پیچھے جماعت سے نماز کو اقتداء کہتے ہیں۔ اور اقتداء کرنے والے کو مقتدی کہتے ہیں اور جس امام کی اقتداء کی جاتی ہے اس کو مقتداء کہتے ہیں۔

(۵) استقبالِ قبلہ:-

نماز پڑھنے کی حالت میں قبلے کی طرف رُخ کرنے کو استقبالِ قبلہ کہتے ہیں، قبلے کی طرف رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سینہ اور چہرہ قبلے کی

طرف رہے، یہ شرائط نماز میں سے ایک شرط ہے اس شرط کو پورا کیئے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

⑥ اسلامی شعائر:۔

اسلامی شعائر سے وہ دینی عبادات اور اعمال مراد ہیں جو دین کی قدر و عظمت اور شان کو ظاہر کرنے کے لیئے نشان اور علامت بھی ہوں اور جو دین سے شغف اور دین کی عظمت و اہمیت کا شعور و احساس بھی پیدا کرتے ہوں۔

⑦ استخارہ:۔

استخارہ کے معنی ہیں خیر اور خوبی طلب کرنا، اور اصطلاح میں استخارہ یا نماز استخارہ سے مراد وہ نفل نماز ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس مقصد کے لیئے سکھائی ہے کہ جب بھی کسی جائز کام میں یہ واضح نہ ہو رہا ہو کہ خیر اور بھلائی کا پہلو کیا ہے اور کسی پہلو پر بھی اطمینان نہ ہو رہا ہو تو آدمی دو رکعت نفل پڑھ کر استخارے کی مسنون دعا پڑھے۔ خدا سے توقع رہے کہ وہ نمازِ استخارہ کی برکت سے کسی ایک پہلو پر اطمینان یا دلی رجحان عطا فرمائے گا، نمازِ استخارہ کا طریقہ اور مسنون دعا صفحہ پر دیکھیئے۔

⑧ استنجا:

بشری ضرورت (رفعِ حاجت وغیرہ) سے فارغ ہونے کے بعد بدن کے اگلے یا پچھلے حصے کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں چاہے اس کے لیئے ڈھیلے استعمال کیئے جائیں یا پانی، اس کے احکام صفحہ پر دیکھیئے

⑨ استحاضہ:۔

حیض اور نفاس کے علاوہ خواتین کو آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، استحاضہ کے احکام صفحہ پر دیکھیئے۔

⑩ اوساطِ مفصّل :-

سورۂ "الطارق" سے سورۂ "البینہ" تک کی سورتوں کو اَوساطِ مفصل کہتے ہیں، عصر اور عشاء کی نمازوں میں ان سورتوں کو پڑھنا مسنون ہے، (قصارِ مفصل اور طوالِ مفصل، ق اور ط کی تقطیع میں دیکھئے۔

⑪ ایک مثل :-

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایۂ اصلی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو اس کو ایک مثل کہتے ہیں۔

⑫ ایامِ تشریق :-

ماہِ ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ کو ایامِ تشریق کہتے ہیں اور یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) اور یوم نحر (۱۰ ذوالحجہ) اور ایامِ تشریق یعنی ان پانچ ایام میں ہر فرض نماز کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہے۔ اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں دیکھئے "تکبیر تشریق" صفحہ

⑬ ایصالِ ثواب :-

اپنے نیک اور مالی و بدنی عبادات کا اجر و ثواب کسی میت کو پہنچانا یعنی خدا سے یہ دعا کرنا کہ میری اس عبادت یا نیک عمل کا اجر و ثواب فلاں شخص کو پہنچے۔ اس کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔

⑭ بکارت :-

دوشیزہ کے کنوارے پن کو بکارت کہتے ہیں۔

⑮ باطل ہونا :-

کوئی عبادت اس قدر غلط ہو جائے کہ گویا ہوئی ہی نہیں۔ مثلاً کسی نے نماز میں دوسرے شخص سے گفتگو شروع کر دی تو اس شخص کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس کو دوبارہ پڑھنی ہوگی، اسی مفہوم میں فاسد ہونا بھی استعمال کرتے ہیں۔

ت، ث

۱۶ **تثویب :۔**

اذان اور اقامت کے درمیان لوگوں کو جماعت کی تیاری کے لیئے متوجہ کرنے کو تثویب کہتے ہیں چاہے عربی الفاظ میں متوجہ کیا جائے یا کسی دوسری زبان میں، فقہائے متقدمین کے نزدیک نماز فجر کے علاوہ کسی وقت بھی تثویب جائز نہیں۔

۱۷ **تحمید :۔**

رکوع سے اُٹھنے کے بعد قومے کی حالت میں "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنا۔

۱۸ **تحیۃ المسجد :۔**

تحیۃ المسجد سے مراد وہ نماز ہے جو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیئے پڑھنا مسنون ہے، تحیۃ المسجد دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو رکعت سے زیادہ بھی، اور اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی فرض یا واجب یا سنت نماز پڑھ لے تو وہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔

۱۹ **تسبیح :۔**

نماز میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" یا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہنا۔

۲۰ **تسمیہ :۔**

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھنا۔

۲۱ **تسمیع :۔**

رکوع سے اٹھتے ہوئے "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہنا۔

(۲۲) تشہد:۔
قعدہ میں جو دُعا پڑھی جاتی ہے یعنی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ...... اس کے آخر میں چونکہ توحید و رسالت کی شہادت بھی ہے اس لیئے اس کو "تشہد" کہتے ہیں۔

(۲۳) تطوع۔
وہ فعل جو فرض و واجب نہ ہو بلکہ آدمی اپنے دل کی خوشی سے ثواب کی خاطر کرے اس کے کرنے کا ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تطوع کو مستحب، مندوب اور نفل بھی کہتے ہیں۔

(۲۴) تعدیل ارکان:۔
رکوع اور سجود وغیرہ کو پورے اطمینان کے ساتھ ادا کرنا، اور قومہ، جلسہ وغیرہ کا اہتمام کرنا۔

(۲۵) تعوذ:۔
"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھنا۔

(۲۶) تعزیت:۔
میت کے عزیزوں کو صبر و شکر کی تلقین کرنے، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے اور میت کے حق میں دُعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔

(۲۷) تکبیر تحریمہ:۔
نماز شروع کرتے وقت "اللہ اکبر" کہنا، اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ اس لیئے کہتے ہیں کہ اسکے بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اور نماز کی حالت میں کھانا، پینا، بات چیت کرنا، وغیرہ سب حرام ہو جاتا ہے۔

(۲۸) تکبیر:۔
"اَللّٰہُ اَکْبَر" کہنا اور عرفِ عام میں اقامت کو بھی تکبیر کہتے ہیں۔

(۲۹) تکبیر تشریق:۔

ماہِ ذوالحجہ کی ۹ رتاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے ہر فرض نماز کے بعد ۱۳ ر ذوالحجہ کی نماز عصر تک ایک بار بلند آواز سے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔"

(۳۰) تہلیل:۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا۔

(۳۱) تہجد:۔

تہجد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اٹھنا، رات کے کچھ حصے میں سونے کے بعد اٹھ کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو نماز تہجد کہتے ہیں، تہجد کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ آدمی نصف شب گزرنے کے بعد سو کر اٹھے اور نماز پڑھے

(۳۲) تیمم:۔

لغت میں تیمم کے معنی ہیں قصداً ارادہ کرنا اور فقہ کی اصطلاح میں تیمم کے معنی ہیں، پانی نہ ہونے کی صورت میں پاک مٹی وغیرہ کے ذریعہ نجاست حکمیہ سے طہارت حاصل کرنا، تیمم وضو کے بجائے بھی کیا جا سکتا ہے اور غسل کے بجائے بھی، تفصیل کے لئے دیکھئے تیمم کا بیان صفحہ پر۔

(۳۳) تیامن:۔

ہر کام داہنی جانب سے کرنا، مثلاً داہنے ہاتھ سے وضو شروع کرنا، داہنے پیر میں پہلے جوتا پہننا وغیرہ۔

(۳۴) ثناء:۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ ....

پڑھنا۔

(۳۵) ثواب :۔

اعمالِ صالحہ کا جو انعام، صلہ اور اچھا پھل آخرت میں ملنے والا ہے اس کو ثواب کہتے ہیں، ہندی میں اس کو پُن کہتے ہیں۔ اس کی ضد عذاب اور عقاب ہے۔

ج، ح، خ

(۳۶) جبیرہ :۔

اصل میں تو جبیرہ اس لکڑی یا کھپچی کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لیئے باندھی جاتی ہے لیکن وضو کے مسائل میں اس سے وہ پلاسٹر جو ہڈی کو جوڑنے کے لیئے چڑھایا جاتا ہے، اور زخم کی پٹی، پھاہیہ وغیرہ سب مراد ہیں، اگر جبیرہ کسی ایسے عضو پر ہے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے تو جبیرہ ہونے کی صورت میں جبیرہ پر تر ہاتھ پھیر لینا یعنی صرف مسح کر لینا کافی ہے، تفصیل کے لیئے دیکھیئے جبیرہ صفحہ

(۳۷) جلسہ :۔

سجدوں کے درمیان کی نشست کو فقہ کی اصطلاح میں جلسہ کہا جاتا ہے، جلسہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

(۳۸) جماعتِ ثانیہ :۔

مسجد میں حسبِ معمول جب پہلی جماعت ہو چکی ہو اس وقت کچھ ایسے لوگ جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکے ہوں۔ مل کر پھر جماعت کریں تو اس جماعت کو "جماعتِ ثانیہ" کہتے ہیں۔ جماعتِ ثانیہ بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض صورتوں میں مکروہ، تفصیل احکام صفحہ پر دیکھیئے۔

(۳۹) جمع بین الصلاتین :۔

یعنی دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں ملا کر پڑھنا، مثلاً ظہر

اور عصر کی نماز ظہر کے وقت ہی میں پڑھ لی جائے جیسا کہ حج کے دوران عرفات میں ۹ ذوالحجہ کو ظہر کے وقت ہی میں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھ لیتے ہیں اور پھر مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھ لیتے ہیں، جمع بین الصلاتین حج میں تو کرتے ہی ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ ہر سفر میں جائز ہے۔

(۴۰) جمع صوری :۔

جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک نماز کو مؤخر کر کے اسوقت پڑھا جائے جب اس کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو اور دوسرے وقت کی نماز کو وقت شروع ہوتے ہی پڑھ لیا جائے۔ اس طرح بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھی گئی ہیں۔ لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی گئی ہیں، فقہائے احناف کے نزدیک سفر حج کے علاوہ دوسرے سفروں میں صرف جمع صوری ہی جائز ہے جمع حقیقی جائز نہیں۔

(۴۱) جمع حقیقی :۔

جمع حقیقی کا مطلب یہ ہے حقیقتاً کسی ایک نماز کے وقت میں دو وقت کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جائیں۔ مثلاً وقت ظہر کا ہو اور ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے۔

(۴۲) جمع تقدیم :۔

جمع تقدیم سے مراد یہ ہے کہ دوسری نماز کو وقت سے پہلے ہی پہلی نماز کے وقت میں ایک ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً عصر کی نماز عصر کا وقت ہونے سے پہلے ہی ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لی جائے جیسا کہ حج کے دوران عرفات میں پڑھتے ہیں۔

(۴۳) جمع تاخیر:۔

جمع تاخیر سے مراد یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں دوسری نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً مغرب کی نماز، مغرب کے وقت نہ پڑھی جائے، بلکہ مؤخر کر کے عشاء کے وقت نماز عشاء کے ساتھ پڑھی جائے جیسا کہ دورانِ حج مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۴۴) جنابت:۔

لغت میں جنابت بُعد اور دوری کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ فقہ میں اس سے ناپاکی کی وہ حالت مراد ہے جس میں مرد یا عورت پر غسل فرض ہو، اور غسل کی حاجت جنسی ضرورت پوری کرنے یا کسی طرح پوری ہونے سے پیدا ہوئی ہو، ایسی حالت میں چونکہ آدمی کو طہارت اور نماز سے دوری ہو جاتی ہے۔ اسی لیئے اس کو جنابت کہتے ہیں۔

(۴۵) جہری نماز:

یعنی وہ نمازیں جن میں امام کے لیئے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ مثلاً مغرب اور عشاء کی پہلی دُو رکعتیں اور فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں۔ اس لیئے کہ ان میں بلند آواز سے قرأت کرنا امام کے لیئے واجب ہے۔

(۴۶) حدثِ اصغر:۔

ناپاکی کی جو حالت، پیشاب، پاخانہ کرنے ریاح خارج ہونے جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منہ بھر کر قے ہونے، استحاضہ کا خون وغیرہ آنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو حدثِ اصغر کہتے ہیں، حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور پانی میسر نہ ہونے کی

صورت میں تیمم ہے۔

(۴۷) حَدثِ اکبر:۔

ناپاکی کی جو حالت جنسی ضرورت پوری کرنے یا اور کسی طرح شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا سوتے میں احتلام ہونے یا حیض و نفاس کا خون آنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو حدثِ اکبر کہتے ہیں۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونے کا طریقہ غسل ہے اور جس صورت میں غسل ممکن نہ ہو تو تیمم ہے۔

(۴۸) حرام:۔

وہ کام جس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور جو شخص اس کا انکار کرے یعنی حرام کو حلال سمجھے وہ کافر ہے، مثلاً سود، شراب، چوری، جوا، وغیرہ سب حرام ہیں۔ اس کی ضد حلال ہے۔

(۴۹) حیض:۔

بالغ ہونے کے بعد خواتین کو آگے کی راہ سے ہر مہینے مقررہ عادت کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ اس کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہیں۔ تفصیلی مسائل صفحہ پر دیکھئے۔

(۵۰) خسوف:

چاند میں گہن لگنے کو خسوف کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے، وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند میں گہن لگ جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا) خسوف کے وقت جو دو رکعت مسنون نماز پڑھتے ہیں اس کو نماز خسوف کہتے ہیں، تفصیل صفحہ پر دیکھئے۔

د، ذ، ر، ز

(۵۱) دباغت:۔

دباغت چمڑہ پکانے اور اس کی رطوبت اور بدبو دور کرنے کو

کہتے ہیں۔ دباغت سے ہر حلال اور حرام جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے، البتہ سور کی کھال کسی طرح بھی پاک نہیں ہو سکتی، کھال کی بدبو اور رطوبت دُور کرنے کے لیئے پکانے کے بجائے دوسرے طریقے بھی اختیار کیئے جاتے ہیں اور دباغت کی ہوئی کھال کو مدبوغ کہتے ہیں۔

(۵۲) دریائی جانور :-

جن جانوروں کی پیدائش بھی پانی میں ہو اور جو پانی ہی میں زندگی گزارتے ہوں، چاہے پانی سے باہر وہ زندہ رہ سکیں یا نہ رہ سکیں، مثلاً مچھلی، مگرمچھ وغیرہ دریائی جانور ہیں۔

(۵۳) دموی جانور :-

وہ جن میں بہنے والا خون ہو اور بہنے والا نہ ہو تو غیر دموی۔

(۵۴) درہم :-

درہم کا وزن تین ماشے اور ایک رتی ہے اور پیمائش میں ایک روپے کے بقدر سمجھنا چاہیئے۔

(۵۵) دو مثل :-

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایۂ اصلی ہوتا ہے اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایۂ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس کو دو مثل کہتے ہیں۔

(۵۶) رُکن :-

رُکن کسی چیز کے ایسے جُز کو کہتے ہیں۔ جس پر اس چیز کے قائم ہونے کا مدار ہے، رکن کی جمع ارکان ہے، جیسے ارکانِ نماز سے مراد قیام، قرأت، رکوع، سجدہ اور قعدہ اخیرہ ہے۔ یہ نماز کے ایسے اجزاء ہیں جن پر نماز کے وجود کا دارومدار ہے۔ اِسلام کے ارکان، عقیدہ، نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج ہیں۔ انہی پر اسلام کی عمارت قائم ہے، یہ نہ ہوں تو اسلام کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

(۵۷) زوال :-
زوال سے مراد وہ وقت ہے جب آفتاب ڈھل جائے۔ عرف عام میں اس کو دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

س، ش

(۵۸) سایۂ اصلی :-
زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایۂ باقی رہتا ہے۔ اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

(۵۹) سایۂ ایک مثل :-
سایۂ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب اس کے برابر ہو جائے تو اس کو ایک مثل کہتے ہیں۔

(۶۰) سایۂ دو مثل :-
سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس کو دو مثل کہتے ہیں۔

(۶۱) سُترہ :-
نمازی اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سامنے سے لوگ گزرتے ہوں، تو مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے آڑ کے لیئے کوئی اونچی چیز کھڑی کرے۔ اس چیز کو اصطلاح میں "سترہ" کہتے ہیں۔

(۶۲) ستر عورت :-
عورت سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے۔ جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے، مرد کے لیئے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے، (گھٹنا بھی عورت ہے یعنی اس کا چھپانا بھی فرض ہے) اور خواتین کے لیئے منہ، ہاتھ اور دونوں قدموں کے سوا سارے بدن کا چھپانا فرض ہے۔ ستر عورت کا مطلب ہے جسم کے ان حصوں کو چھپانا جن کا چھپانا فرض ہے۔

(۶۳) سجدۂ تلاوت :-

قرآن مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کو پڑھنے یا سننے والے پر ایک سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، چاہے پوری آیت پڑھی جائے یا صرف سجدے والے لفظ کو اگلے پچھلے الفاظ کے ساتھ پڑھ لیا جائے اور چاہے نماز میں پڑھا جائے یا نماز کے باہر ہر حال میں ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس سجدے کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

(۶۴) سجدۂ سہو :-

سہو کے معنی ہیں بھول جانا، نماز میں بھولے سے کچھ کمی زیادتی ہونے سے جو خرابی آجاتی ہے اس کی تلافی کے لیئے نماز کے آخر میں دو سجدے کرنا واجب ہیں۔ ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

(۶۵) سِرّی نماز :-

جن نمازوں میں امام کے لیئے چپکے چپکے قرأت کرنا واجب ہے۔ ان نمازوں کو سِرّی نماز کہتے ہیں مثلاً ظہر اور عصر کی نماز۔

(۶۶) سُنّت :-

سنت وہ فعل ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رض نے کیا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں، سنّتِ مؤکدہ اور سنّتِ غیر مؤکدہ۔

(۶۷) سنّتِ مؤکدہ :-

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا آپؐ کے صحابہؓ نے بھی ہمیشہ کیلئے کیا ہو اور عذر کے بغیر کبھی ترک نہ کیا ہو، البتہ ترک کرنے والے کو کسی قسم کی تنبیہ نہ کی ہو، جو شخص کسی عذر کے بغیر اس کو ترک کرے اور ترک کی عادت ڈالے وہ فاسق اور گنہگار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہے ہاں اگر کبھی اتفاق سے چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

⑥⑧ سُنّت غیر مؤکدہ :

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ نے کیا ہو اور کسی عذر کے بغیر بھی کبھی ترک کر دیا ہو، اس کا کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہے، اور چھوڑنے والے کو کوئی عذاب نہیں۔ اس کو سنتِ زائدہ اور سنتِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔

⑥⑨ شرط :-

کسی کام کے صحیح ہونے کا مدار جس چیز پر ہوتا ہے اس کو شرط کہتے ہیں مثلاً نماز صحیح ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ پہلے آدمی طہارت حاصل کرے، قبلے کی طرف رخ کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔

⑦⓪ شعائرِ اسلامی :-

شعائرِ اسلامی سے وہ دینی عبادات اور مراسم مراد ہیں جو دین کی کسی قدر کو ظاہر کرنے کے لیئے بطور علامت مقرر کی گئی ہوں اور جو دین سے حقیقی شغف اور دین کی عظمت و اہمیت کا شعور و احساس پیدا کرنے والی ہوں۔

ص، ط

⑦① صاحبِ ترتیب :-

جس بندۂ مومن کی کبھی کوئی نماز قضاء نہ ہوئی یا کبھی ایک یا دو نمازیں ہی قضا ہوئی ہوں یا زیادہ سے زیادہ ایک شب و روز کی پانچ نمازیں قضا ہوئی ہیں، چاہے مسلسل قضا ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں قضا ہوئی ہوں، یا اس سے پہلے اگر کبھی قضا ہوئی ہوں تو ان سب کی قضا پڑھ چکا ہو، اور اب اس کے ذمہ صرف یہی ایک، دو یا زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا ہو تو ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح "صاحبِ ترتیب" کہتے ہیں۔ صاحبِ ترتیب کے احکام کے لیئے دیکھیے

"صاحبِ ترتیب اور اس کی قضا نماز کا حکم" صفحہ

(۴۲) صدقۂ فطر:۔

صدقۂ فطر سے مراد وہ صدقہ ہے جو ہر خوشحال مسلمان عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کرتا ہے، صدقۂ فطر ادا کرنا ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی بنیادی ضرورتوں سے زیادہ ہو چاہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، پھر صدقۂ فطر واجب ہونے میں یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس مال پر ایک سال گزر چکا ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ صاحبِ مال عاقل ہو، بلکہ یہ بچوں پر بھی واجب ہے اور دیوانوں پر بھی اگر وہ خوشحال ہوں۔

(۴۳) صلوٰۃ استخارہ:۔

لُغت میں استخارے کے معنی ہیں خیر اور بھلائی چاہنا، صلوٰۃ استخارہ سے مراد وہ مسنون نماز ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس مقصد کے لیے سکھائی ہے کہ جب بھی کسی جائز کام میں یہ واضح نہ ہو رہا ہو کہ خیر اور بھلائی کا پہلو کون سا ہے، اور کسی پہلو پر دلی اطمینان نہ ہو رہا ہو تو آدمی دوؔ رکعت نفل نماز پڑھ کر استخارے کی مسنون دعا پڑھے اور سو جائے، خُدا سے توقع ہے کہ استخارہ کرنے والے کو یکسوئی حاصل ہوگی اور جس پہلو کی طرف پھر اس کا رجحان ہو، اطمینان کے ساتھ اس کے مطابق عمل کرے، انشاء اللہ اسی میں خیر ہوگی، نمازِ استخارہ کی ترکیب اور مسنون دُعا صفحہ پر دیکھئے۔

(۴۴) صلوٰۃ التسبیح:۔

صلوٰۃ التسبیح سے مراد وہ مسنون نماز ہے جس میں پچھتر ۷۵ بار یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے، سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ صفحہ پر دیکھئے۔

(۷۵) صلوٰۃ توبہ:۔

صلوٰۃِ توبہ سے وہ دو رکعت نماز نفل مراد ہے جو ایک گنہگار گناہوں سے تائب ہونے کے لیئے پڑھتا ہے اور وہ مسنون دُعا پڑھتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ جب بندۂ مومن کو کوئی ضرورت درپیش ہو چاہے اس کا تعلق خدا سے ہو یا خدا کے بندوں سے ہو اس کے لیئے دو رکعت نفل (صلوٰۃ حاجت) پڑھ کر مسنون دُعا پڑھنا مستحب ہے، صلوٰۃِ حاجت کی مسنون دُعا صفحہ پر دیکھئے۔

(۷۶) صلوٰۃِ قصر:۔

صلوٰۃِ قصر کے معنی ہیں مختصر نماز، سفر میں شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ مسافر نمازوں میں اختصار کرے یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں چار رکعت کے بجائے صرف دو رکعت پڑھے، البتہ فجر اور مغرب میں بدستور دو رکعت اور تین رکعت ہی پڑھے۔

(۷۷) صلوٰۃ کسوف:۔

کسوف سورج گرہن کو کہتے ہیں، سورج گرہن کے وقت دو رکعت نماز جماعت سے پڑھنا سنت ہے اسی کو صلوٰۃ کسوف کہتے ہیں تفصیلات صفحہ پر دیکھئے۔

(۷۸) صلوٰۃ الاوابین:۔

نماز مغرب کے بعد دو، دو رکعت کر کے چھ رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ اس کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

(۷۹) طوالِ مفصل:۔

سُورۂ "الحجرات" سے سُورۂ "البروج" تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ فجر اور ظہر کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا

مسنون ہے۔

(۸۰) طہارت:۔

طہارت نجاست کی ضد ہے، طہارت کے معنی ہیں جسم کا نجاست حقیقی اور نجاست حکمی سے شرعی ہدایت کے مطابق پاک ہونا، طہارت کا مفصل بیان صفحہ پر دیکھئے۔

(۸۱) طہر:۔

دو حیضوں کے درمیان پاکی کی مدت کو طہر کہتے ہیں، طہر کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

ع، غ، ف

(۸۲) عقیدہ:۔

یعنی وہ حقیقت جس پر آدمی کو پختہ یقین ہو، مثلاً اس حقیقت پر یقین کہ خدا ایک ہے اور اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں، مسلمان کا عقیدہ کہلاتا ہے، عقیدے کی تفصیلات صفحہ پر دیکھئے۔

(۸۳) عملِ قلیل:۔

عملِ قلیل سے مُراد وہ فعل ہے جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔ عملِ قلیل اگر کسی ضرورت سے ہو تو اس سے نماز نہ فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ۔

(۸۴) عملِ کثیر:۔

عملِ کثیر سے مراد وہ عمل ہے جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے اور دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، مثلاً کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے بدن کھجانے لگے یا کوئی خاتون نماز میں چوٹی باندھنے لگے۔ عملِ کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۸۵) عورت :-

عورت جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لیئے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے[۱] اور خواتین کے لیئے منہ ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔

(۸۶) عیادت :-

عیادت کا مطلب ہے مریض کو پوچھنے کے لیئے جانا اور اس کا حال معلوم کرنا۔ مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے۔

(۸۷) غسل :-

شریعت کی ہدایت کے مطابق پورے جسم کو دھوکر نجاستِ حقیقی اور حکمی سے پاک کرنے کو غسل کہتے ہیں۔

(۸۸) غیر دموی جانور :-

وہ جانور جن میں خون بالکل نہ ہو یا ایسا ہو جو بہتا نہ ہو جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو اور شہد کی مکھی وغیرہ۔

(۸۹) فاسد ہونا :-

کسی عبادت کا باطل ہونا مثلاً کوئی شخص نماز میں عملِ کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کو دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔

(۹۰) فدیہ :-

فدیہ سے مراد وہ صدقہ ہے جو قضا شدہ نماز کے عوض میت کی طرف سے ادا کیا جائے۔ ایک وقت کی نماز کا فدیہ سوا سیر گیہوں یا ڈھائی سیر جو ہیں اور ان کی قیمت بھی فدیہ میں دی جا سکتی ہے۔

---

[۱] گھٹنا بھی عورت ہے یعنی اس کا چھپانا بھی فرض ہے۔

(۹۱) **فرض :-**

وہ فعل جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اس کا منکر کافر ہے
اور جو شخص کسی عذر کے بغیر فرض کو ترک کرے وہ فاسق اور مستحب عذاب
ہے۔ فرض کی دو قسمیں ہیں، فرضِ عین اور فرضِ کفایہ۔

(۹۲) **فرض عین :-**

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور نہ کرنے والا
گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے، جیسے پانچوں وقت کی نمازیں، رمضان کے
روزے وغیرہ۔

(۹۳) **فرضِ کفایہ :-**

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر انفرادی حیثیت سے لازم نہیں
بلکہ اجتماعی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر کچھ لوگ بھی ادا
کرلیں تو ادا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب ہی گنہگار
ہوتے ہیں، جیسے نمازِ جنازہ، میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ۔

(۹۴) **فِقہ :-**

فِقہ سمجھ بوجھ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں فِقہ سے مراد وہ شرعی
احکام ہیں، جو قرآن وسنت کا پختہ علم اور گہری بصیرت رکھنے والے علماء
نے قرآن وسنت سے مستنبط کیئے ہیں، یا آئندہ مستنبط کریں۔

ق، ل

(۹۵) **قرأت :-**

نماز میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، نماز میں ایک بڑی آیت یا
تین چھوٹی آیتوں کے بقدر قرأت فرض ہے، قرأت ارکانِ نماز میں سے
ایک رکن ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۹۶) قربانی :-

عیدالاضحیٰ کے دنوں میں اللہ کی خوشنودی کے لیئے جانور ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں اور یہ دراصل اس بات کا عہد ہے کہ ضرورت پڑنے پر مومن خدا کی راہ میں اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کریگا۔

(۹۷) قصارِ مفصل :-

سُورۂ "الزلزال" سے سورۂ "الناس" تک کی تمام سُورتوں کو قصار مفصل کہتے ہیں، مغرب کی نماز میں ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

(۹۸) قعدۂ اولیٰ :-

چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد "التحیات" پڑھنے کے لیئے بیٹھنے کو "قعدہ اولیٰ" کہتے ہیں۔

(۹۹) قعدہ اُخیرہ :-

ہر نماز کی آخری رکعت میں "التحیات" پڑھنے کے لیئے بیٹھنے کو "قعدۂ اخیرہ" کہتے ہیں، اگر دو رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے قعدہ کو قعدۂ اخیرہ کہیں گے اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو چوتھی رکعت کے قعدے کو قعدۂ اُخیرہ کہیں گے اور اگر تین رکعت والی نماز ہو تو تیسری رکعت کے قعدہ کو قعدۂ اُخیرہ کہیں گے۔ ہر نماز میں قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

(۱۰۰) قنوتِ نازلہ :-

قنوتِ نازلہ سے مُراد وہ دُعا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی ہلاکت خیزیوں سے نجات پانے، دُشمن کا زور توڑنے اور اس کے تباہ ہونے کے لیئے پڑھی ہے اور آپ کے بعد صحابۂ کرام نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے، قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ اور اس کے مسائل کے لیئے دیکھئے "قنوتِ نازلہ" صفحہ

(۱۰۱) قومہ:۔

رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑے ہونے کو قومہ کہتے ہیں، قومہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

(۱۰۲) لاحق:۔

لاحق سے مراد وہ مقتدی ہے جو شروع سے جماعت میں شریک تو ہوا لیکن شریک ہونے کے بعد اس کی ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں جاتی رہیں، لاحق کے مسائل صفحہ پر دیکھئے۔

م

(۱۰۳) ماءِ جاری:۔

ماءِ جاری سے مراد وہ پانی ہے جو بہ رہا ہو۔ عرفِ عام میں اس کو بہتا پانی کہتے ہیں۔ جیسے دریا، ندی، نہر اور پہاڑی نالوں وغیرہ کا پانی، ماءِ جاری پاک ہے اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں اِلّا یہ کہ اس میں اتنی نجاست گر جائے، کہ اس کے تینوں وصف یعنی رنگ، بو، مزہ سب کچھ بدل جائے۔

(۱۰۴) ماءِ راکد قلیل

راکد کے معنی ہیں ٹھہرا ہوا۔ ماءِ راکد قلیل سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک طرف کوئی نجاست گرے تو دوسری طرف اس کا اثر یعنی رنگ، مزہ اور بُو معلوم ہو۔

(۱۰۵) ماءِ راکد کثیر:۔

ماءِ راکد کثیر سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک کنارے کوئی نجاست گرے تو دوسرے کنارے پر اس کا اثر یعنی رنگ، بُو، اور مزہ معلوم نہ ہو۔

(۱۰۶) ماءِ طاہر مطہر:۔

جو پانی خود بھی پاک ہو اور دوسری چیزیں بھی اس سے پاک کی جاسکتی ہوں، اور اس سے وضو اور غسل درست ہو اُس کو ماءِ طاہر مطہر کہتے ہیں۔

(۱۰۷) ماءِ مستعمل:۔

وہ پانی جس سے کسی شخص نے وضو کر لیا ہو۔ چاہے حدث اصغر سے طہارت حاصل کرنے کے لئے، ہو یا محض ثواب کی نیت سے کیا ہو، یا کسی جنابت والے شخص نے اس سے غسل کر لیا ہو بشرطیکہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو، اس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔ ایسا پانی خود تو پاک ہے، لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۱۰۸) ماءِ مشکوک:۔

ماءِ مشکوک سے مراد وہ پانی ہے جو خود تو پاک ہے لیکن اس سے طہارت حاصل ہونے نہ ہونے میں شک ہے، مثلاً جس پانی میں خچر یا گدھا منہ ڈال کر جوٹھا کر دے اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والا تیمم بھی کرے۔

(۱۰۹) ماءِ نجس:۔

ماءِ نجس وہ ہے جس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی اور اگر وہ کپڑے یا جسم پر گر جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۱۱۰) مُباح:۔

ہر وہ جائز فعل جس کے کرنے میں کوئی ثواب اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں۔

(۱۱۱) مباشرت:۔

جنسی لذت حاصل کرنے کو مباشرت کہتے ہیں۔

(۱۱۲) مُدرک :-

جو شخص شروع سے آخر تک امام کے ساتھ نمازِ باجماعت میں شریک رہے اس کو مُدرک کہتے ہیں۔

(۱۱۳) مذی :-

شہوانی جوش اور ہیجان کے وقت جو پتلا اور سفید پانی عضوِ مخصوص سے نکلتا ہے اور جس کے نکلنے سے جوش و اضطراب میں ایسا کیف و سرور حاصل ہوتا ہے کہ اس کے نکلنے کا احساس نہیں ہوتا اور اس کے بعد جب منی نکلتی ہے تو اس کا نکلنا بند ہو جاتا ہے، اس کو مذی کہتے ہیں۔

(۱۱۴) مُرتد :-

شریعت کی اصطلاح میں مرتد اس گردن زدنی شخص کو کہتے ہیں جو ایمان و اسلام لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ جائے۔

(۱۱۵) مسافر :-

مسافر شریعت کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کم از کم چھتیس[1] میل کی مسافت کے ارادہ سے اپنی بستی سے نکلے۔ ایسا شخص سفر میں قصر پڑھے گا۔ نمازِ قصر کے مسائل صفحہ پر دیکھئے۔

(۱۱۶) مسبُوق :-

مسبُوق اس مقتدی کو کہتے ہیں جو کچھ تاخیر سے جماعت میں آکر شریک ہو جب ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو چکی ہوں۔

(۱۱۷) مستحب :-

مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو، اکثر نہ کیا ہو، اس کے کرنے کا بہت ثواب ہے اور نہ کرنے میں

---

[1] بعض حنفی علماء کے نزدیک یہ مسافت ۴۸ میل ہے۔

کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۱۸) مسح :-

مسح کا مفہوم ہے تر ہاتھ پھیرنا، سر پر مسح کرنا ہو یا موزوں پر، بہرحال غیر مستعمل پانی سے ہاتھ تر کرکے مسح کرنا چاہیئے۔

(۱۱۹) مصرِ جامع :-

مصرِ جامع سے مراد ایسی بستی ہے جہاں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہو، فقہاء کے نزدیک مصرِ جامع سے مراد وہ شہر اور بڑی بستی ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں کہ اگر وہ سب اس بستی کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس میں ان سب کے لیئے گنجائش نہ ہو۔

(۱۲۰) مفسداتِ نماز :-

مفسداتِ نماز سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ مُفسداتِ نماز پندرہ ہیں۔ تفصیلات صفحہ   پر دیکھئے۔

(۱۲۱) مقتدی :-

امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہتے ہیں۔ مقتدی کو مُدرک بھی کہتے ہیں۔

(۱۲۲) مکبّر :-

اقامت اور تکبیر کہنے والے کو مکبّر کہتے ہیں اور بڑی جماعت ہونے کی صورت میں جو شخص امام کی تکبیروں کو دہرا کر مقتدیوں تک آواز پہنچائے اس کو بھی مکبّر کہتے ہیں۔

(۱۲۳) مکروہِ تحریمی :-

ہر وہ فعل جس سے بچنا مسلمان کے لیئے واجب ہے۔ جو

شخص کسی واقعی عذر کے بغیر اس کو اختیار کرے وہ سخت گنہگار ہے البتہ اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۲۴) مکروہِ تنزیہی :۔

وہ فعل جس سے بچنے میں اجر و ثواب تو ہے لیکن جو شخص نہ بچے وہ گنہگار نہیں ہے۔

(۱۲۵) منی :۔

وہ مادہ جس کے اخراج سے آدمی کی شہوانی خواہش کی تکمیل ہو جاتی ہے اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

(۱۲۶) مندوب :

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو۔ اور اکثر نہ کیا ہو، اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو مستحب اور نفل بھی کہتے ہیں۔

(۱۲۷) منفرد :۔

منفرد اس نمازی کو کہتے ہیں۔ جو تنہا نماز پڑھتا ہے۔

ن

(۱۲۸) نجاستِ حقیقی :۔

نجاستِ حقیقی سے مراد وہ محسوس غلاظت اور گندگی ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم و لباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اور شریعت نے بھی اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۱۲۹) نجاستِ حکمی :۔

نجاستِ حکمی سے مراد ناپاکی کی وہ حالت ہے جس کا نجس ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے

بے وضو ہونا، یا غسل کی حاجت ہونا، نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔

(۱۳۰) نجاستِ خفیفہ:۔

وہ ساری محسوس گندگیاں نجاستِ خفیفہ ہیں۔ جن کی پلیدی ذرا ہلکی ہے اور شریعت کی بعض دلیلوں سے ان کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے۔ اس لیئے شریعت میں ان کا حکم بھی ذرا ہلکا اور نرم ہے، مثلاً حرام پرندوں کی بیٹ۔

(۱۳۱) نجاستِ غلیظہ:۔

نجاستِ غلیظہ سے مراد وہ ساری گندگیاں ہیں جن کے نجس اور پلید ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، انسان بھی طبعی طور پر ان سے کراہت کرتا ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی ان کی ناپاکی ثابت ہے، مثلاً سور اور ان کی ہر چیز، اور انسان کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

(۱۳۲) نفل:۔

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہِ گاہ کیا ہو اور اکثر نہ کیا ہو، نفل کو مندوب، مستحب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

(۱۳۳) نفاس:۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے عضوِ مخصوص سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں اس خون کے آنے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔

(۱۳۴) نمازِ چاشت:۔

سورج اچھی طرح نکل آنے کے بعد سے قبل زوال تک کے وقت میں جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے اس کو چاشت کی نماز کہتے ہیں۔ چاشت کی

نماز مستحب ہے، چاشت کی نماز میں چار رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور چار سے زیادہ بھی۔

(۱۳۵) **نمازِ قصر:۔**

نمازِ قصر سے مراد سفر کی مختصر نماز ہے، مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں چار رکعت فرض کے بجائے صرف دو رکعت فرض پڑھے البتہ فجر اور مغرب کی نمازوں میں قصر نہ کرے۔

(۱۳۶) **نواقضِ وضو:۔**

نواقضِ وضو سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تفصیل صفحہ پر دیکھئے۔

و، ی

(۱۳۷) **وَاجب:۔**

واجب کا ادا کرنا فرض کی طرح ہر ایک کے لئے ضروری ہے جو شخص اس کو ہلکا اور غیر اہم سمجھ کر چھوڑے یا بغیر کسی عذر کے ترک کرے وہ فاسق گمراہ اور مستحقِ عذاب ہے، یہ سنتِ مؤکدہ سے زیادہ اہم اور ضروری ہے البتہ واجب کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۳۸) **وتر:۔**

نمازِ عشاء کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو وتر کہتے ہیں وتر کے معنی ہیں طاق، نمازِ وتر کو وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں، وتر کی نماز واجب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی انتہائی تاکید فرمائی ہے، تفصیل صفحہ پر دیکھئے۔

(۱۳۹) **وَدی:۔**

وہ گاڑھا پانی جو منی اور مذی کے اوقات کے علاوہ دوسرے

اوقات میں نکلتا ہے اور اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے، اس کو ودی کہتے ہیں۔

(۱۴۰) وطنِ اصلی:۔

وہ مقام جہاں مستقل طور پر انسان رہتا بستا ہے، اور اگر کسی وجہ سے وہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر اسی ارادے سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطنِ اصلی ہو جائے گا۔ اور پہلا مقام وطنِ اصلی نہ رہے گا۔

(۱۴۱) وطنِ اقامت:۔

وہ مقام جہاں آدمی پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے ارادے سے قیام کرے۔ پھر چاہے وہ پندرہ دن سے زیادہ رہے یا کم وہ مقام اس کا وطنِ اقامت کہلائے گا اور وطنِ اقامت میں قصر نہ کیا جائے گا۔

(۱۴۲) یائسہ:۔

وہ بوڑھی خاتون جس کو حیض آنا بند ہو جائے۔ اس کو یائسہ کہتے ہیں۔

(۱۴۳) یوم عرفہ:۔

ماہِ ذوالحجہ کی ۹ر تاریخ یعنی حج کے دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں اس دن حج کرنے والے میدانِ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔

(۱۴۴) یوم نحر:۔

ماہِ ذوالحجہ کی دس تاریخ جس دن سے قربانی شروع ہوتی ہے اس کو یوم نحر کہتے ہیں۔

كِتَابُ العقائد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ارکانِ اسلام

کوئی بھی عمارت ہو وہ کچھ بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہوتی ہے، اور اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک اس کے یہ ستون اور بنیادیں نہایت مضبوط اور مستحکم ہوں، ـــــــ اگر یہ ستون ہل رہے ہوں یا بودے اور کمزور ہوں تو عمارت بھی بودی اور کمزور ہوگی اور اگر سارے ستون جڑ سے ہی ہل جائیں اور بوسیدہ ہوکر گرنے لگیں تو عمارت قائم نہ رہ سکے گی اور دھڑام سے زمین پر آرہے گی۔ اسلام کی مثال بھی ایک عمارت کی طرح ہے۔ جو پانچ ستونوں پر قائم ہے، ان ستونوں کو ارکانِ اسلام کہتے ہیں۔ اسلامی عمارت کے یہ ارکان و ستون جس قدر مضبوط و مستحکم ہوں گے۔ اسلامی عمارت اسی قدر پائیدار ہوگی اور اگر خدانخواستہ یہ ارکان کمزور ہوجائیں، ان کی جڑیں ہل جائیں اور یہ گرنے لگیں تو اِسلام کی یہ عمارت بھی قائم نہ رہ سکے گی اور دھڑام سے زمین پر آرہے گی۔

اگر ہمیں اسلام عزیز ہے اور ہم اس عمارت کے سایے میں رہ کر سکون واطمینان کے ساتھ ایک خُدا کی بندگی کرنا چاہتے ہیں اور یہ پاکیزہ آرزو رکھتے ہیں کہ خُدا کے سارے ہی بندے اس عمارت کی پناہ میں

آکر کفر و شرک کے خطرات سے محفوظ ہوں، اور خدا کے پسندیدہ بندے بن کر زندگی گزاریں اور دین و دُنیا میں کامیاب ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ارکانِ اسلام کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں، ان کی پائیداری اور استحکام کا پورا اہتمام کریں، اور کسی وقت بھی ان کو کمزور نہ ہونے دیں، اس لیئے کہ اسلام کی یہ عظیم عمارت اسی وقت اپنی بیش بہا برکتوں کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔ جب اس کے یہ ستون اور ارکان مضبوط جمے ہوئے ہوں۔

اِسلام کے پانچ ارکان یہ ہیں :۔

(۱) کلمہ طیبہ یعنی کفر و شرک کے عقائد سے اجتناب اور اِسلامی عقائد پر ایمان۔

(۲) نماز کی اقامت۔

(۳) ادائے زکوٰۃ۔

(۴) رمضان کے روزے

(۵) بیت اللہ کا حج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ۔

"اِسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے"

- شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

"یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"

- وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ

"اور نماز کی اقامت"

- وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ۔

"اور ادائے زکوٰۃ۔"

- وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

"اور رمضان کے روزے۔"

- وَحَجِّ الْبَيْتِ۔ (متفق علیہ)

"اور بیت اللہ کا حج۔"

اسلامی عقائد و افکار

اعمالِ صالحہ کی بنیاد

اِسلام میں تمام عبادات اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔ ایمان کے بغیر نہ کوئی عبادت معتبر ہے اور نہ کوئی نیکی مقبول ہے اور نہ اسکے بغیر نجات ممکن ہے۔ کوئی عمل اپنی ظاہری شکل میں کیسا ہی نیک عمل معلوم ہو لیکن اس کی بنیاد اگر ایمان پر نہیں ہے تو خُدا کی نظر میں اسکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ قرآن نے اسی عمل کو عملِ صالح کہا ہے، جس کا حقیقی محرک ایمان ہو۔

"جو شخص بھی نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔"
(النحل : ۹۷)

"(اے رسولؐ!) ان سے کہیئے کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد کون لوگ ہیں، وہ لوگ ہیں جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کی زندگی میں راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہم نیکی کے کام کرتے ہیں ـــــ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اِس لیئے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔ قیامت کے روز انکی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ (کہف : ۱۰۳ - ۱۰۵)

ایمان کا مطلب

ایمان کا مطلب ہے کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے مفہوم کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا۔

کلمہ طیبہ یہ ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"

کلمہ شہادت یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پر ایمان لاکر جن باتوں کا اجمالی طور پر اقرار کیا جاتا ہے ان کو اسلامی عقائد کہتے ہیں۔

اسلامی عقائد چھے ہیں:

(۱) خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔
(۲) تقدیر پر ایمان لانا۔
(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔
(۴) رسولوں پر ایمان لانا (اور ختم نبوت پر یقین رکھنا)
(۵) آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔
(۶) آخرت پر ایمان لانا۔

یہ چھ عقیدے دراصل ایمان کے چھ اجزاء ہیں۔ ان میں باہم بڑا گہرا اور لازمی تعلق ہے، کسی ایک کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ سب کو مانا جائے اور کسی ایک کا انکار کرنا گویا سب کا انکار کرنا ہے ـــــ

ایمان کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ ان سب عقیدوں کو دل سے مانا جائے جو شخص ان میں سے کسی ایک عقیدے کا بھی انکار کر دے وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اور اسی طرح وہ شخص بھی مومن نہیں ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے ان چھ عقیدوں کے علاوہ اپنی طرف سے کسی نئے عقیدے کو ایمان کا جز قرار دے، اور ایمان لانے کے لیئے اس کو ماننا ضروری سمجھے۔

خُدا کی ذات وصفات پر ایمان

(۱) یہ وسیع وعریض کائنات جس میں بے حساب کرے ہیں، نہ جانے کتنی ہی ایسی زمینیں ہیں، مختلف نظام ہیں، جن کی وسعتوں کا اندازہ لگانے سے عقل قاصر ہے، یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں، مادے کے برسہا برس کے طبعی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ خُدا نے اس کو اپنے ارادے اور حکم سے اپنے خاص منصوبے کے تحت بنایا ہے وہی اس کا حقیقی مالک ہے وہی اپنی قدرت اور اختیار سے اس کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جب تک چاہے گا، قائم رکھے گا۔

(۲) کائنات کی ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکے پیدا کیے بغیر خود بخود وجود میں آگئی ہو، ہر چیز اپنے موجود ہونے اور باقی رہنے میں اسی کی محتاج ہے۔ وہی سب کا پروردگار ہے، وہ جس کو چاہے باقی رکھے اور جس کو چاہے فنا کر دے، ہر چیز کا وجود اسی کی توجہ اور ارادے کا محتاج ہے۔

(۳) خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ زندۂ جاوید ہے کبھی فنا نہ ہوگا۔

(۴) خدا اکیلا ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کے ارادے اور فیصلے کو ٹالنے والا نہیں۔

نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ بیوی بچے۔ نہ اس کا کوئی کنبہ ہے اور نہ برادری۔

(۵) خدا یکتا ہے۔ اس کی ذات وصفات، حقوق و اختیارات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ وہ خود بخود موجود ہے، بے نیاز ہے اپنے حقوق و اختیارات میں یا ذات وصفات میں ہرگز کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔

(۶) کوئی چیز خدا کی قدرت سے باہر نہیں، کسی ایسے کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جس کے کرنے سے وہ عاجز ہو، مجبوری، معذوری اور ہر نقص و عیب سے اس کی ذات بالکل پاک ہے۔ اس کی ذات تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ سارے پاکیزہ نام اور تمام برتر صفات اسی کے لئے ہیں نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ وہ سرتاسر پاک اور ہر نقص سے سلامت ہے۔

(۷) خدا ہی ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے، وہی اقتدار کا سرچشمہ ہے۔ کائنات میں صرف اسی کا حکم چل رہا ہے، نہ وہ اپنے اقتدار میں کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کے سوا کسی کے پاس ذرہ بھر اقتدار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی بازپرس کرنے والا نہیں۔

(۸) خدا ہی قوت کا اصل منبع اور مرکز ہے، اس کے سامنے ساری قوتیں ہیچ ہیں، کائنات میں کسی کی مجال نہیں جو اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر حرکت کر سکے یا اس کے حکم کے خلاف دم مار سکے چاہے وہ انسان ہوں یا فرشتے، جنات ہوں یا کوئی دوسری طاقتور مخلوق، کائنات کا کوئی بڑے سے بڑا سیارہ ہو یا دوسری توانائیاں، وہ توانائیاں بھی جو ہمارے علم میں آچکی ہیں اور وہ بھی جو آئندہ کبھی ہمارے علم میں آئیں ——— یہ ساری طاقتیں اس کے بے حد وحساب قوتوں کے سامنے

پہنچ رہیں۔

(۹) خُدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے، ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ نہ زمین کی تاریک تہوں میں، نہ آسمان کی انتہاہ فضاؤں میں، وہ غیب کا جاننے والا ہے وہ انسان کی نیت وارادہ، خیالات و جذبات اور تمام پوشیدہ بھیدوں سے پوری طرح واقف ہے، وہ اپنے بندوں کی رگِ جان سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، وہ اگلی پچھلی ساری باتوں کا یقینی علم رکھتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتّا اور زمین کے تاریک پردوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ ایسا نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔

(۱۰) موت اور زندگی اسی کے اختیار میں ہے، جس کو چاہے زندگی بخشے اور جس کو چاہے موت دے، جس کو وہ مارنا چاہے اسکو کوئی جلا نہیں سکتا اور جس کو وہ زندہ رکھنا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔

(۱۱) ہر چیز کا خزانہ خُدا ہی کے پاس ہے وہ جس کو محروم کردے اس کو کوئی دے نہیں سکتا اور جس کو دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اولاد دینا نہ دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ جس کو چاہے لڑکیاں دے اور جس کو چاہے لڑکے دے، جس کو چاہے دونوں سے نوازے اور جس کو چاہے دونوں سے محروم کردے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

(۱۲) نفع و نقصان پہنچانا تنہا خدا ہی کے اختیار میں ہے، وہ جس کو کسی مصیبت یا نقصان میں مبتلا کرنا چاہے تو اس مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر وہ کوئی نفع اور بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، خُدا کے سوا نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔

(۱۳) خدا ہی سب کو روزی دینے والا ہے، رزق کے خزانے اسی کے قبضے میں ہیں، وہ اپنی تمام مخلوقات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور سب کو روزی پہنچا رہا ہے، روزی میں تنگی فراخی اسی کی طرف سے ہے، اور جتنا جس کے لیئے مقدر کر دیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ نہ اس سے زیادہ کوئی کسی کو دے سکتا ہے اور نہ مقدر کیا ہوا روک سکتا ہے۔

(۱۴) خُدا عادل اور منصف ہے، علیم و حکیم ہے، ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرماتا ہے۔ کسی مستحق کا اجر نہیں مارتا۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ اس کے انصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ نیک اور بد یکساں ہو جائیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔ وہ نہ کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دے گا اور نہ کسی نیکوکار کو اجر و انعام سے محروم کرے گا، جو فیصلہ کرے گا علم و حکمت اور عدل و انصاف کی بنیاد پر کرے گا۔

(۱۵) خُدا اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھتا ہے، گناہوں کو معاف فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، وہ اپنے بندوں پر برابر رحم کرتا رہتا ہے، مومن کو کبھی اس کی رحمت و مغفرت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۶) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس سے محبت کی جائے، اس کی رضا حاصل کی جائے۔ اس کے سوا جس سے بھی محبت ہو اسی کی خاطر ہو، اور اس کی محبت ساری محبتوں پر غالب رہے۔

(۱۷) خُدا ہی ہماری شکر گزاریوں کا مستحق ہے، وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اس کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی بندوں کی شکر گزاری کا، وہی اس لائق ہے کہ اس کے حضور قیام کیا جائے،

سجدہ کیا جائے، دُعائیں مانگی جائیں اور اسی کے سامنے اپنی عاجزی اور احتیاج کا اظہار کیا جائے۔

(۱۸) خدا ہی حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اس کے قانون کو مانا جائے۔ اور اس کی شریعت کی غیر مشروط اطاعت کی جائے حلال و حرام کا قانون دینا خدا ہی کا حق ہے اور اس حق میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

(۱۹) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے، اس سے اُمیدیں وابستہ کی جائیں، اسی سے ہر معاملے میں مدد مانگی جائے اور اسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور حامی و ناصر سمجھا جائے۔ اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ اور اسی کا سہارا پکڑا جائے۔

(۲۰) خدا ہی سے ہدایت طلب کی جائے۔ ہدایت دینا صرف اسی کا کام ہے۔ وہ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو ہدایت سے محروم کر دے۔ اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

(۲۱) کفر و الحاد، شرک و بدعت دونوں جہان کی تباہی ہے، خدا کی زمین پر بدترین لوگ وہ ہیں۔ جو اس کے وجود کا انکار کریں، اس کے دین کو نہ مانیں، اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں اور اس کی بندگی کرنے کے بجائے اپنے نفس اور خواہشات کی اطاعت کریں۔

(۲۲) کفر کی حالت میں مرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور سارے ہی انسانوں کی لعنت ہے۔

(۲۳) کفر و شرک کا انجام خُدا کی ناراضی، ہمیشہ کا عذاب اور دائمی رسوائی ہے۔

۲۴ شرک سراسر جھوٹ اور سب سے ظلم ہے، سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں، لیکن شرک کو خدا ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ۔

"اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے جو گناہ چاہے گا بخش دے گا۔"

تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان درحقیقت خدا کی ذات وصفات پر ایمان ہی کا ایک اہم جز ہے اور قرآن مجید میں اسی حیثیت سے اس کا ذکر کیا گیا ہے البتہ احادیث رسولؐ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اسکو یک مستقل عقیدے کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔

تقدیر پر ایمان کا مطلب دراصل یہ ہے کہ کائنات میں جو خیر وشر بھی ہے یا آئندہ ہونے والا ہے، وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اس کے علم میں ہے کوئی ذرۂ خیر وشر اس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، انسان دنیا میں آکر بھلائیاں یا برائیاں اختیار کرنے والا ہے، سب کچھ اسی کی پیدائش سے پہلے ہی خدا کے علم میں ہے، کائنات میں نہ کوئی ذرہ اس کی مرضی کے بغیر حرکت کر سکتا ہے اور نہ کسی ذرے کی حرکت اس کے علم سے باہر ہے، خدا نے جس کے لیے جو کچھ لکھ دیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کو اس لکھے ہوئے سے محروم نہیں کر سکتی اور جس کو جس چیز سے محروم کر دیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کو وہ چیز دے نہیں سکتی، اچھی یا بری تقدیر

کا بنانے والا وہی ہے اور انسان کی سعادت و شقاوت کا فیصلہ وہ پہلے ہی کر چکا ہے اور وہ اس کے علم میں ہے[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ[2]

"اللہ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی ہیں۔ اور فرمایا، اور اس کا عرش پانی پر تھا۔"

فرشتوں پر ایمان

(۱) فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک فرمانبردار مخلوق ہیں، یہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت،

---

[1] دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمانے کے لیے اپنے محدود دائرے میں اچھا یا برا عمل کرنے کا جو اختیار دیا ہے، خدا کے علیم و خبیر ہونے سے اس اختیار پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان برابر نیک عمل کرتا رہے اور احکامِ دین کی پیروی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ تقدیر کے مسئلہ میں اُلجھنے اور زیادہ کُرید کرنے سے پرہیز کرے، صرف اتنی بات پیشِ نظر رکھے کہ خُدا نے نیک عمل کرنے والے مومنوں کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے اور بُرا عمل کرنے والے کافروں کے لیے جہنم، پس اگر ایمان لاکر نیک عمل کروں گا، تو جنت کا مستحق بنوں گا اور اگر کافر رہ کر برے عمل کروں گا تو جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا۔

[2] مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر بحوالہ مسلم عن عبداللہ بن عمرو۔

ان کو اللہ نے مختلف کاموں پر مقرر فرمایا ہے، بس یہ انہیں کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

(۲) فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے نہ ان کا خدا کی خدائی میں کوئی دخل ہے، وہ خدا کی بے اختیار رعیت ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کو جو حکم ملتا ہے بے چون و چرا اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں، ان کی مجال نہیں کہ خدا کے حکموں میں دم مار سکیں۔

(۳) فرشتے ہر وقت خدا کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ خدا کے کسی حکم سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ کبھی اس کی حمد و تسبیح سے اکتاتے ہیں، شب و روز خدا کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ ذرا دم نہیں لیتے۔

(۴) فرشتے ہر وقت خدا کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں اور کبھی خدا کی نافرمانی یا اس سے بغاوت کا تصور نہیں کرتے۔

(۵) فرشتوں کو جن جن کاموں پر اللہ نے مامور کر رکھا ہے ان کو پوری دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ نہ کبھی اپنے فرائض میں سستی اور غفلت کرتے ہیں اور نہ کبھی کام چوری اور خیانت کرتے ہیں۔

(۶) فرشتوں کی صحیح گنتی خدا ہی کو معلوم ہے، البتہ چار فرشتے بڑے ہی مقرب اور مشہور ہیں:

۱۔ حضرت "جبرائیل" علیہ السلام یہ خدا کی کتابیں اور اسکے احکام و پیغام انبیاءؑ کے پاس لاتے تھے۔ اب ان کا یہ کام ختم ہو گیا۔ اسلئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔

۲۔ حضرت "اسرافیل" علیہ السلام، یہ قیامت کے روز صور پھونکیں گے۔

۳۔ حضرت "میکائیل" علیہ السلام، یہ بارش کا انتظام کرنے اور

مخلوق خدا کو روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

۴۔ حضرت "عزرائیل علیہ السلام یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

(۷) دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک انسان کے اچھے اعمال لکھتا ہے اور دوسرا، برے اعمال لکھتا ہے۔ ان کو "کراماً کاتبین" کہتے ہیں۔

(۸) کچھ فرشتے انسان کے مرجانے کے بعد قبر میں اس سے سوال کرتے ہیں۔ ہر انسان کی قبر میں دو فرشتے سوال کرنے آتے ہیں۔ ان کو "منکر نکیر" کہتے ہیں۔

رسولوں پر ایمان

(۱) خدا نے اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیئے جو انتظام کیا ہے اس کو "رسالت" کہتے ہیں اور خدا کے احکام پہنچانے والے برگزیدہ بندوں کو رسول، نبی، یا پیغمبر کہتے ہیں۔

(۲) رسول، خدا کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچاتے ہیں، کبھی خیانت نہیں کرتے، نہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور نہ کچھ چھپاتے ہیں، خُدا کی طرف سے اُن پر جو وحی ہوتی ہے، اس کو بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

(۳) رسالت وہبی چیز ہے یعنی خدا جس کو چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے۔ اس منصب کو حاصل کرنے میں انسان کے اپنے ارادے اور کوشش کو کوئی دخل نہیں، رسالت خُدا کا خصوصی عطیہ ہے وہی جانتا ہے کہ یہ عظیم خدمت کس سے لے اور کس طرح لے۔

(۴) رسول انسان ہوتے ہیں، فرشتے، جن یا کوئی اور مخلوق نہیں

ہوتے، اور نہ ان کا خدائی میں کوئی دخل ہوتا ہے۔ ان کا امتیاز صرف یہ ہے کہ خدا ان کو اپنی ترجمانی اور فریضۂ رسالت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے اور ان کے پاس اپنی وحی بھیجتا ہے۔

(۵) رسول جو دین پیش کرتے ہیں۔ خود بھی اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی دعوت کا کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا یہ مقام نہیں کہ دوسروں کو دین کی اطاعت کا حکم دیں اور خود کو اطاعت سے بالاتر رکھیں۔

(۶) رسول ہر دور میں آئے۔ ہر قوم میں آئے۔ ہر ملک میں آئے مسلمان تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں کسی کا انکار نہیں کرتے، جن پیغمبروں کے تذکرے قرآن و حدیث میں آئے ہیں۔ ان پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ البتہ جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے ان کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں نہ ان کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جس سے ان کی بے حرمتی ہو۔

(۷) سارے انبیاءؑ کی دعوت ایک تھی۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے، سب ایک ہی گروہ کے لوگ تھے اور ایک ہی پیغام لائے۔

(۸) نبی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت کی جائے۔ محض زبان سے اعترافِ نبوت کے کوئی معنی نہیں، اگر نبی کی کامل پیروی نہ کی جائے۔

(۹) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رہتی دنیا تک کے لیے اور سارے عالم کے لیے ہے، خدا کے یہاں وہی لوگ نجات پائیں گے

جو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی پیروی میں زندگی گزاریں۔

(۱۰) ہمارے لیے زندگی کے ہر معاملہ میں مکمل نمونہ صرف رسولؐ کی ذاتِ پاک ہے، دین میں آپؐ کا فرمان ہی فیصلہ کُن ہے۔ مسلمان کا کام یہ ہے جس کام کا حکم آپؐ کے یہاں سے ملے دل وجان سے اُسے بجالائے۔ اور جس بات کی ممانعت ملے اس سے باز آجائے، غرض آپؐ کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔

(۱۱) رسول کی اطاعت حقیقت میں خدا کی اطاعت ہے، اور رسول کی نافرمانی خُدا کی نافرمانی ہے، رسول کی اطاعت خُدا سے محبت کا تقاضا ہے، ایمان کی کسوٹی ہے اور آپؐ کے احکام سے سرتابی نفاق کی علامت ہے۔

(۱۲) رسول کی عظمت و عزت اور ادب و احترام ایمان کی علامت ہے اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے تمام اعمال اکارت ہیں[۱] مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسولؐ کو نہ صرف اپنے ماں باپ، اولاد اور عزیز و اقارب سے زیادہ عزیز رکھیں بلکہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[۲]

"نبی مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں۔"

رسالت پر ایمان کا واضح تقاضا ہے کہ مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجیں اور خُدا سے اُن کے لیے دُعا کریں[۳]

---

[۱] الحجرات : ۲

[۲] الاحزاب : ۶

[۳] الاحزاب : ۵۶

آسمانی کتابوں پر ایمان

(۱) اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں۔ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے دین کی باتیں بتائیں اور زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ بتایا۔ پیغمبروں نے ان کتابوں کا مفہوم خوب کھول کر سمجھایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔

(۲) تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اس لیے کہ ان سب کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک تھی یعنی یہ کہ ایک خُدا کی بندگی کرو اور کفر و شرک سے بچے رہو۔

(۳) آسمانی کتابوں میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ جو چار مشہور پیغمبروں پر نازل ہوئیں:

۱۔ تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
۲۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
۴۔ قرآن مجید جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۴) آسمانی کتابوں میں آج صرف قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف محفوظ ہے، اور قیامت تک محفوظ رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے[1] اگر کچھ ظالم لوگ اس کے سارے نسخے (توبہ توبہ) جلا بھی ڈالیں تب بھی یہ محفوظ رہے گا۔ اس لیے کہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں کروڑوں لوگ ہیں جن کے سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہے۔

(۵) باقی تین آسمانی کتابیں بہت کچھ بدل ڈالی گئیں، ان میں سے

---

[1] الحجر: ۹

کوئی بھی آج اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے، اوّل تو یہ کتابیں ان پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بہت عرصے بعد مرتب کی گئیں۔ دوسرے یہ کہ گمراہ لوگوں نے ان کی تعلیمات میں بہت سی وہ باتیں داخل کردیں، جو دین کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں اور بہت سی ایسی باتیں حذف کردیں جو ان کے مطلب کے خلاف تھیں۔ اس لیے آج خدا کے اصل دین کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا ایک ہی محفوظ، مستند اور مقبول ذریعہ ہے، یعنی قرآنِ مجید، اس کا انکار کرکے یا اس سے بے نیاز ہوکر کوئی بھی خدا کے سچے دین کی پیروی نہیں کرسکتا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ اس پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔

(۶) قرآن پاک میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں۔ پیغمبر کا کام بھی صرف یہ تھا کہ وہ ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کریں، قرآنِ مجید سے من مانی باتیں نکالنا اور تاویلیں کرکرکے اس کی آیتوں کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا انتہائی بے دینی کی بات ہے۔

(۷) قرآن میں انسانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، زندگی کا کوئی انفرادی یا اجتماعی معاملہ ایسا نہیں ہے، جس کے لیے قرآن نے واضح ہدایات نہ دی ہوں، اس لیے زندگی کے کسی شعبے میں بھی اس سے بے نیاز ہونا اور اس کے دیئے ہوئے اصولوں کے مقابلے میں دوسرے اصولوں کے مطابق زندگی کی تعمیر کرنا گمراہی اور قرآن مجید سے بغاوت ہے۔

آخرت پر ایمان

(۱) زندگی بس یہی دنیا کی زندگی نہیں ہے، بلکہ موت سے جی اٹھنے کے بعد ایک دوسری زندگی شروع ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور

پھر کبھی کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ زندگی اپنے اپنے اعمال کے مطابق یا نہایت عیش و آرام کی زندگی ہوگی یا انتہائی دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی ہوگی اس عقیدہ کو عقیدۂ آخرت کہتے ہیں۔

(۲) مرنے کے بعد قبر میں ہر مُردے کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور یہ فرشتے آکر پوچھتے ہیں :

- بتاؤ تمہارا رب کون ہے ؟
- بتاؤ تمہارا دین کیا ہے ؟
- اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں ؟ —— یہ آخرت کے امتحان کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳) ایک دن صُور پھونکا جائے گا تو یہ ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔ زمین ہولناک زلزلے سے لرز اٹھے گی، سُورج اور چاند ٹکرا جائیں گے۔ تارے ٹوٹ کر بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ زمین و آسمان کے سارے جاندار مر جائیں گے اور پورا عالم مر مٹ کر فنا ہو جائے گا۔

(۴) پھر خدا کے حکم سے دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ اور سارے مرے ہوئے انسان جی اُٹھیں گے ایک نیا عالم قائم ہوگا۔ سارے انسانوں کو زندگی ملے گی۔ یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی، یہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ لوگوں کے دل خوف اور دہشت سے لرز رہے ہوں گے نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ہر ایک اپنے انجام کا منتظر ہوگا۔

(۵) سارے انسان خُدا کے حضور حشر کے میدان میں جمع ہونگے خدا تختِ عدالت پر جلوہ افروز ہوگا۔ اس دن تنہا اسی کی حکومت ہوگی[1] کسی

---

[1] المومن : ۱۶، الفرقان : ۲۶

کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو لب ہلانے کی ہمت نہ ہوگی، خدا ہر ایک سے الگ الگ پوری زندگی کا حساب لے گا۔ خدا اپنے علم، حکمت اور انصاف کی بنیاد پر ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا۔ ہر ایک کے کیے کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔

(۶) نیک لوگوں کو ان کے دائیں ہاتھ میں نامۂ عمل دیا جائے گا اور مجرموں کو ان کے بائیں ہاتھ میں نامۂ عمل تھمایا جائے گا۔ نیک لوگ فلاح و کامرانی پائیں گے اور برے لوگ ناکام و نامراد ہونگے کامیاب ہونے والوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور ناکام ہونے والوں کے چہرے غم سے جھلس رہے ہوں گے۔ نیک لوگ جنت میں عیش و سکون پائیں گے اور باغی لوگ جہنم کے دہکتے انگاروں میں ڈال دیے جائیں گے۔ جنت والوں سے خدا راضی اور خوش ہوگا اور جہنم والوں پر غضبناک ہوگا۔

(۷) اس دن کا فیصلہ بے لاگ اور اٹل ہوگا۔ نہ کوئی اس فیصلے کو ٹال سکے گا نہ کوئی جھوٹ بول کر یا بہانہ بنا کر خدا کو دھوکا دے سکے گا۔ نہ کوئی ولی اور پیغمبر کسی کی غلط سفارش کر سکے گا، شفاعت کے لیے صرف وہی شخص زبان کھول سکے گا جس کو خدا اجازت دے گا اور صرف اسی کی شفاعت کر سکے گا جس کے لیے شفاعت کرنے کی خدا اجازت دے گا۔ نہ کسی کو یہ موقع ہوگا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور نیک کام کر کے اپنی آخرت کو کامیاب بنا لے۔ اور نہ کسی کی گریہ وزاری اس کو عذاب سے بچا سکے گی۔

(۸) ہر انسان کے اعمال محفوظ ہو رہے ہیں، ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ خدا کے فرشتے اسے نوٹ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی زبان سے

کوئی لفظ نکالتے ہی ہیں کہ فرشتہ اسے مستعدی کے ساتھ نوٹ کر لیتا ہے[1]

(۹) انسان کا کوئی عمل اس دن خدا کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے گا۔ خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو پھر کسی چٹان کے سینے میں مخفی ہو، یا آسمان کی پہنائیوں میں ہو یا زمین کی تہ بہ تہ تاریکیوں میں، جہاں بھی ہو ـــــ اس دن خدا اس کو لا حاضر کرے گا۔ اور ہر انسان اس دن خدا کے حضور بے نقاب ہو گا[2]

(۱۰) جنت میں مومنوں کو ایسی بے مثال اور لازوال نعمتیں دی جائیں گی کہ جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھی نہ ہوں گی۔ کسی کان نے کبھی سُنی نہ ہوں گی اور کسی دل میں کبھی ان کا خیال نہ آیا ہو گا۔ جدھر جائیں گے سلام ہی سلام کی صدا ہو گی ـــــ اور پھر کبھی وہ اس عیش و سکون اور عزت و عظمت سے محروم نہ کیے جائیں گے اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ خدا انکو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ اور کہے گا:

"میرے بندو! میں تمہیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہوں
اَب میں کبھی تم سے خفا نہ ہوں گا"

(۱۱) خُدا کے باغی جہنم میں ڈالے جائیں گے جس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ آگ ان کو گھیرے گی اور پھر وہ اس میں سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ نہ وہ مریں گے کہ عذاب سے نجات پالیں اور نہ وہ زندہ ہی ہوں گے کہ زندگی کا لطف اُٹھا سکیں۔ گھبرا گھبرا کر موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہ آئے گی ـــــ یہ آگ غصے سے پھٹی پڑتی ہو گی اور

---

[1] قٓ: ۱۸۔
[2] لقمٰن: ۱۶۔

کبھی نہ بجھے گی۔ پیاس کی شدت میں جب وہ چلائیں گے تو ان کو پگھلی ہوئی دھات دی جائے گی جو منہ کو بھون ڈالے گی۔ یا کچلہو دیا جائے گا جو حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ ان کی گردنوں میں بھاری طوق ہوں گے۔ ان کو کول تار اور آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور کھانے کے لئے بیتاب ہوں گے تو خاردار جھاڑیوں سے ان کی تواضع کی جائے گی اور خدا ان پر سخت غضبناک ہوگا۔

(۱۲) کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں، اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔ البتہ رسولؐ نے وہ کام کھول کھول کر بتا دیئے ہیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں۔ اور وہ کام بھی کھول کھول کر بتا دیئے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ دنیا میں ہم کسی کو یقینی طور پر جنتی نہیں کہہ سکتے سوائے ان کے جن کو رسولؐ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، ہاں اچھی نشانیاں دیکھ کر خدا کی رحمت کی اُمید ضرور رکھتے ہیں۔

(۱۳) خدا جس گناہ کو چاہے گا معاف فرما دے گا۔ البتہ کفر و شرک کے بارے میں قرآن نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ خدا ان گناہوں کو معاف نہ فرمائے گا۔

(۱۴) آدمی زندگی بھر میں جس وقت بھی ایمان لے آئے یا گناہوں سے توبہ کر لے۔ اس کا ایمان اور توبہ خدا کے یہاں مقبول ہے البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگیں تو اس وقت نہ کسی کا ایمان قبول ہوتا ہے اور نہ کسی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

غیر اسلامی عقائد و خیالات

مسلمان ہونے کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی عقائد و افکار سے پوری طرح واقف ہو تاکہ ان پر شعوری ایمان لاکر اپنی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے کے لیے ان کو بنیاد بنائے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اُن غیر اسلامی عقائد و خیالات سے بھی بخوبی واقف ہو جو ایمان و اسلام کے خلاف ہیں۔ اور جن سے اپنے ذہن و قلب کو پاک رکھے بغیر کسی مسلمان کے اسلام کے تقاضے پورے کرنا اور صحیح اسلامی زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ نیچے مختصر طور پر ان غیر اسلامی عقائد و خیالات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان شعور کے ساتھ اپنی زندگی کو ان سے پاک رکھیں۔

(۱) کافرانہ افکار و اعمال کو پسند کرنا، ان کو فخریہ اختیار کرنا اور دوسروں کو اختیار کرنے کی ترغیب دینا، سراسر ایمان کے خلاف ہے، اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۲) دینی اعمال اور دینی شعائر کی تحقیر کرنا، ان کا مذاق اڑانا اور نفرت آمیز انداز میں ان کا تذکرہ کرنا، نہایت ہی شرمناک قسم کی بے دینی اور منافقت ہے، اور اس طرح کی باتوں کو برداشت کرنا، اور زبان و عمل سے ناگواری کا اظہار نہ کرنا، خدا اور رسول کی ناقدری بھی ہے دین سے بے وفائی بھی اور تشویشناک حد تک ایمان کی کمزوری بھی۔

(۳) خدا اور رسول کے احکام معلوم ہونے کے باوجود باپ دادا

کی روایات، اور سوسائٹی کے رسم ورواج کی پابندی پہ اصرار کرنا اور خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل میں اپنی ذلت سمجھنا اور یہ کہنا کہ ناک کٹ جائے گی۔ سراسر غیر اسلامی طرزِ فکر ہے جو ایمان سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

(۴) خدا اور رسول کے احکام میں من مانی تاویلیں کرنا اور توڑ موڑ کر ان کو اپنے مطلب کے مطابق بنانا اور ان کی تعمیل سے بچنے کی راہیں سوچنا سراسر منافقانہ طرزِ فکر ہے۔

(۵) خدا اور رسول کے احکام پر تنقید کرنا، ان میں عیب نکالنا ان کو مصلحتِ وقت کے خلاف سمجھنا، اور یہ کہنا کہ آج کے دور میں ان پر عمل تاریک خیالی اور تنگ نظری ہے، انتہائی غلط اندازِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۶) کافروں کو حلال وحرام کی قیود سے بے نیاز ہو کر دولت سمیٹتے دادِ عیش دیتے اور چہل پہل کی زندگی گزارتے دیکھ کر اپنے ایمان پہ پشیمان ہونا، اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم بھی مسلمان نہ ہوتے اور یہ شرعی پابندیاں نہ ہوتیں تو ہم بھی خوب بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارتے اور دُنیا سے فائدہ اُٹھاتے، قطعاً غیر اسلامی فکر ہے، جس سے اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔

(۷) شریعت کی پابندیوں کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا اور گھر کی خواتین کو زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ دیکھنے کی خواہش کرنا اور اس پہ فخر کرنا، اور گھر کی شریف زادیوں کو غیر مردوں سے ہاتھ ملاتے، بے تکلف باتیں کرتے، اور دوستانہ تعلقات قائم کرتے دیکھ کر فخر کرنا، اور اس کو ترقی سمجھنا، شرمناک قسم کی بے دینی اور بے غیرتی ہے۔ جس کو ایمانی غیرت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔

(۸) دینی تعلیمات و احکامات جاننے سے غفلت اور بے نیازی

برتنا اور اپنی جہالت پر نہ صرف مطمئن ہونا بلکہ اپنی بے عملی کے لیئے اس کو وجہِ جواز بنانا انتہائی متکبرانہ طرزِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۹) خدا کے سوا کسی اور کو نفع و نقصان، عزت و ذلت، یا ترقی و تنزل کا مختار سمجھنا عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔

(۱۰) خدا کے سوا کسی اور سے خوف رکھنا، کسی پر توکل کرنا، اور کسی سے امیدیں وابستہ کرنا، اور کسی کو زندگی کے بنانے یا بگاڑنے میں حقیقی عامل سمجھنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۱) خدا کے سوا کسی کو ولی و کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور کسی کو اپنی حمایت، مدد اور فریاد رسی کے لیئے پکارنا عقیدۂ توحید کی ضد ہے۔

(۱۲) غیب کی خبریں پوچھنا یا بتانا اور ان پر یقین کرنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۳) خدا کے سوا کسی کو حاضر و ناظر جاننا اور یہ سمجھنا کہ اسکو ہمارے کھلے چھپے سب کی خبر ہے، غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

(۱۴) خُدا کے سوا کسی سے مُرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا، کسی کے نام پر بچے کے ناک کان چھیدنا یا چوٹی رکھنا یا کسی کے نام پر منّت مانگنا خدا کی ناقدری اور مشرکانہ طرزِ فکر ہے۔

(۱۵) کسی کے نام پر جانور چھوڑنا، کسی کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا، بچے کے جینے کے ٹونے ٹوٹکے کرنا، اور بچوں کو خطرات سے بچانے کے لیئے ان کے سرہانے ہتھیار رکھنا اور بچے کی زندگی کے لیئے خُدا کے سوا کسی اور طاقت سے خطرہ محسوس کرنا سراسر مشرکانہ طرزِ فکر و عمل ہے، جس کا عقیدۂ توحید سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۱۶) نکاح، طلاق، بچے کی پیدائش یا دوسرے مواقع پر کسی ایسے

فعل کو ضروری سمجھنا جس کو اسلام نے ضروری قرار نہ دیا ہو، یہ بھی غیر اسلامی فکر ہے۔

(۱۷) اولاد کی بیماری یا موت یا کسی اور عزیز کی موت پر خدا سے شکایت کرنا، گستاخی کے کلمات زبان پہ لانا اور خدا سے بدگمان ہونا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۸) غیر معمولی مصائب و آلام میں مبتلا ہو کر اور پے در پے حادثوں سے دوچار ہو کر خدا کے رحم و کرم کا انکار کرنا، اس کو (توبہ توبہ) ظالم اور بے رحم ٹھیرانا، اور اس سے مایوس ہونا، کافرانہ طرزِ فکر ہے جو ایمانی جذبات کے سراسر منافی ہے۔ اس طرح کے وسوسے جب دل کو گھیریں تو فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔

(۱۹) کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، سجدہ کرنا، یا جھکنا شرک ہے۔

(۲۰) مزارات کو چومنا چاٹنا، ان کے سامنے، دست بستہ کھڑا ہونا ان پہ پیشانی رگڑنا اور اسی طرح کے دوسرے مراسم ادا کرنا، عقیدۂ توحید کی توہین ہے۔

(۲۱) کسی پیر بزرگ کی تصویر برکت کے لیئے رکھنا، اس پہ ہار پھول چڑھانا اور اس کی تعظیم کرنا سراسر شرک ہے۔

(۲۲) خدا کے سوا کسی اور کی پناہ ڈھونڈھنا، اس سے دعائیں مانگنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بگڑی بنانے والا ہے۔ عقیدۂ توحید کے خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔

(۲۳) کسی کے حکم کو خدا اور رسولؐ کے حکم کے برابر سمجھنا یا اس پہ مقدم رکھنا، کسی کو شرعی احکام میں کمی بیشی کا حقدار سمجھنا، کسی کو شرعی پابندیوں سے بالاتر سمجھنا، یا کسی کا یہ حق سمجھنا کہ وہ شرعی احکام کو معاف کر سکتا ہے؛

سراسر مشرکانہ خیالات ہیں۔

(۲۴) کسی کے مکان یا قبر کا طواف کرنا یا کسی مقام کو کعبہ کے برابر سمجھ کر اسی طرح اس کا احترام اور تعظیم کرنا غیر اسلامی طرزِ عمل ہے۔

(۲۵) علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ قسم کے نام رکھنا اور یا غوث المدد، یا علی المدد قسم کے نعرے لگانا عقیدۂ توحید کے خلاف ہے

(۲۶) خدا کے مقابلے میں کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کو حق سمجھنا، اس کی پابندی کو اپنے لیے واجب جاننا اور اس کے قیام و بقاء کے لیے جدوجہد کرنا اور مددگار ہونا، ایمان و اسلام کے سراسر خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔

(۲۷) آخرت میں اپنی نجات کے لیے ایمان و عمل کے بجائے کسی ولی اور بزرگ سے نسبت اور تعلق کو کافی سمجھنا اور یہ ماننا کہ ان کی سفارش سے خدا کا فیصلہ ٹل سکتا ہے یا ان کا خدا پر زور ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کرا سکتے ہیں، غیر اسلامی عقیدہ ہے جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنا چاہیئے۔

(۲۸) بندے کو مجبورِ محض ماننا اور یہ سمجھنا کہ بندے کو نیکی یا برائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں، برائی یا بھلائی خدا کرتا ہے اور بندہ اس کے کرنے پر مجبور ہے، غیر اسلامی خیال و عقیدہ ہے جس کے ہوتے عقیدۂ آخرت کو ماننے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔

(۲۹) بندے کو ہر فعل پہ پوری طرح قادر ماننا اور یہ سمجھنا کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں خدا کی مشیت اور ارادے کو کوئی دخل نہیں، انسان کو ہر فعل کے کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ یہ بھی غیر اسلامی فکر و عقیدہ ہے جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔

(۳۰) پیغمبروں کو گناہوں سے پاک نہ سمجھنا، اور ان کی طرف کسی برائی یا

خواہش پرستی کی نسبت کرنا یا ان کو آسمانی کتابوں کا مصنف ماننا سَراسَر غیر اسلامی عقائد و خیالات ہیں۔

(۳۱) صحابہ کرام کی تنقیص کرنا، ان کے عیب نکالنا، ان کے رُتبے کو گھٹانا اور ان کا احترام نہ کرنا قطعاً غیر اسلامی فکر و خیال ہے۔ جس سے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔

(۳۲) خُدا اور رسولؐ نے دین کی ساری باتیں خوب کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔ اب کشف و الہام کے ذریعے، یا خواب کے ذریعے یا اپنی سمجھ سے دین میں نئی نئی باتیں نکالنا اور ان کو ضروری قرار دینا بدعت ہے اور بدعت بہت بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔

(۳۳) مصیبتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہوکر اپنے نصیب کو بُرا بھلا کہنا اور تقدیر کو کوسنا، اور اس طرح کی باتیں کرنا، کہ میری تقدیر ہی خراب ہے۔ میرا نصیب ہی ایسا ہے، میری قسمت ہی پھوٹی ہوئی ہے بنانے والے نے میری تقدیر ہی ایسی بنائی ہے، میری ایسی قسمت کہاں جو کوئی بھلائی دیکھوں، یہ خدا سے بدگمانی اور اس کی شان میں گستاخی ہے، ان غیر اسلامی خیالات سے دل کو پاک رکھ کر خُدا کی مرضی پر خوش رہنا اور اس کے ہر فیصلے پر خوش گمان رہنا ہی ایمان کی شان ہے۔

كِتَابُ الطَّهَارَة

طہارت کا بیان

منصب رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد کارِ رسالت اور فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر متوجہ کرنے کے لیئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں درسِ توحید کے بعد اوّلین ہدایت یہ ہے کہ طہارت کا کامل اہتمام کیجیے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ (المدثر ۴)

"اور اپنی ذات کو پاک صاف کیجئے"

ثیاب، ثوب کی جمع ہے جس کے معنی لباس کے ہیں۔ مگر یہاں ثیاب سے مراد محض کپڑے ہی نہیں ہیں بلکہ لباس، رُوح غرض پوری شخصیت مُراد ہے، عربی میں "طاہر الثوب" اس شخص کو کہتے ہیں، جو ہر طرح کے عیوب اور گندگیوں سے پاک ہو، قرآن کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس، جسم اور قلب و رُوح کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک صاف رکھو، قلب و رُوح کی گندگیوں سے مراد تو کفر و شرک کے باطل عقائد و خیالات[1] اور اخلاقی معائب ہیں اور جسم و لباس کی گندگی سے مُراد وہ محسوس نجاستیں ہیں، جن سے ہر طبع سلیم کراہت کرتی ہے اور جن کا نجس ہونا محسوس ہے یا جن پر شریعت نے نجس ہونے کا حکم لگایا ہے۔

---

[1] ان باطل عقائد و خیالات کی کچھ تفصیل آپ کتاب العقائد میں "غیر اسلامی عقائد و خیالات" کے عنوان کے تحت پڑھ چکے ہیں۔

طہارت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن نے جگہ جگہ اس کی ترغیب دی ہے اور دو مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت و نظافت کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ۔ (التوبہ: ۱۰۸)

"اور اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک و صاف رہتے ہیں"

اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔

(البقرہ: ۲۲۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے۔ جو بہت زیادہ توبہ کرتے رہیں اور ان کو محبوب رکھتا ہے جو پاک صاف رہتے ہیں"

رسولِ پاکؐ خود تو طہارت و نظافت کی بے نظیر مثال تھے ہی، اُمت کو بھی آپؐ نے طہارت کی انتہائی تاکید فرمائی اور طرح طرح سے اس کی اہمیت واضح فرما کر پاک و صاف رہنے کی ترغیب دی ہے، ارشاد فرمایا:

"طہارت آدھا ایمان ہے"

پھر آپؐ نے نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس کے احکام بتائے۔ پاک ہونے کے طریقے سمجھائے۔ اور خود عمل کرکے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کا حق ادا کر دیا۔

پس ہر مسلمان کے لیئے لازم ہے کہ وہ ان احکام کو جانے، یاد کرے اور ان کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرے۔ قلب و روح کو بھی باطل افکار و نظریات اور کفر و شرک کے عقائد سے پاک رکھے اور اپنے جسم و لباس اور دوسری متعلق چیزوں کو بھی ہر طرح کی نجاستوں سے

پاک ہو سکے۔ کفر و شرک کے عقائد و خیالات کا بیان تو پہلے کتاب العقائد میں آچکا ہے۔ اگلے صفحات میں ہم ظاہری نجاستوں کے احکام بیان کریں گے۔

اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ پاکی اور ناپاکی کا معیار صرف خدا کی شریعت ہے، اپنے ذوق، طبیعت یا سمجھ سے نہ ہمیں اس میں کسی اضافہ کا حق ہے نہ کمی کا۔ ہر وہ چیز یقیناً پاک ہے جس کو شریعت نے پاک کہا ہے اور حق صرف وہی ہے جس کو شریعت نے حق بتایا ہے اور ہر وہ چیز یقیناً باطل یا ناپاک ہے جس کو شریعت نے باطل یا ناپاک کہا ہے۔ پھر شریعت نے پاک کرنے اور پاک رہنے کے جو طریقے اور تدبیریں بتائی ہیں۔ ان طریقوں اور تدبیروں سے یقیناً پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں اپنے ذوق و خیال یا رجحانِ طبع سے پاکی یا ناپاکی کا کوئی معیار قائم کرنا اور خواہ مخواہ وہم اور شبہات میں پڑ کر خدا کی آسان شریعت کو اپنے لیئے دشوار بنا لینا نہ صرف یہ کہ اپنے کو بے جا دشواریوں میں مبتلا کر لینا ہے بلکہ سخت قسم کی گمراہی اور دین کے صحیح فہم سے محرومی ہے، اس غلط طرزِ فکر و عمل سے بعض اوقات بڑی زبردست خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آدمی شریعت کو اپنے لیئے وبالِ جان بنا کر دین سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

نجاست کا بیان

نجاست کے معنیٰ ہیں گندگی اور ناپاکی، یہ طہارت کی ضد ہے، طہارت کی حقیقت، طریقے اور اس کے احکام و مسائل جاننے کے لیئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نجاست کی حقیقت، اس کی قسمیں اور اس سے پاک ہونے کے قاعدے جان لیئے جائیں، اس لیئے پہلے نجاست کے احکام و مسائل بیان کیئے جاتے ہیں۔

نجاست کی قسمیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی۔ ان دونوں کے احکام و مسائل الگ الگ ہیں۔ پاکی اور طہارت حاصل کرنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ان احکام اور مسائل کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھا جائے۔

نجاستِ حقیقی

نجاستِ حقیقی سے مراد وہ محسوس غلاظت اور گندگی ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم و لباس اور دوسری استعمال کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ شریعت نے بھی اس سے بچنے اور پاک رہنے کا حکم دیا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، منی اور جانوروں کا خون وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ

وہ ساری چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ جن کے ناپاک اور نجس ہونے

میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، انسان کی طبیعت بھی ان سے کراہت کرتی ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی ان کی ناپاکی ثابت ہے ایسی چیزوں کی پلیدی بہت زیادہ اور سخت ہے اسی لیئے شریعت میں ان کا حکم بھی نہایت سخت ہے۔ نیچے ہم ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی نجاست نجاستِ غلیظہ ہے۔

(۱) سور، اس کی ہر چیز نجاستِ غلیظہ ہے، چاہے مُردہ ہو یا زندہ۔

(۲) انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی، مذی اور اسی طرح تمام جانوروں کی منی اور چھوٹے بچوں کا پیشاب پاخانہ۔

(۳) خون انسان کا ہو یا کسی حیوان کا۔

(۴) منہ بھر قے چاہے بڑے آدمی کی ہو یا بچے کی۔

(۵) حیض و نفاس اور استحاضے کا خون۔

(۶) عورت کے جسم کے خاص حصّے سے جو رطوبت نکلے۔

(۷) جن جانوروں کا جُوٹھا ناپاک ہے۔ ان کا پسینہ اور لعاب دہن

(۸) ذبح کیئے بغیر جو جانور خود مرگیا یا مار دیا گیا۔ اس کا گوشت، چربی، پٹھا، کھال[1] سب نجس ہے، البتہ وہ اعضاء پاک ہیں جن میں خون سرایت نہیں کرتا جیسے سینگ، دانت، پنجے کھُر، پَر وغیرہ۔

(۱۰) حرام جانور کا دودھ چاہے وہ مُردہ ہو یا زندہ نجس ہے اور مُردہ جانور چاہے وہ حلال ہو یا حرام اس کا دودھ نجس ہے۔

(۱۱) خُون والے جانوروں کے جسموں سے مرنے کے بعد جو رطوبت نکلے۔ وہ نجس ہے۔

---

[1] البتہ کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے۔ چاہے درندے کی ہو یا چرندے کی، حلال جانور کی ہو یا حرام جانور کی، کھال کی پاکی کے طریقے صفحہ ۹۷ پر دیکھیئے۔

(۱۲) نجس چیزوں کا جو جوہر نکالا جائے یا عرق کشید کیا جائے۔ وہ بھی نجس ہے۔

(۱۳) پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ، پیشاب نجس ہے بیل، گائے، ہاتھی کا گوبر، گھوڑے گدھے کی لید، اونٹ بکری وغیرہ کی مینگنیاں سب نجس ہیں، جو پردار پرندے اڑتے نہیں۔ مثلاً مرغی اور بطخ ان کی بیٹ بھی نجس ہے، اور سارے درندوں کا پاخانہ پیشاب بھی نجس ہے۔

(۱۴) شراب اور دوسری نشہ آور بہنے والی چیزیں۔

(۱۵) سانپ کی کھال نجس ہے۔

(۱۶) مُردہ انسان کے منہ کا لعاب۔

(۱۷) شہید کا وہ خون بھی نجس ہے جو اس کے جسم سے بہہ کر گر جائے۔

نجاستِ خفیفہ

وہ ساری چیزیں نجاستِ خفیفہ ہیں جن کی پلیدی ذرا ہلکی ہے، اور شریعت کی بعض دلیلوں سے اُن کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہو اس لیئے شریعت میں ان کا حکم بھی ذرا ہلکا اور نرم ہے، نیچے کچھ ایسی چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست، نجاستِ خفیفہ ہے۔

(۱) حلال جانوروں کا پیشاب جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ۔

(۲) گھوڑے کا پیشاب۔

(۳) حرام پرندوں کی بیٹ جیسے کوا، چیل، باز وغیرہ البتہ چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب پاک ہے۔

(۴) حلال پرندوں کی بیٹ اگر بدبودار ہو۔

(۵) اگر نجاستِ خفیفہ غلیظہ میں مل جائے تو چاہے غلیظہ کی مقدار خفیفہ سے بہت کم ہو تب بھی مجموعہ کو نجاستِ غلیظہ سمجھا جائے گا۔

نجاستِ حقیقی سے پاک کرنے کے طریقے

ناپاک ہونے والی چیزیں چونکہ مختلف قسم کی ہیں۔ اس لیئے ان کے پاک کرنے کے طریقے بھی جُدا جُدا ہیں۔ مثلاً بعض چیزیں ٹھوس ہیں بعض رقیق اور بہنے والی ہیں۔ بعض رطوبتوں کو جذب کرتی ہیں بعض نہیں کرتیں یا کم کرتی ہیں۔ بعض میں گندگی حل ہو جاتی ہے، بعض میں حل نہیں ہوتی، اِس لیئے ان کے پاک کرنے کے قاعدے اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں۔

زمین وغیرہ کی پاکی کے طریقے

(۱) زمین اگر ناپاک ہو جائے چاہے پتلی نجاست سے ناپاک ہو یا گاڑھی نجاست سے، ہر صورت میں خشک ہونے پر پاک ہو جائے گی[۱]

(۲) ناپاک زمین خشک ہونے سے پہلے اچھی طرح پانی بہا کر دھو ڈالی جائے، یا پانی ڈال کر کسی کپڑے وغیرہ سے جذب کر لیا جائے تاکہ ناپاکی کا کوئی نشان یا بُو باقی نہ رہے تب بھی زمین پاک ہو جائے گی۔ البتہ تین بار پانی ڈال کر جذب کرنا چاہیئے۔

(۳) مٹی کے ڈھیلے، ریت، پتھر، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں وہ پتھر بھی جو چکنے نہیں ہوتے اور رقیق چیز کو جذب کر لیتے ہیں۔ خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۴) زمین سے اُگنے والے گھاس پودے یا درخت بھی اگر نجس ہو جائیں تو خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

---

[۱] لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں

(۵) زمین پر جو چیزیں جمی ہوئی ہوں جیسے دیوار، ستون، ٹٹی، چوکھٹ وغیرہ یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۶) ناپاک زمین کی مٹی نیچے کی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دینے سے بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔

(۷) تنور اگر پلید ہو جائے تو اس میں آگ جلا کر نجاست کا اثر زائل کر دینے سے وہ پاک ہو جائے گا۔

(۸) ناپاک زمین پر مٹی ڈال کر نجاست اس طرح چھپادی جائے کہ نجاست کی بو نہ آئے تو وہ زمین پاک ہے، البتہ اس پر تیمم درست نہیں ہے۔

(۹) نجس مٹی سے بنائے جانے والے برتن جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں اور جب پکا لیے جائیں تو پاک ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) گوبر سے لپی ہوئی زمین ناپاک ہے، اس پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھنا درست نہیں۔

نجاست جذب نہ کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) دھات سے بننے والی چیزیں جیسے تلوار، چاقو، چھری، آئینہ یا سونے چاندی اور دوسری دھات کے زیور یا تانبہ، پیتل، ایلومینیم اور اسٹیل کے برتن وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو زمین پر رگڑنے مانجھنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں بشرطیکہ یہ چیزیں نقشین نہ ہوں۔

(۲) چینی، مٹی چینی شیشے یا چکنے پتھر کے برتن یا وہ استعمال شدہ پرانے برتن جن میں نجاست جذب نہ ہو، یہ بھی زمین پر رگڑنے مانجھنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ رگڑنے اور پونچھنے میں اتنا اہتمام کیا جائے کہ نجاست کا اثر نہ رہے۔ بشرطیکہ برتن نقشین نہ

ہوں۔

(۳) دھات کی چیزیں اور چینی وغیرہ کے برتن تین بار پانی سے دھو دینے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

(۴) اگر یہ چیزیں منقش ہوں، جیسے زیور یا نقشین برتن تو پانی سے دھوئے بغیر محض رگڑنے اور تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔

(۵) دھات کے بنے ہوئے برتن یا دوسری چیزیں مثلاً چاقو، چھری، پھکنی، چمٹا وغیرہ آگ میں ڈال دینے سے بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

(۶) مٹی، پتھر کے برتن بھی آگ میں ڈال دینے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۷) اگر چٹائی، تخت، ٹاٹ یا کسی دوسری چیز کے فرش پر گاڑھی اور بستہ نجاست لگ جائے تو محض تر کپڑے سے پونچھنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

نجاست جذب کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) موزہ، جوتا، یا چمڑے سے بنی ہوئی دوسری چیزیں اگر نجس ہو جائیں اور نجاست گاڑھی ہو جیسے گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو نجاست کھرچنے رگڑنے یا مَل کر دور کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اگر نجاست رقیق ہو جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔ ان کے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بار دھو کر اتنی دیر توقف کیا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ اس طرح تین بار دھویا جائے۔

(۲) مٹی کے نئے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جن میں پانی جذب ہو یا لکڑی کے برتن جن میں نجاست جذب ہو جاتی ہو، ایسے برتن یا استعمال کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو تین بار دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا خشک کر لیا جائے کہ پانی

ٹپکنا بالکل بند ہو جائے اور اگر بہتے پانی میں دھوئی جائیں تو خشک کرنے کی شرط نہیں ہے صرف اس قدر کافی ہے کہ اچھی طرح دُھل جائیں اور پانی بالکل ہی ٹپک جائے۔

(۳) غلہ اگر ناپاک ہو جائے تو تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کر دیا جائے۔ اور اگر نجاست گاڑھی اور بستہ ہے تو اس کا دُور کر دینا کافی ہے۔ مثلاً غلے کی ٹنکی میں بلّی نے پاخانہ کر دیا اور پاخانہ بندھا ہوا خشک ہے تو صرف اس کا ہٹا دینا کافی ہے۔ غلہ پاک رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیجئے کہ اگر کچھ دانوں پر نجاست کے اثر کا شبہ ہو تو ان کو تین بار دھو ڈالیے۔

(۴) اگر کپڑے پر نجاست لگ جائے تو تین بار دھونے اور ہر بار اچھی طرح نچوڑنے سے پاک ہو جاتا ہے، اور اگر نجاست ایسی ہے کہ اچھی طرح مل کر دھونے اور نچوڑنے سے بھی اس کی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا۔ تو کوئی حرج نہیں کپڑا پاک ہو گیا۔

(۵) کپڑے میں منی لگ جائے اور خشک ہو جائے تو منی کو کھرچنے یا ملنے رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر منی سوکھی نہ ہو تو تین بار دھونے سے کپڑا پاک ہوگا۔ اور اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہ کیا تھا اور ایسے وقت منی نکلی تو دھونا ضروری ہے، اور اگر منی بالکل ہی رقیق ہو اور سوکھ جائے تو دھونے سے پاک ہوگی۔

(۶) پانی کی طرح جو چیزیں رقیق اور پتلی ہوں اور چکنی نہ ہوں۔ ان کے ذریعے بھی کپڑے پر لگی ہوئی نجاست دھونا اور پاک کرنا درست ہے۔

(۷) اگر کپڑے کو بہتے پانی میں دھو رہے ہوں تو نچوڑنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف

سرایت کرے نکل جائے۔

(۸) اگر کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو نچوڑنے میں پھٹنے کا اندیشہ ہو تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین بار دھویا جائے۔ اور ہاتھ یا کسی اور ذریعے سے اس طرح دبایا جائے کہ پانی نکل جائے مگر کپڑے کو نقصان نہ پہنچے۔

(۹) ناپاک گھی، تیل یا کوئی اور روغن اگر کپڑے میں لگ جائے۔ تو تین مرتبہ دھو دینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ چاہے روغن کی چکناہٹ باقی رہ جائے۔ اس لیئے کہ روغن میں شامل ہونے والی نجاست تین بار دھو دینے سے پاک ہو گئی۔

(۱۰) اگر کسی مردار کی چربی سے کپڑا نجس ہو جائے تو صرف تین بار دھونا کافی نہیں چکناہٹ کا دُور کرنا بھی ضروری ہے۔

(۱۱) اگر چٹائی، ٹاٹ، بڑی دری، یا اور کسی ایسی چیز سے بنے ہوئے فرش پر جس کا نچوڑنا دشوار ہے۔ کوئی پتلی اور رقیق نجاست لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین بار پانی ڈالا جائے۔ اور ہر بار خشک کر دیا جائے۔ خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز رکھیں تو تر نہ ہو۔

(۱۲) اگر کورا برتن پلید ہو جائے اور برتن نجاست کو جذب کر لے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں پانی بھر دیجئے۔ جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو پانی پھینک کر پھر بھر دیجئے۔ اسی طرح کرتے رہیے یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔ نہ رنگ باقی رہے اور نہ بُو باقی رہے۔

(۱۳) نجس رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو پاک کرنے کے لیئے اتنا دھویئے کہ صاف پانی آنے لگے چاہے رنگ چھوٹے یا نہ چھوٹے

کپڑا پاک ہو جائے گا۔

رقیق اور سیال چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) ناپاک چربی یا تیل کا صابون بنا لیا جائے۔ تو یہ صابن پاک ہو گا۔

(۲) تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو تیل کے برابر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ جب جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا، یا گھی تیل میں پانی ڈالا جائے۔ جب گھی یا تیل اُوپر آجائے تو اُتار لیا جائے اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا۔

(۳) شہد، شیرہ یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیجئے۔ جب پانی خشک ہو جائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیجئے اس طرح تین بار کرنے سے پاک ہو جائے گا۔

(۴) اگر ناپاک تیل، سَر یا بدن پر مل لیا۔ تو صرف تین بار دھونے سے سر اور بدن پاک ہو جائے گا، صابون یا تیل کی چکنائی صاف کرنے کا اہتمام کرنا ضروری نہیں۔

گاڑھی اور جمی ہوئی چیزوں کی پاکی کے طریقے

(۱) اگر جما ہُوا گھی یا جمی ہوئی چربی یا جما ہُوا شہد ناپاک ہو جائے تو صرف ناپاک حصّے کو الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) گندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا ناپاک ہو جائے تو ناپاک حصّہ الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا۔ مثلاً گندھے ہوئے آٹے میں کتے نے منہ ڈال دیا تو اتنا حصّہ نکال دینے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر سُوکھے آٹے میں ڈالا تو جہاں جہاں اس کا لُعاب محسوس ہو اُس کو الگ کر دیجئے۔ باقی سب پاک ہے۔

(۴) صابون میں کوئی نجاست لگ جائے تو ناپاک حصے کو کاٹ کر الگ کر دیجئے۔ باقی پاک ہے۔

کھال کی پاکی کے طریقے

(۱) دباغت یعنی پکانے سے ہر جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جانور حلال ہو یا حرام۔ درندہ ہو یا چرندہ، البتہ سور کی کھال کسی طرح بھی پاک نہیں ہو سکتی۔

(۲) حلال جانور کی کھال صرف ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے، اس کو پاک کرنے کے لیے دباغت کی ضرورت نہیں۔

(۳) اگر سور کی چربی یا کسی اور ناپاک چیز سے کھال کو دباغت دی جائے تو دباغت کے بعد تین بار دھو لینے سے کھال پاک ہو جاتی ہے

جسم کی پاکی کے طریقے

(۱) جسم پر نجاستِ حقیقی[1] لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، البتہ اگر منی لگ جائے اور گاڑھی ہو تو صرف کھرچنے سے جسم پاک ہو جائے گا۔ اور اگر رقیق ہو تو دھونے سے پاک ہو گا۔

(۲) اگر ناپاک رنگ سے جسم یا بال رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔ کہ پانی صاف نکلنے لگے رنگ کا چھڑانا ضروری نہیں۔

(۳) جسم گدوا کر اگر کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے تو صرف تین بار دھو لینے سے بدن پاک ہو جائے گا۔ اس نجس چیز کو چھیل کر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) اگر زخم میں کوئی نجس چیز بھر دی جائے اور زخم ٹھیک ہو جائے

---

[1] جسم نجاست حکمی سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ نجاست حکمی کے مسائل صفحہ ۱۰۰ پر مطالعہ کیجئے۔

تو اس نجس چیز کے نکالنے کی ضرورت نہیں۔ صرف دھو دینے سے جسم پاک ہو جائے گا یا اگر ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے بدلے نجس ہڈی رکھ دی گئی یا زخم کے ٹانکے نجس چیز سے سی دیئے گئے۔ یا ٹوٹے ہوئے دانت کو کسی نجس چیز سے جمایا گیا تو ان صورتوں میں اچھا ہونے کے بعد صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہو جاتا ہے۔

(۵) بدن میں نجس تیل یا اور کوئی چکناہٹ والی چیز مل گئی یا لگ گئی تو صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہو جائے گا۔ چکناہٹ دور کرنے کا اہتمام ضروری نہیں۔

احکام طہارت کے چھ کارآمد اصول

(۱) بے جا مشقت سے بچنے کے لیئے احکام میں سہولت ہو جاتی ہے۔

یعنی جو احکام قیاس سے ثابت ہیں ان میں اگر کسی وقت غیر معمولی دشواری ہو تو ان میں شریعت کی طرف سے معافی اور سہولت ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر، میت کو نہلاتے وقت اس کی لاش سے جو پانی گرتا ہے وہ نجس ہے، لیکن نہلانے والے پر اگر اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو معاف ہیں۔ اِس لیئے کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔

(۲) جس چیز میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں، وہ بھی بے جا مشقت میں داخل ہے یعنی کسی کام کو عام طور سبھی کر رہے ہیں اور قیاس سے وہ ناجائز ہے، لیکن اس کا ترک کرنا چونکہ بہت دشوار ہے۔ اِس لیئے اس میں سہولت ہو جائے گی۔

مثال کے طور پر، بارش کے موسم میں عام طور پر راستوں میں پانی کیچڑ

ہوجاتا ہے اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہے۔ اس لیئے اگر اسکی چھینٹیں کپڑوں پر پڑجائیں تو وہ معاف ہیں۔

(۳) جو چیز کسی اہم ضرورت سے جائز قرار دی گئی ہے۔ وہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوگی۔

یعنی جو چیز کسی موقع پر کسی مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے جائز کردی گئی ہے۔ تو وہ صرف اسی موقع کے لیئے جائز ہوگی۔ دوسرے موقعوں پر وہ بلا ضرورت جائز نہ ہوگی۔

مثال کے طور پر دائیں چلاتے وقت اگر جانور غلے پر پیشاب کر دیں، تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے اور غلہ پاک رہے گا۔ لیکن اس موقع کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر جانور اس پر پیشاب کردیں تو غلہ ناپاک ہوجائے گا۔

(۴) جو نجاست ایک بار زائل ہوگئی وہ پھر نہ لوٹے گی۔

یعنی شریعت نے جس نجاست کے زائل ہوجانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔

مثال کے طور پر کپڑے سے خشک منی کھرچ دی جائے، تو وہ کپڑا پاک ہوجاتا ہے، اس کے بعد اگر وہ کپڑا پانی میں گر جائے تو نہ کپڑا پلید ہوگا اور نہ پانی ناپاک ہوگا۔ اسی طرح نجس زمین جب خشک ہونے سے پاک ہوگئی تو اس کے بعد اگر زمین بھیگ جائے تو اس کی ناپاکی نہ لوٹے گی۔

(۵) یقین اور گمان غالب کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ یعنی جس چیز کے بارے میں یقین یا گمانِ غالب یہ ہو کہ یہ پاک ہے تو وہ پاک ہی ہے۔ محض شک اور وہم کی بنیاد پر اسکے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۶) رواج اور عرفِ عام کے مطابق حکم دیا جائے گا، یعنی جائز ناجائز ہونے کا حکم لگاتے وقت عام رواج اور عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔
مثال کے طور پر عام عادت یہ ہے کہ ہر آدمی طبعاً اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاکی سے بچاتا ہے۔ لہذا کافروں کے کھانے پینے کی چیزیں بھی پاک سمجھی جائیں گی۔ ان کو اسی وقت ناپاک کہنا صحیح ہوگا۔ جب کسی واقعی دلیل سے یا مضبوط قرینے سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو جائے۔

احکامِ طہارت میں شرعی سہولتیں

(۱) نجاستِ غلیظہ ایک درہم کے بقدر معاف ہے، گاڑھی ہو تو ایک درہم کے وزن کے برابر اور اگر پتلی ہو درہم کی پیمائش کے برابر۔ یعنی اس مقدار میں جسم یا کپڑے پر نجاست لگی تھی اور نماز ادا کرلی۔ تو نماز دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھونے کا موقع ہو تو دھونا ہی بہتر ہے۔

(۲) نجاستِ خفیفہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو چوتھائی حصے کے بقدر معاف ہے۔

(۳) میت کو نہلاتے وقت نہلانے والے پر جو چھینٹیں پڑیں وہ معاف ہیں۔

(۴) کھلیان میں دائیں چلاتے وقت جانور پیشاب کردیں تو غلہ پاک رہے گا۔

(۵) برسات کے موسم میں جب راستوں میں پانی کیچڑ عام ہو اور بچنا دُشوار ہو تو یہ چھینٹیں معاف ہیں۔

(۶) پیشاب یا کسی اور نجاست کی چھینٹیں سوئی کی نوک جیسی باریک باریک اگر جسم یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا، یا بدن ناپاک نہ ہوگا۔ جو لوگ چوپائے پالتے ہیں ان کے بدن اور کپڑوں پر اگر متفرق طور سے جانوروں

کا پیشاب اور گوبر وغیرہ لگ جائے۔ جو مجموعی طور پر ایک درہم سے زیادہ ہو تب بھی معاف ہے۔

(۷) اگر غلے کے ساتھ چوہے کی کچھ مینگنیاں بھی پس جائیں لیکن اتنی نہ ہوں کہ آٹے میں اثر معلوم ہونے لگے تو یہ آٹا پاک ہے، اور اگر کچھ میگنیاں روٹی میں پک جائیں یا چاول اور سویوں وغیرہ میں پک جائیں لیکن سخت رہیں گھلیں نہیں تو یہ غذائیں پاک ہیں۔ ان کا کھانا درست ہے۔

(۸) انسان کا خون چوسنے والے وہ جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہے۔ جیسے مچھر، مکھی، پسو وغیرہ۔ یہ اگر آدمی کا خون پی لیں اور پھر ان کے مارنے سے جسم یا کپڑے پر خون کے دھبے لگ جائیں تو جسم یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں بھی پاک ہے اور راکھ بھی۔ مثلاً گوبر جلایا جائے تو اس کا دھواں روٹی یا غذا پر لگے۔ یا اس کی راکھ سے برتن مانجے جائیں تو یہ درست ہے، برتن ناپاک نہ ہوں گے۔

(۱۰) ناپاک فرش، تخت، چٹائی یا مٹی پر آدمی لیٹ جائے اور جسم بھیگا ہوا ہو یا ناپاک فرش اور زمین پر کسی نے بھیگا ہوا پیر رکھ دیا، یا ناپاک فرش پر سوتے ہوئے پسینہ آگیا۔ ان سب صورتوں میں اگر جسم پر نجاست کا اثر نمایاں نہ ہو تو جسم پاک رہے گا۔

(۱۱) دودھ دوہتے میں اگر اتفاق سے دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا گائے، بھینس کا تھوڑا گوبر گر جائے تو فوراً نکال لینا چاہیئے یہ دودھ پاک ہے، اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

۱۲ بھیگا ہوا کپڑا کسی ناپاک چیز پر سوکھنے کے لئے پھیلا دیا، یا

ویسے ہی رکھ دیا۔ یا کوئی ناپاک چوکی یا چارپائی پر بیٹھ گیا اور اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے، تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ ہاں اگر نجاست کا اثر کپڑوں میں محسوس ہونے لگے تو پاک نہ رہیں گے۔

پاکی ناپاکی کے متفرق مسائل

(۱) مچھلی، مچھر، کھٹمل، مکھی وغیرہ کا خون نجس نہیں، جسم اور کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔

(۲) دری، چٹائی یا کسی اور فرش کا ایک حصہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک حصے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

(۳) ہاتھ پیروں یا بالوں میں مہندی لگائی اور پھر معلوم ہوا کہ یہ مہندی ناپاک تھی تو تین بار اچھی طرح دھو لینے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔ مہندی کے رنگ کو زائل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگایا اور معلوم ہوا کہ یہ ناپاک تھا تو اب اس کا پونچھنا یا دھونا واجب نہیں البتہ اگر کچھ حصہ بہ کر باہر آجائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

(۵) کتے کا لعاب ناپاک ہے لیکن کتے کا جسم نجس نہیں ہے، اگر کتا کسی کے جسم یا کپڑوں سے چھو جائے چاہے اس کا بدن بھیگا ہو یا سوکھا کپڑا یا جسم ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ کتے کے جسم میں کوئی نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جائے گا[۱]

(۶) ایسا موٹا تختہ جو بیچ میں سے چیرا جا سکتا ہو وہ اگر ایک طرف سے ناپاک ہو جائے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست

---

[۱] علم الفقہ جلد ۱۔

ہے۔

(۷) جن کا جوٹھا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے، مثلاً آدمی کا پسینہ پاک ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم مرد، ہو یا عورت حالتِ حیض والی عورت ہو یا نفاس والی، اور اس شخص کا پسینہ بھی پاک ہے جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔

(۸) اگر نجاست کو جلاکر اس کے دھوئیں سے کوئی چیز بنائیں تو وہ پاک ہے۔ اور نجاستوں سے اُٹھنے والے بخارات بھی پاک ہیں۔

(۹) مشک اور اس کا نافہ اور عنبر پاک ہیں۔

(۱۰) سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ اگر بدن یا کپڑوں پر لگ جائے تو پاک ہے۔

(۱۱) حلال جانوروں کا انڈا گندہ ہو جائے تو پاک ہے اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن پاک رہے گا۔

(۱۲) اگر کوئی چیز ناپاک ہو جائے اور یاد نہ رہے کہ نجاست کس جگہ لگی ہے تو احتیاطاً پوری چیز دھولینی چاہیئے۔

(۱۳) کتے کا لعاب اگر دھات یا مٹی کے برتن میں لگ جائے تو تین بار اچھی طرح دھو لینے سے پاک ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ سات بار اس طرح دھویا جائے کہ ایک بار مٹی سے مانجھ کر دھویا جائے اور چھ بار صرف پانی سے دھویا جائے۔

نجاستِ حکمی

نجاستِ حکمی، ناپاکی کی اُس حالت کو کہتے ہیں، جس کا ناپاک ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا، نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔

نجاستِ حکمی کی قسمیں

نجاستِ حکمی یا حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر۔

حدثِ اصغر

یعنی ناپاکی کی وہ حالت جو، پیشاب پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ کے بہنے، منہ بھر کر قے ہونے، اِستحاضہ کا خون آنے، ٹیک لگا کر سونے، وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے، حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور جہاں پانی میسّر نہ ہو یا پانی کا استعمال شدید مُضر ہے تیمّم سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے، حدثِ اصغر کی حالت میں نہ آدمی نماز پڑھ سکتا ہے، اور نہ قرآنِ پاک کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ البتہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہر وقت قرآن رہتا ہو اور بار بار وضو کرنا دشوار ہو یا قرآنِ پاک پڑھنے والے بچے ہوں تو ان کے لیے گنجائش ہے، نیز حدثِ اصغر میں زبانی قرآن پڑھنا درست ہے[1]

حدثِ اکبر

یعنی ناپاکی کی وہ حالت، جو عورت سے مباشرت کرنے یا کسی اور طریقے سے شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا سونے میں احتلام ہو جانے اور حیض و نفاس کا خون آنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونے کا طریقہ غسل ہے اور غسل کرنا ممکن نہ ہو تو تیمم سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے، حدثِ اکبر میں آدمی نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ قرآنِ پاک چھو سکتا

---

[1] حدثِ اصغر کے بقیہ احکام و مسائل وضو کے بیان میں صفحہ ۱۰۳ پر اور استحاضہ کے بیان میں صفحہ ۱۱۵ پر دیکھیے۔

ہے، اور نہ زبانی تلاوت کر سکتا ہے، نہ مسجد میں داخل ہو سکتا ہے البتہ مسجد میں داخل ہونا ناگزیر ہی ہو مثلاً غسل خانے کا راستہ ہی مسجد میں سے ہو کر گزرتا ہے، یا پانی اور پانی کا برتن لینے کے لیے مسجد میں جانا ناگزیر ہے تو ایسی شدید ضرورت میں داخل ہونے کی اجازت ہے[1]

[1] حدث اکبر کے باقی مسائل غسل کے بیان میں صفحہ ۱۰۴ پر اور حیض و نفاس کے بیان میں صفحہ ۱۰۶ پر دیکھئے۔

حیض کا بیان

بالغ ہونے کے بعد عورت کو ہر مہینے جسم کے اگلے حصے سے عادت کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ یہ خون نجس ہے، کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک ہو جائے گا۔

حیض آنے کی عمر

حیض آنے کی عمر کم سے کم نو سال ہے، نو سال کی عمر سے پہلے اگر کسی لڑکی کو خون آئے تو وہ حیض نہیں ہے اور بالعموم پچپن سال کی عمر تک حیض آتا ہے، پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آتا ہے وہ حیض نہیں ہے، ہاں اگر اس عمر میں آنے والے خون کا رنگ گہرا سرخ یا سیاہی مائل سرخ ہو تو حیض سمجھا جائے گا۔

حیض کی مدت

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے، اگر کسی خاتون کو تین دن اور تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے اسی طرح دس دن اور دس رات سے زیادہ جو خون آیا وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ[1] کا خون ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے آگیا ہے۔ اور اس کے احکام بھی حیض سے مختلف ہیں۔

---

[1] استحاضہ کا بیان صفحہ ۱۱۵ پر دیکھیے۔

حیض کے مسائل

(۱) حیض کے مقررہ ایام میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے، سُرخ، زرد، خاکی، سبز، سیاہ سب حیض ہے۔

(۲) جس خاتون کو پچپن سال کی عمر سے پہلے بھی ایام حیض میں گہرے سرخ رنگ کے علاوہ، سبز، خاکی اور زرد رنگ کا خون آتا رہا ہے ایسی خاتون کو اگر پچپن سال کی عمر کے بعد سبز، خاکی یا زرد رنگ کا خون آئے تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا۔

(۳) تین دن اور تین رات کی مدت سے ذرا بھی کم خون آئے تو وہ حیض نہ ہوگا۔ مثلاً کسی خاتون کو جمعہ کے دن سُورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سُورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے بند ہوگیا یعنی تین راتیں پوری ہونے میں کمی رہ گئی تو یہ خون حیض نہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ استحاضہ ہوگا۔

(۴) اگر کسی خاتون کو تین یا چار دن خون آنے کی عادت رہی ہے پھر کسی مہینے میں اس سے زیادہ دنوں تک خون آیا تو یہ سب حیض ہے، ہاں اگر دس دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا۔ تو جتنے دن کی عادت رہی ہے صرف اتنی مدت حیض سمجھا جائے گا۔ باقی ایام استحاضے کے ہوں گے۔

(۵) دو حیض کے درمیان طہر یعنی پاکی کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ——— پس اگر کسی خاتون کو کئی مہینے تک یا عمر بھر خون نہ آئے تو وہ پاک رہے گی، یا ایک دو روز خون آیا پھر دس بارہ روز پاک رہی۔ پھر ایک دو روز خون آکر بند ہوگیا تو یہ پوری مدت استحاضے میں شمار ہوگی۔

(۶) اگر کسی خاتون کو حیض کی مدت سے کم یعنی ایک یا دو دن خون

آیا پھر پندرہ دن پاک رہی اس کے بعد پھر ایک یا دو دن خون آیا اور بند ہوگیا۔ تو یہ پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہے ہی، پندرہ دن کے بعد جو چند دن خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

(۷) کسی نے پہلی ہی بار خون دیکھا اور وہ برابر کئی ماہ تک جاری رہا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا ہے۔ اس دن سے دس دن تو حیض کے ہوں گے۔ باقی بیس۲۰ دن استحاضے کے، اور اسی طرح ہر مہینے کے پہلے دس دن حیض کے باقی بیس۲۰ دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔

(۸) اگر کسی خاتون کو ایک دو روز خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تھی کہ دوبارہ خون آنے لگا تو اس کی پاکی کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گویا خون برابر جاری رہا۔ اب اس خاتون کی مقررہ عادت کے بقدر تو ایامِ حیض ہوں گے باقی ایام استحاضے کے ہوں گے اور اگر اِس خاتون کو پہلی ہی بار خون آیا ہے تو دس دن حیض کے ہوں گے باقی اِستحاضہ سمجھا جائے گا۔ مثال کے طور پر کسی خاتون کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری، اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینے میں ایک ہی دن خون آکر بند ہوگیا اور چودہ دن تک پاک رہی پھر سولھویں دن خون آگیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ سولہ دن برابر خون آیا جس میں سے پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ تک تین دن تو معمول کے مطابق حیض کے ایام شمار ہوں گے باقی چوتھی تاریخ سے سولھویں تاریخ تک کے تیرہ دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔ اور اگر چوتھی، پانچویں، چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تھی تو یہ ایام حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی پہلے کے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔

(۹) اگر کسی خاتون کی کوئی عادت مقرر نہ ہو، کبھی چار دن آیا، کبھی سات دن اور کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی خاتون

کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آجائے تو یہ دیکھے کہ گزشتہ مہینے کتنے روز خون آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے سمجھے۔ باقی ایام استحاضہ سمجھے۔

نفاس کا بیان

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے عضوِ مخصوص سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ بچہ آدھے سے زیادہ باہر نکل آئے پھر جو خون آئے وہ نفاس ہوگا اور جو اس سے پہلے نکلے وہ نفاس کا خون نہ ہوگا۔

نفاس کی مدت

نفاس کے خون آنے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے؟ اور کم کی کوئی حد نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عورت کو نفاس کا خون بالکل ہی نہ آئے۔

نفاس کے مسائل

(۱) اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تب بھی بچہ پیدا ہونے کے بعد اس پر نہانا واجب ہے۔

(۲) نفاس کی مدت میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے وہ نفاس کا خون ہوگا۔

(۳) نفاس کے بعد حیض آنے کے درمیان میں عورت کے پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

(۴) حمل گر جانے کی صورت میں اگر بچے کا کوئی عضو بن چکا تھا تو آنے والا خون نفاس کا خون ہوگا اور اگر بچہ محض گوشت کا لوتھڑا ہی ہے

تو آنے والا خون نفاس کا خون نہ ہوگا، پس اگر اس میں حیض کی شرائط پوری ہوں تو حیض سمجھا جائے گا ورنہ استحاضہ، مثلاً تین دن سے کم آیا یا پاکی کا زمانہ پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

۵ ......اگر کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا اور یہ پہلا ہی بچہ ہے تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے پس چالیس دن کے بعد نہا دھو کر دینی فرائض پورے کرے خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے، اور اگر عورت کا پہلا بچہ نہ ہو اور اس کی عادت مقررہ معلوم ہو تو اس کی عادت کے بقدر مدت نفاس کی ہے۔ اور باقی ایام استحاضے کے ہیں۔

۶ کسی خاتون کی عادت بن چکی ہے کہ تیس دن نفاس کا خون آتا ہے لیکن کسی مرتبہ تیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا۔ چالیس دن پورے ہونے پر بند ہوا تو یہ پوری چالیس دن کی مدت نفاس کی مدت ہوگی اور اگر چالیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا تو پھر تیس دن معمول کے مطابق نفاس کے ہوں گے اور باقی زائد دن سب استحاضے کے ہوں گے۔ اس لیئے اس کو چاہیئے کہ چالیس دن کے بعد فوراً غسل کرے۔ اور پچھلے دس دن کی نمازیں قضاء کرے۔

۷ اگر کسی خاتون کو چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو جائے تو وہ چالیس دن پورے ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ غسل کرے نماز وغیرہ پڑھنا شروع کردے اور اگر غسل کرنے سے کسی شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کرکے دینی فرائض ادا کرے، نمازیں ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

حیض و نفاس کے احکام

(۱) ایام حیض میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ نماز تو اس دوران بالکل ہی معاف ہے یعنی اس کی قضا بھی نہیں ہے۔ البتہ روزہ بالکل معاف نہیں ہے۔ پاک ہونے کے بعد قضا روزے رکھنے ہونگے

(۲) حیض اور نفاس والی خاتون کے لیئے مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کرنا اور قرآن پاک کا چھونا بھی ناجائز ہے۔ البتہ جزدان یا رومال کے ساتھ چھونا جائز ہے، جسم پر پہنے ہوئے کپڑوں سے چھونا بھی جائز نہیں اور اس کپڑے کے ساتھ چھونا بھی جائز نہیں۔ جو جلد کے ساتھ سلا ہوا ہو۔

(۴) اگر سورۂ فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھی جائے تو جائز ہے، اسی طرح دُعائے قنوت پڑھنا بھی جائز ہے اور قرآنِ پاک میں آئی ہوئی ساری دُعاؤں کو دُعا کی نیت سے پڑھنا بھی درست ہے۔

(۵) کلمہ کا ورد کرنا، درود شریف پڑھنا، خدا کا ذکر کرنا، استغفار پڑھنا یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا جائز ہے۔ جیسے کوئی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کا ورد کرے، تو یہ منع نہیں۔

(۶) عیدگاہ جانا، کسی دینی تعلیم گاہ میں جانا اور شدید ضرورت کے وقت مسجد میں جانا درست ہے اور مناسب یہ ہے کہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو۔

(۷) جو خاتون کسی کو قرآن شریف پڑھاتی ہو، وہ حالتِ حیض میں قرآن شریف پڑھا سکتی ہے لیکن پوری آیت کو مسلسل ایک دم نہ پڑھے بلکہ رک رک کر آیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھائے اور ایسی خاتون کے

لیے اِس طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۸) حیض و نفاس کے ایام میں بیوی سے ہم بستری کرنا حرام ہے اور ہم بستری کے علاوہ دوسرے سارے تعلقات مثلاً بوس و کنار، ساتھ کھانا پینا، ساتھ سونا وغیرہ سب جائز ہے، بلکہ حالتِ حیض میں بیوی سے الگ تھلگ رہنے کا اہتمام کرنا، ساتھ کھانے پینے اور بوس و کنار کرنے سے پرہیز کرنا مکروہ ہے[1]

(۹) کسی خاتون کو پانچ دن خون آنے کی عادت تھی لیکن چار دن خون آکر بند ہوگیا۔ تو ایسی خاتون کو نہا کر نماز پڑھنا واجب ہے البتہ پانچ دن پورے ہونے سے پہلے ہم بستری کرنا درست نہیں مبادا پھر خون آجائے۔

(۱۰) کسی خاتون کو پورے دس دن اور دس رات خون آکر بند ہوگیا۔ ایسی خاتون سے خون بند ہونے کے بعد ہم بستری اُس صورت میں بھی جائز ہے جبکہ وہ نہ نہائی ہو۔ اسی طرح جس خاتون کو چھ دن کی عادت ہے عادت کے مطابق اِس کو چھ دن خون آکر بند ہوگیا۔۔۔ تو اس صورت میں بھی غسل کرنے سے پہلے خاتون سے ہم بستر ہونا جائز ہے، اور اگر مقررہ عادت سے پہلے ہی خون بند ہوگیا تو عادت کے ایام پورے ہونے سے پہلے صحبت جائز نہیں چاہے وہ خاتون غسل بھی کرے۔

(۱۱) کسی خاتون کو چھ دن خون آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہُوا کہ چھ دن پورے ہوگئے اور خون بند نہیں ہُوا۔ تو وہ خاتون نہا

---

[1] مکروہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ نبی ؐ حالتِ حیض میں اپنی ازواجِ مطہرات سے میل جول رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہود حائضہ عورت کو بالکل اچھوت بنا دیتے تھے اور اس سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور مسلمانوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

دھوکر نماز نہ پڑھے بلکہ خون بند ہونے کا انتظار کرے، پھر اگر دس دن پورے ہونے پر یا اس سے پہلے خون بند ہو جائے تو یہ ساری مدت حیض میں شمار ہوگی اور اگر خون دس دن کے بعد جاری رہا تو پھر حیض کی مدت وہی چھ دن رہے گی، جس کی عادت رہی ہے باقی ایام استحاضے کے شمار ہوں گے۔

(۱۲) جو خاتون ماہِ رمضان میں دن کے وقت پاک ہوئی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصے میں کھانے پینے سے رکی رہے اِس پر واجب ہے کہ شام تک روزے داروں کی طرح رہے، اور اسدن کے روزے کی بھی قضا کرے۔

(۱۳) کوئی خاتون پاکی کی حالت میں رات کو عضوِ مخصوص میں گدی رکھ کر لیٹ رہی، صبح کو اٹھی تو دیکھا کہ گدی پر خون کا دھبہ ہے، ایسی صورت میں حیض کا آغاز اس وقت سے سمجھا جائے گا، جس وقت سے خون کا دھبہ دیکھا ہے۔

اِستحاضہ کا بیان

استحاضہ سے مراد وہ خون ہے جو نہ حیض کا خون ہے نہ نفاس کا بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے، یہ خون ایسا ہی ہے جیسے کسی کی نکسیر پھوٹ جائے اور خون بند نہ ہو۔

اِستحاضہ کی صُورتیں

(۱) نو برس سے کم عمر کی بچی کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ اور پچپن سال سے زیادہ عمر کی خاتون کو جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے، ہاں اگر وہ گہرا سُرخ ہو یا سیاہی مائل سرخ ہو تو حیض سمجھا جائے گا۔

(۲) حاملہ خاتون کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

(۳) تین دن اور تین رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور اسی طرح دس دن دس رات سے زیادہ جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے۔

(۴) جس خاتون کی مدتِ حیض عادتًا مقرر ہو اور اس کو مقررہ عادت سے زیادہ دن خون آجائے تو یہ زائد دنوں کا خون استحاضہ ہوگا مگر یہ اسی صورت میں جب خون دس دن سے زیادہ تک جاری رہے۔

(۵) کسی خاتون کو دس دن حیض آکر بند ہو جائے پھر پندرہ دن سے پہلے ہی دوبارہ خون آنے لگے تو یہ خون استحاضہ کا ہوگا۔ اِس لئے کہ دو حیضوں کے درمیان پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

(۶) چالیس دن نفاس کا خون آکر بند ہو جائے۔ اور پندرہ دن سے کم بند رہ کر پھر دوبارہ خون آنے لگے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے۔ اس لیے

کہ نفاس بند ہونے کے بعد حیض آنے کے لیے درمیان میں کم از کم پندرہ دن کی مدت ضروری ہے۔

(۷) بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا۔ اگر اس خاتون کا یہ پہلا ہی بچہ ہے اور عادت مقرر نہیں ہے تو چالیس دن سے زیادہ جتنے دن خون آیا وہ سب استحاضہ ہے اور اگر عادت مقرر ہے تو اس مقررہ عادت سے زیادہ جتنے دن خون آیا ہے وہ سب استحاضہ ہے۔

استحاضہ کے احکام

استحاضہ والی خاتون کے احکام اس معذور کی طرح ہیں جس کی نکسیر پھوٹ جائے اور بند نہ ہو، یہ ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے یا پیشاب کی بیماری ہے کہ برابر قطرہ آتا رہتا ہے، استحاضہ والی خاتون کے احکام یہ ہیں :۔

(۱) استحاضہ کی حالت میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ قضا کرنے کی اجازت نہیں۔ اور نہ روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(۲) استحاضہ کی حالت میں صحبت کرنا جائز ہے۔

(۳) استحاضہ والی خاتون پر غسل فرض نہیں۔ صرف وضو سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) اس حالت میں قرآن پاک کی تلاوت، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہے۔

(۵) استحاضہ والی خاتون ایک وضو سے کئی وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکتی، ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا ضروری ہے۔

سیلان الرحم

اس مرض میں عورت کے عضو مخصوص سے سفید یا زرد رطوبت برابر

خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس کے احکام بھی وہی ہیں جو استحاضہ کے ہیں، ایسی خاتون نماز بھی پڑھے روزہ بھی رکھے، قرآن کی تلاوت بھی کرے، البتہ ہر نماز کے وقت عضو مخصوص کو اچھی طرح دھولے اور تازہ وضو کر کے نماز ادا کرے۔

پانی کا بیان

طہارت اسی پانی سے حاصل ہو سکتی ہے جو خود طاہر ہو، نجس پانی سے نہ وضو اور نہ غسل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ناپاک چیز پاک ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس سے تو پاک چیز بھی ناپاک ہو جاتی ہے، اس لیئے پانی کے طاہر اور نجس ہونے کے احکام و مسائل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے تاکہ یقین و اطمینان کے ساتھ طہارت حاصل کی جا سکے۔

پانی کی قسمیں

بنیادی طور پہ پانی کی دو ہی قسمیں ہیں۔ طاہر اور نجس، یعنی پاک اور ناپاک۔

ماءِ طاہر

پاکی حاصل کرنے کے لحاظ سے ماءِ طاہر کی چار قسمیں ہیں :

(۱) طاہر مطہر غیر مکروہ : یعنی وہ ناپاک پانی جس سے کسی کراہت کے بغیر اطمینان کے ساتھ وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔ بارش کا پانی، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، پمپ، ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی خواہ میٹھا ہو یا کھاری شبنم، برف اور اولے کا پگھلا ہوا پانی، ان میں سے ہر پانی پاک ہے اور کسی کراہت کے بغیر اِس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۲) طاہر مطہر مکروہ : یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے، مثلاً چھوٹا بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے جس کے ہاتھوں کے

ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ شبہ ہو یا بلی وغیرہ کوئی ایسا جانور منہ ڈال دے جس کا جوٹھا مکروہ ہے تو ایسے پانی سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۳) طاہر غیر مطہر: یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے، جیسے ماءِ مستعمل یعنی وہ پانی جس سے کسی شخص نے وضو کر لیا ہو یا جنابت والے شخص نے غسل کر لیا ہو، بشرطیکہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو، ایسا پانی اگر جسم یا کپڑوں پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوں گے لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہے۔

(۴) مشکوک: یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل کے جائز ہونے نہ ہونے میں شک ہے۔ مثلاً جس پانی میں خچر یا گدھا منہ ڈال کر جوٹھا کر دے اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والے کو وضو کے ساتھ ساتھ تیمم بھی کرنا چاہیئے۔

مَاءِ نجس

مَاءِ نجس کی صُورتیں۔

(۱) ماءِ جاری میں نجاست گرے اور نجاست کے اثرات سے پانی کے تینوں وصف یعنی رنگ، بُو اور مزہ بدل جائے۔

(۲) کثیرِ راکد: یعنی پانی ٹھہرا ہُوا ہو اور بہت زیادہ ہو اور نجاست کے اثر سے ہر طرف کا رنگ، بُو اور مزہ بدل گیا ہو؟

(۳) قلیلِ راکد: یعنی ٹھہرا ہُوا تھوڑا سا پانی، اگر اس میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے اور پانی کے رنگ مزے اور بُو میں کوئی فرق نہ آئے تب بھی اس سے نہ وضو اور غسل درست ہے اور نہ کسی ناپاک چیز کو اس سے پاک کر سکتے ہیں۔

پانی کے مسائل میں چھ کار آمد اصول

(۱) پانی میں اصل پاکی ہے، یعنی پانی اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہے۔ اس لیے جب تک اس کی ناپاکی کا کوئی ثبوت نہ ہو پاک ہی مانا جائے گا۔ مثلاً جنگلوں میں گڑھوں کے اندر جو پانی بھرا رہتا ہے، وہ پاک ہے، ہاں اگر قرائن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے تب ناپاک سمجھیں گے۔

(۲) شک کی وجہ سے یقینی بات کو نہ چھوڑا جائے گا۔
مثلاً کسی گھر میں پاک پانی رکھا ہے، وہاں سے کتا نکلتے ہوئے دیکھا گیا۔ اب شبہ ہے کہ شاید کتے نے پانی میں منہ ڈالا ہو حالانکہ نہ کتے کو منہ ڈالتے دیکھا نہ کوئی قرینہ ہے کہ کتے نے پانی میں منہ ڈالا ہے تو ایسی صورت میں پانی پاک سمجھا جائے گا اس لیے کہ اس کا پاک ہونا یقینی ہے، اور ناپاک ہونے کا محض شبہ ہے، اور شبہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

(۳) شدید دشواری ہو تو احکام میں سہولت ہو جاتی ہے۔
مثلاً پرندوں کی بیٹ ناپاک ہے لیکن کنویں کو ان کی بیٹ سے بچانا نہایت دشوار ہے، اس لیے یہ حکم ہے کہ پرندوں کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۴) شدید ضرورت کے وقت ناجائز چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔
مثلاً کسی موقع پر پیاس کی وجہ سے جان پر آ بنی ہے، پاک پانی میسر نہیں ہے صرف ناپاک پانی ہے، تو ایسی صورت میں ناپاک پانی پینا جائز ہے۔

(۵) حکم لگانے میں زیادہ چیز کا اعتبار ہوگا۔

مثلاً کسی برتن میں مطہر اور مستعمل پانی مل گئے۔ تو جو زیادہ ہوگا۔ اُسی کا اعتبار ہوگا۔ اگر مطہر زیادہ ہے تو سارا پانی مُطہر مانا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل درست ہوگا۔ اور اگر مستعمل زیادہ ہے تو سارا پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل جائز نہ ہوگا۔

(۶) جو بات نئی وجود میں آئی ہو اس کا وجود اسی وقت سے مانا جائے گا جس وقت اس کو دیکھا ہے۔

مثلاً کسی کنویں میں مرا ہُوا چوہا دیکھا گیا لیکن یہ اندازہ نہیں ہے کہ کب گرا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت سے دیکھا ہے اِسی وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھا جائے گا۔ اور اِس وقت سے پہلے اس کنویں کے پانی سے جو وضو اور غسل وغیرہ کیے گئے سب درست سمجھے جائیں گے۔

پانی کے مسائل

پانی ——— جس سے طہارت درست ہے

(۱) بارش کا پانی، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، پمپ ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی چاہے میٹھا ہو یا کھاری، اِسی طرح، شبنم، برف اور اولے کا پگھلا ہُوا پانی پاک ہے، ان میں سے ہر پانی سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل درست ہے۔

(۲) نجاست جیسے گوبر، لید، پاخانہ وغیرہ جلاکر جو پانی گرم کیا گیا ہو وہ پاک ہے اور اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۳) کسی تالاب، حوض یا گڑھے میں پانی زیادہ دنوں ٹھہرا اور رُکا رہا یا کسی برتن میں زیادہ دنوں تک بند رہا اور اس وجہ سے اس کا رنگ یا مزہ یا بُو بدل جائے تو وہ پاک ہے، بلا کراہت اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) جنگل وغیرہ میں چھوٹے بڑے گڑھوں میں جو پانی جمع ہو جاتا ہے، وہ پاک ہے۔ بلاکراہت اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں البتہ قرائن سے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے یا گمان غالب ہو جائے تو پھر اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

(۵) راستوں میں لوگ گھڑوں اور مٹکوں وغیرہ میں پانی رکھ دیتے ہیں جس سے سب ہی چھوٹے بڑے، شہری، دیہاتی پانی پیتے ہیں، اور پوری احتیاط نہیں ہو پاتی۔ یہ پانی پاک ہے۔ کسی کراہت کے بغیر اس سے وضو اور غسل درست ہے الا یہ کہ کسی قرینے سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۶) چھوٹے بچے اگر پانی میں ہاتھ ڈال دیں اور ان کے ہاتھ ناپاک ہونے کا نہ یقین ہے اور نہ شبہ ہے۔ مگر چونکہ بچے عام طور پر احتیاط نہیں جانتے اس لیے خیال ہوتا ہے کہ شاید نجاست لگی ہو، تو اس پانی کا حکم یہ ہے۔ کہ یہ پانی پاک ہے بلاکراہت اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۷) غیر مسلموں کے برتن کا پاک ہے اس لیے کہ نجاست سے عام طور پر سب ہی لوگ بچتے ہیں البتہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ انکے برتن کا پانی پاک نہیں ہے، تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۸) پانی میں کوئی پاک چیز پڑ جائے اور اس سے پانی کے رنگ یا بُو یا مزے میں فرق آجائے، شرط یہ ہے کہ نہ وہ چیز پانی میں پکائی گئی ہو اور نہ اس سے پانی گاڑھا ہو گیا ہو جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں ریت ملی ہوئی ہو یا زعفران پڑ گیا اور اس کا معمولی سا رنگ آگیا ہو یا صابون وغیرہ گھل گیا یا اسی طرح کی کوئی اور پاک چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں پانی پاک ہے اور اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۹) وہ کنویں جن سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں اور اُنکے ہاتھ پیر اَور برتن وغیرہ میلے اَور گرد آلود ہوتے ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ یہ، پاک ہیں اِلّا یہ کہ پانی بھرنے والوں کے ہاتھ پیَر یا برتن کی ناپاکی کا یقین ہو جائے۔

(۱۰) درخت کی پتیاں گرنے سے پانی کے تینوں یا کوئی ایک وصف بدل جائے تو یہ پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۱) کپڑے یا جسم صاف کرنے کے لیئے یا خود پانی ہی صاف کرنے کے لیۓ صابون یا بیری کی پتی یا کوئی اور ایسی ہی چیز پانی میں جوش دی جائے اور اس سے پانی گاڑھا نہ ہو پتلا ہی رہے تو اس سے وضو اَور غسل سب درست ہے، چاہے اس کا رنگ، مزہ، بُو سب کچھ بدل جائے۔

(۱۲) جس پانی سے چاول، پاک برتن، ترکاری وغیرہ دھوئی جائے یا پاک کپڑا گھنگالا جائے اَور اس سے پانی کا صرف ایک ہی وصف بدلے، یا کوئی وصف نہ بدلے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۳) سور اور کتے کے علاوہ کوئی اَور زندہ جانور جس پانی سے نہلایا جائے اور جانور کے جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور اس کے منہ کا لعاب پانی میں نہ ملے تو وہ پانی پاک ہے اسی طرح کسی پانی میں کتے اَور سؤر کے علاوہ کوئی جانور گھس جائے یا نہائے، اور اس کے جسم پر نجاست نہ لگی ہو تو وہ پانی پاک ہے بشرطیکہ جانور کا منہ اوپر رہے اور منہ کا لعاب پانی میں نہ پڑے اور اگر گھوڑا یا ایسے جانور ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو منہ کا لعاب ملنے کے بعد بھی پانی پاک ہے۔ اِس سے باطمینان وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۴) اگر پانی میں تھوڑا سا دودھ گر گیا اور رنگ میں برائے نام فرق

ہوا یا فرق ہی نہیں ہوا تو اس سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۵) ماءِ جاری اگر ناپاک ہو جائے تو نجاست کا اثر جس وقت زائل ہو جائے وہ پانی پھر پاک ہے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

(۱۶) پانی میں غیر دموی جانور مر جائے یا مر کر گر پڑے جیسے مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ، تو پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۷) پانی میں دریائی جانور مر جائے جیسے مچھلی، کیکڑا، کچھوا، مینڈک وغیرہ تو پانی پاک رہے گا[۱] اور اس سے کسی کراہت کے بغیر طہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔

پانی ——— جس سے طہارت درست نہیں

(۱) ماءِ قلیل راکد میں اگر پیشاب، خون یا شراب کا ایک قطرہ گر جائے یا کوئی اور نجاست ذرا سی بھی پڑ جائے یا رتی بھر پاخانہ گر جائے تو سارا پانی نجس ہو جائے گا چاہے پانی کے رنگ مزے اور بو میں کچھ بھی فرق نہ آئے، اس سے وضو اور غسل کرنا یا اور کوئی چیز پاک کرنا درست نہیں۔

(۲) اگر دموی جانور قلیل پانی میں مر جائے یا مر کر گر جائے تو پانی نجس ہو جائے گا اور غیر دموی جانوروں میں جو جانور انسان کا خون چوستے ہیں جیسے جونک بڑا مچھر یا بڑا کھٹمل، ان کے مرنے سے بھی پانی نجس ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ مینڈک مر جائے جس میں خون ہو تو بھی پانی نجس ہو جائے گا اور اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

(۳) پاخانہ اور گوبر وغیرہ میں جو کیڑا پیدا ہوتا ہے وہ بھی نجس ہے

---

[۱] خشکی اور تری کے مینڈک کا ایک ہی حکم ہے البتہ خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہو تو اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (علم الفقہ)

قلیل پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) کسی حوض میں قلیل پانی نجس موجود تھا اب اس میں اتنا پانی چھوڑ دیا کہ سب مل کر کثیر ہوگیا۔ تو یہ سارا پانی ناپاک رہے گا۔ اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

(۵) جس پانی میں کوئی اور چیز ملائی گئی یا پکائی گئی اور یہ چیز ملانے یا پکانے کے بعد عرف عام میں اس کو پانی نہ کہا جاتا ہو تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں جیسے شربت، شیرہ، شوربا، ستو وغیرہ۔

(۶) جن سیال اور پتلی چیزوں کو عرف عام میں پانی نہیں کہتے، ان سے وضو اور غسل جائز نہیں مثلاً گنے کا رس، کیوڑہ، گلاب، سرکہ وغیرہ اسی طرح پھلوں کے عرق اور پھلوں کے پانی سے بھی وضو اور غسل درست نہیں مثلاً لیمو، سنگترے کا عرق یا تربوز اور ناریل کا پانی وغیرہ۔

(۷) اگر پانی میں کوئی پاک چیز ڈال کر پکائی جائے اور عرف عام میں اس کو پانی بھی کہیں لیکن پانی کچھ گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۸) اگر پانی میں دودھ پڑ گیا یا زعفران گر گیا اور پانی میں دودھ یا زعفران کا رنگ اچھی طرح آگیا تو اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۹) کوئی ایسا جانور پانی میں مر جائے یا مرنے کے بعد گر پڑے جو دریائی نہ ہو لیکن پانی میں رہتا ہو جیسے بطخ یا مرغابی، تو پانی نجس ہو جائے گا۔ اور اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۱۰) ماءِ مستعمل اگرچہ پاک ہے، یعنی جسم یا لباس پر لگ جائے تو جسم یا لباس ناپاک نہ ہوگا، لیکن اس سے وضو اور غسل جائز نہیں، اس لئے کہ یہ خود تو پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرتا۔

(۱۱) پاک پانی میں ماء مستعمل مل جائے، اور ماءِ مستعمل مقدار میں

پاک پانی سے زیادہ ہو تو سارا پانی مستعمل قرار دیا جائے گا اور اس پانی سے وضو اور غسل درست نہ ہوگا۔

پانی ـــــ جس سے طہارت مکروہ ہے

(۱) دھوپ سے جو پانی گرم ہوا ہو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے، اس سے برص کے سفید داغ پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(۲) اگر قلیل پانی میں آدمی کا تھوک یا بلغم وغیرہ گر جائے تو اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۳) کوئی غیر مسلم جس کو پاکی ناپاکی کا احساس نہ ہو، پاک پانی میں ہاتھ ڈال دے لیکن اس کے ہاتھوں کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو صرف شک ہو کہ چونکہ عام طور پر غیر مسلم پاکی ناپاکی کا احساس نہیں رکھتے اس لیئے ممکن ہے ہاتھ ناپاک ہو، تو ایسے پانی سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۴) زمزم کے پانی سے کسی بے وضو شخص کو وضو نہ کرنا چاہیئے اور نہ کسی ایسے شخص کو غسل کرنا چاہیئے جس کو غسل کی ضرورت ہو، اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۵) جن مقامات میں کسی قوم پر خدا کا عذاب آیا ہے ان مقامات کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے۔

(۶) بلی، چوہے اور حرام پرندوں کے جھوٹے پانی سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۷) گدھے اور خچر کے جھوٹے پانی سے وضو اور غسل مشکوک ہے، یعنی یقین کے ساتھ نہ اس طہارت کو جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز کہہ سکتے ہیں، اس لیئے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنے کے بعد تیمم بھی کر لینا چاہیئے۔

جھوٹے پانی وغیرہ کے مسائل

(۱) انسان کا جوٹھا پاک ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، دیندار ہو یا بدکار، عورت ہو یا مرد، جنابت کی حالت میں ہو یا حیض و نفاس کی حالت میں، ہر حال میں اِس کا جوٹھا پاک ہے، البتہ شراب اور سور یا اور کوئی نجس چیز کھا کر پانی فوراً پیئے تو جوٹھا ناپاک ہوگا۔

(۲) حلال جانوروں کا جُوٹھا پاک ہے چاہے وہ چرند ہوں یا پرند جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، ہرنی اور طوطا، مینا، فاختہ، کبوتر وغیرہ اور گھوڑے کا جُوٹھا بھی پاک ہے۔

(۳) غیر دموی جانوروں کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ حلال ہوں یا حرام اور دریائی جانوروں کا جوٹھا بھی پاک ہے چاہے وہ حلال ہوں یا حرام۔ البتہ یہ شرط ان میں بھی ہے کہ نجاست کھاکر فوراً پانی جوٹھا نہ کیا ہو۔ اور اگر نجاست کھاکر فوراً پیا ہو تو پھر اس پانی سے طہارت درست نہیں۔

(۴) حرام جانور جو بالعموم گھروں میں رہتے اور آتے جاتے ہیں جیسے بلّی، چوہا، سانپ اور وہ پرندے جو حرام ہیں یا وہ حلال جانور جو چھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ مثلاً مرغی، بطخ وغیرہ ان کا جوٹھا مکروہ ہے اور اگر مرغی بند رکھی جاتی ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے ہاں اگر بلّی چوہا کھاکر فوراً پانی میں منہ ڈالے تو اس کا جُوٹھا نجس ہے۔

(۵) سور، کتا اور سارے ہی درندوں، شیر، بھیڑیا، بندر، لنگور، گیدڑ وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے۔

(۶) جنگل میں رہنے والے حرام جانور جیسے ہاتھی، گینڈا، گوہ وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے۔

(۷) دودھ، دہی اور سالن وغیرہ میں بلی منہ ڈال دے، تو اس کا کھانا جائز ہے۔

(۸) گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا مشکوک ہے، ایسے پانی سے وضو کرنے کے بعد تیمم بھی کر لینا چاہیئے۔

(۹) شکاری پرندے جیسے شکرہ، باز وغیرہ ان کا جوٹھا مکروہ ہے

(۱۰) چوہا، روٹی، بسکٹ، پھل وغیرہ کتر دے تو مناسب یہ ہے کہ اتنا حصّہ کاٹ کر استعمال کیا جائے۔

(۱۱) جن جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے ان کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن کا جوٹھا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

(۱۲) غیر مرد کا جوٹھا پانی اور کھانا وغیرہ عورت کے لئے کھانا پینا مکروہ ہے۔

کنوئیں کے مسائل و احکام

کنواں پاک کرنے کے وضاحتی احکام

کنویں کے مسائل اور اس کے پاک کرنے کے طریقے اور احکام سمجھنے کے لیئے ذیل کے سات وضاحتی احکام کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے:

(۱) کنویں کا سارا پانی ناپاک ہونے کی صورت میں پاک کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے۔ سارا پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی نکالا جائے کہ پانی ٹوٹ جائے اور اسکے بعد جب ڈول ڈالیں تو آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے اور اتنا پانی نکال دینے کے بعد کنویں کی مینڈ، کنویں میں لگی ہوئی سیڑھی، رسّی، ڈول اور نکالنے والوں کے ہاتھ پیر وغیرہ سب پاک ہو جاتے ہیں، الگ سے ان کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جس کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو اس میں سے تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۲) جن صورتوں میں کنواں پاک رہتا ہے اور تھوڑا پانی نکالنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اگر کوئی اپنے دل کی تسکین کے لیئے کسی خاص صورت میں بیس بیس ڈول نکالنا چاہے تو یہ خلافِ شرع نہیں ہوگا، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کو اسراف بے جا نہ کہیں گے۔

(۳) اگر کنویں کے ناپاک ہونے کا وقت یقینی طور پر معلوم نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو کنواں اسی وقت سے ناپاک قرار دیا جائے گا۔

جس وقت سے اس میں نجاست دیکھی گئی ہے اور اگر کوئی قرینہ موجود ہو، مثلاً جانور پھول پھٹ گیا ہے تو گمانِ غالب یہی ہے کہ وہ کئی دن پہلے کنویں میں گرا ہے اور اسی میں پھولا اور پھٹا ہے اس لیئے ایسی صورت میں تین دن اور تین راتوں کی نماز دُہرائیں گے اور ان کپڑوں اور برتنوں کو بھی دوبارہ پاک کریں گے جو اس پانی سے دھوئے گئے ہوں۔ اور جن چیزوں میں تلافی کی کوئی صورت نہ ہو۔ ان میں تردد کی ضرورت نہیں وہ معاف ہے۔

(۴) جس کنویں پر جو ڈول استعمال کیا جاتا ہے، اس کنویں کو پاک کرنے کے لیئے اسی ڈول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر بروقت کسی زیادہ بڑے یا زیادہ چھوٹے ڈول سے پانی نکالا گیا تو کسی اوسط درجے کے ڈول سے اس کا حساب نکالا جائے گا اور اگر اتنا ہی پانی جتنا نکالنے کا حکم ہے پائپ کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے نکال لیں تب بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۵) کنواں پاک کرنے کے لیئے سارا پانی ایک دم نکالیں یا تھوڑا تھوڑا وقفے سے نکالیں ہر صورت میں کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۶) جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز خود ہی ناپاک ہے، مثلاً مردہ چوہا، بلی وغیرہ تو پہلے اس کا نکالنا ضروری ہے بعد میں حکم کے مطابق پانی نکالا جائے اور اگر اس چیز کو نکالے بغیر پانی نکالا گیا تو چاہے کتنا بھی پانی نکال لیا جائے کنواں پاک نہ ہوگا۔ البتہ اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ جانور گل سڑ کر مٹی ہو گیا ہے تو پھر نکالنا ضروری نہیں صرف حکم کے مطابق پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

(۷) اگر کنویں میں کوئی ایسی چیز گری جو خود پاک تھی، لیکن اس میں نجاست لگی تھی، مثلاً گیند، جوتا، کپڑا وغیرہ، تو ان کا نکالنا کنویں کے پاک ہونے کے لیئے شرط نہیں، صرف حکم کے مطابق پانی نکالنا

کافی ہے۔

ناپاکی ـــــ جس میں سارا پانی نکالنا ضروری ہے

(۱) کنویں میں کوئی بھی نجاست گر جائے، خفیفہ ہو یا غلیظہ، تھوڑی ہو یا بہت سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور پورا پانی نکالنا ضروری ہو گا مثلاً آدمی کا پیشاب پاخانہ گر جائے، یا گائے، بھینس، کتا، بلی وغیرہ کا پیشاب پاخانہ گر جائے یا خون اور شراب کا کوئی قطرہ گر جائے۔ ہر صورت میں کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۲) سؤر گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے وہ زندہ نکلے یا مرا ہوا اس لیئے کہ سؤر کا بدن، پیشاب، پاخانے کی طرح نجس ہے۔

(۳) اگر آدمی گر کر مر جائے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔ سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر مرنے کے بعد گر جائے چاہے بچہ ہو یا بڑا سارا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) کتا، بکری یا ان سے بڑا جانور، گائے، بھینس، اونٹ، ہاتھی، گھوڑا وغیرہ گر کر مر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۵) کوئی دموی جانور زخمی ہو کر گر جائے چاہے زندہ نکلے یا مرا ہوا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۶) کوئی ناپاک چیز جیسے کپڑا برتن، جوتا وغیرہ گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۷) کوئی دموی جانور چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے یا پھولا پھٹا گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا مثلاً چوہا، چڑیا، چھپکلی وغیرہ گر کر پھول پھٹ جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۸) مرغی اور بطخ کی بیٹ گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۹) اگر دو بلیاں[1] یا اتنے ہی وزن کے بقدر چند اور جانور گر کر مر جائیں تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۱۰) اگر چوہے یا چھپکلی کی دم کٹ کر کنویں میں گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۱۱) کوئی غیر دموی جانور مثلاً بچھو، بھڑ، تیتا، چھپکلی یا خشکی کا مینڈک وغیرہ گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

ناپاکی ــــــ جس میں سارا پانی نکالنا ضروری نہیں

(۱) بلی، مرغی، کبوتر یا اس کے برابر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے مگر پھولے پھٹے نہیں تو چالیس[2] ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے، ۶۰ ڈول نکال لیے جائیں تو بہتر ہے۔

(۲) اگر چوہا، چڑیا، یا ان کے برابر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس[3] ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال لیے جائیں تو بہتر ہے۔

---

[1] کنویں میں گرنے والے جانوروں کی وجہ سے کنویں کی ناپاکی کا اندازہ کرنے کے لیے فقہ میں معیار کے طور پر تین جانور ہیں۔ بکری، بلی اور چوہا۔

- بکری کے برابر یا اس سے بڑے جانور بکری کے حکم میں ہیں۔
- بلی کے برابر یا اس سے بڑے اور بکری سے چھوٹے جانور بلی کے حکم میں ہیں۔
- چوہے کے برابر یا چوہے سے بڑے اور بلی سے چھوٹے جانور چوہے کے حکم میں ہیں۔

(۳) بڑی چھپکلی (جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے) اگر گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکال لینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال لیئے جائیں تو بہتر ہے۔

(۴) کسی کنویں میں مُرغی گر کر مر گئی، اس سے کوئی شخص پانی بھر رہا تھا کہ اس کو کنویں کے نجس ہونے کی اطلاع دی گئی اس نے وہ پانی تو پھینک دیا لیکن وہی بھیگا ہوا ڈول دوسرے پاک کنویں میں ڈال دیا تو یہ پاک کنواں بھی ناپاک ہو گیا۔ اور اس کو پاک کرنے کے لیئے بھی ناپاک کنویں کے برابر یعنی چالیس ڈول نکالے جائیں گے۔

وہ صورتیں جن میں کنواں ناپاک نہیں ہوتا

(۱) غیر دموی جانور مثلاً بچھو، بھڑ، خشکی کا مینڈک وغیرہ اگر کنویں میں گر کر مر جائے یا مرنے کے بعد گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۲) دریائی جانور جیسے مچھلی، کیکڑا، مگرمچھ وغیرہ گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۳) زندہ آدمی کنویں میں گر جائے، اور غوطہ لگنے کے بعد پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) سور کے سوا کسی بھی حلال یا حرام جانور کے بال، ناخن یا سوکھی ہڈی کنویں میں گر جائیں تو کنواں پاک رہے گا۔

(۵) جن جانوروں کا جوٹھا پاک ہے وہ اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو کنواں پاک رہے گا۔

(۶) جن جانوروں کا جوٹھا ناپاک[1] یا مشکوک ہے یا وہ اگر کنویں میں

---

[1] سور اگر گر کر زندہ بھی نکل آئے تب بھی وہ کنواں ناپاک ہے اور اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ گر جائے تب بھی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

گر کر زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کا منہ پانی میں نہ ڈوبے اور پانی میں ان کا لعاب نہ ملے۔ مگر احتیاطاً بیس تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔

(۷) مرغی اور بطخ کے علاوہ کسی پرندے کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۸) بکری کی چند مینگنیاں اگر کنویں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۹) گوجروں اور مویشی پالنے والوں کے کنویں عام طور پر گوبر اور لید کے ریزوں سے بچ نہیں پاتے، اور ان کے برتن بھی گوبر وغیرہ سے پوری طرح محفوظ نہیں ہوتے، تو چونکہ ان کے لئے گوبر وغیرہ سے پوری پوری احتیاط بہت دشوار ہے۔ اس لئے اگر معمولی مقدار میں گوبر لید وغیرہ کنویں میں گر جائے تو ان کا کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۱۰) کوئی غیر مسلم کنویں میں گر جائے، یا کوئی ایسا شخص کنویں میں اترے جس کو نہانے کی حاجت ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ جسم اور لباس پر کوئی نجاست نہ لگی ہو لیکن اگر اپنی تسکین کے لئے کوئی بیس تیس ڈول نکال ڈالے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۱) کوئی ایسی چیز کنویں میں گر جائے جس کا ناپاک ہونا یقینی نہیں ہے، مثلاً انگریزی دوائیں جن کے بارے میں شبہ ہے کہ ان میں شراب ہے، تو ان کے ڈالنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۱۲) شہروں میں ٹنکی سے پائپ کے ذریعے جو پانی آتا ہے۔ یہ ماءِ جاری ہے اس میں کوئی نجاست گرے تو اسی وقت پانی ناپاک سمجھا جائے گا جب رنگ، بو، اور مزے میں فرق آجائے۔

استنجا کا بیان

پیشاب پاخانے سے فراغت کے بعد بدن پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں، شریعت میں استنجا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ استنجا سے غفلت اور لاپرواہی سخت گناہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عذاب قبر کا سبب بتایا ہے، ایک بار آپؐ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا :

"ان دونوں مُردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں ان میں سے ایک تو وہ شخص ہے جو پیشاب کر کے اچھی طرح پاکی حاصل نہیں کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغل خوری کرتا تھا[1]"

رفع حاجت کے آداب و احکام

(۱) پاخانہ پیشاب کرتے وقت مشرق اور مغرب کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا منع ہے، بچوں کو پاخانہ پیشاب کراتے وقت بھی ایسی جگہ نہ بٹھانا چاہیئے جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہوتی ہو، اسی طرح سورج اور چاند کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے پاخانہ پیشاب کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے

(۲) سوراخ یا سخت زمین پر بھی پیشاب کرنا منع ہے، سوراخ میں تو اس لیے کہ ممکن ہے کوئی موذی جانور ہو اور وہ نکل کر کاٹ لے، اور

---

[1] بخاری، مسلم

سخت زمین پر اس لئے کہ چھینٹیں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔

(۳) سایہ دار درخت کے نیچے، دریا اور تالاب کے کنارے جہاں سے لوگ پانی پی لیتے ہوں، پھل پھول والے درختوں کے نیچے، ایسے مقامات جہاں لوگ وضو اور غسل کرتے ہوں، قبرستان میں اور مسجد یا عیدگاہ کے اس قدر قریب کہ بدبو کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہونے لگے۔ عام گزرگاہ پر، راستوں کے قریب، کسی مجلس یا نشستگاہ کے قریب، غرض ایسے تمام مقامات پر پاخانہ، پیشاب کرنا منع ہے جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں، آرام لیتے ہوں، یا دوسری ضرورتوں کو پورا کرتے ہوں اور نجاست سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۴) کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا بھی منع ہے البتہ کسی واقعی معذوری اور مجبوری میں کبھی کر لیا جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵) اگر انگوٹھی وغیرہ پر خدا کا نام یا کلمہ یا آیت یا حدیث لکھی ہو تو پاخانہ پیشاب کو جاتے وقت اس کو اُتار لینا چاہیئے تاکہ بے ادبی نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی رہا کرتی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، جب آپ رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو اس کو اتار دیتے تھے"[1]

(۶) پیشاب پاخانہ کرتے وقت بلا ضرورت باتیں کرنا، بے وجہ کھانسنا، کسی آیت، حدیث یا اور کسی متبرک چیز کا پڑھنا، یا چھینک آئے

---

[1] مسلم، ترمذی

تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا درست نہیں، البتہ دل میں کہہ لیں، تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۷) پاخانے میں تمام کپڑے اتار کر بالکل ننگا بیٹھنا یا بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا درست نہیں۔

(۸) کھیت میں یا میدان میں رفعِ حاجت کے لئے بیٹھنا ہو تو بیٹھنے سے پہلے اور بیت الخلاء میں بیٹھنا ہو تو داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ [۱]

"اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں شریر جنات سے خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔"

اور جب فارغ ہو کر باہر نکلیں تو یہ دُعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ [۲]

"خدا کا شکر ہے جس نے مجھ سے گندگی اور تکلیف دور فرمائی اور مجھے آرام بخشا۔"

اور اگر فراغت کے بعد کی یہ دُعا یاد نہ ہو تو یہ مختصر دُعا پڑھ لیں:

غُفْرَانَكَ۔

"اے اللہ میں تیری بخشش کا طالب ہوں۔"

(۹) ٹھہرے ہوئے یا بہتے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آپؓ ہی کا بیان یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب

---

[۱] بخاری۔

[۲] نسائی، ابن ماجہ

کرنے سے منع فرمایا ہے۔[۱]

استنجا کے آداب و احکام

(۱) پیشاب پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد پہلے بقدرِ ضرورت ڈھیلوں سے بدن کو اچھی طرح پاک کرنا اور پھر پانی سے طہارت حاصل کرنا مسنون ہے، اور اگر کسی موقع پر ڈھیلے میسّر نہ ہوں تو صرف پانی سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے، البتہ صرف پانی سے استنجا کرنے کی صورت میں پیشاب کرنے کے بعد اتنا توقف کرنا چاہیئے کہ قطرہ نہ آنے کا پورا اطمینان ہو جائے، تب پانی سے استنجا کرنا چاہیئے۔

(۲) پیشاب کے بعد ڈھیلے سے استنجا اتنی دیر تک کرنا چاہیئے کہ تری کا شبہ نہ رہے اور خشکی کا پورا اطمینان ہو جائے چاہے چل پھر کر اطمینان حاصل ہو یا اور کوئی مناسب حرکت کرنے سے حاصل ہو۔

(۳) ڈھیلے سے استنجا کرتے وقت، تہذیب، شائستگی، دینی وقار اور شرم و حیا کا ضرور پاس و لحاظ کرنا چاہیئے۔ عام راستوں میں جہاں عورتیں بچے، مرد گزرتے ہوں، بے تکلف پائجامے میں ہاتھ ڈالے ڈالے ٹہلنا، بے تکلف گفتگو میں سرگرم رہنا، ٹانگ سے ٹانگ دبانے کی عجیب عجیب حرکتیں کرنا بڑی بے شرمی اور بے تہذیبی کی بات ہے، اور اس سے اسلامی تہذیب کے بارے میں بڑا غلط تاثر پیدا ہوتا ہے، یہ کام یا تو بیت الخلاء کے اندر کرنا چاہیئے یا پھر لوگوں کی نگاہ سے بچ کر کرنا چاہیئے۔

(۴) پانی، مٹی کے ڈھیلے، پتھر، کنکر، معمولی پرانا کپڑا، جاذب اور اس قسم کی اُن ساری چیزوں سے استنجا کیا جا سکتا ہے جو پاک ہوں اور جن

---

[۱] مسلم، نسائی۔

سے نجاست دُور ہو سکے، البتہ اس کا لحاظ رہے کہ استنجے کے لیے جو کچھ استعمال کیا جائے وہ نہ تو قیمتی اشیاء ہوں اور نہ ایسی چیزیں ہوں، جن کا احترام ضروری ہے۔

(۵) لید، گوبر، مینگنی یا وہ ڈھیلے جن سے ایک بار استنجا کیا جا چکا ہو، یا وہ چیزیں جن سے نجاست دُور نہ ہو سکے مثلاً سرکہ، شربت وغیرہ ان سب چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے۔

(۶) ہڈی، کوئلہ، چُونا، شیشہ یا ایسے کنکر، ٹھیکری جن سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، ان سے بھی استنجا کرنا منع ہے۔

(۷) لوہا، تانبہ، پیتل، سونا چاندی اور دوسری دھاتوں سے استنجا کرنا منع ہے۔

(۸) وہ چیزیں جن کو جانور کھاتے ہوں مثلاً گھاس، بھوسہ، پتے اور قیمتی اشیاء جیسے کپڑا، عرق وغیرہ، آدمی کے اجزاء جیسے بال گوشت وغیرہ، مسجد کی چٹائی کا ٹکڑا، کوڑا، جھاڑن وغیرہ، لکھا ہُوا کاغذ یا سادہ کاغذ جس پر لکھا جاتا ہو، زمزم کا پانی، پھلوں کے چھلکے غرض اِن تمام چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے جن سے انسان یا جانور فائدہ اُٹھاتے ہوں، یا جن کا احترام کرنا ضروری ہو۔

(۹) اگر گندگی اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو استنجا کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر اپنی جگہ سے بڑھ جائے تو فرض ہے۔

(۱۰) پیشاب پاخانے کے مقام سے اگر کوئی اور نجاست خارج ہو مثلاً پیپ خُون وغیرہ تب بھی اِستنجا کرنا چاہیئے۔

(۱۱) اِستنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے۔ اور استنجا کے بعد ہاتھ کو اچھی طرح دھو لینا چاہیئے، مٹی سے یا صابون وغیرہ سے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء

تشریف لے جاتے تو میں ایک پیتل کے برتن میں آپؐ کو پانی دیتا۔ آپؐ استنجا فرماتے اور پھر زمین پر ہاتھ ملتے۔

ٖ[1] ابوداؤد، نسائی۔

وضو کا بیان

وضو کی فضیلت و برکت

وضو کی عظمت و اہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی ا کہ خود قرآن میں نہ صرف اس کا حکم ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وضو میں کن کن اعضاء کو دھویا جائے، اور یہ بھی وضاحت کی کہ وضو نماز کی لازمی شرط ہے۔

یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ[1] (المائدہ: ۶)

"مومنو! جب تم نماز پڑھنے کے لیے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو دھولو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اور اپنے سروں پر مسح کرلو، اور پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولو۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کی فضیلت و برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں قیامت کے روز اپنی اُمت کے لوگوں کو پہچان لوں گا!"

کسی نے کہا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ وہاں تو ساری دنیا کے انسان جمع ہوں

---

[1] علم الفقہ حصہ اول۔

گے ؟ فرمایا:

"ایک پہچان یہ ہوگی کہ وضو کی وجہ سے میری اُمّت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں جگمگا رہے ہوں گے"[1]

اور ایک موقع پر آپؐ نے اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جو (میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق) اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو"[2]

نیز آپؐ نے فرمایا:

"وضو کرنے سے چھوٹے چھوٹے گناہ دھل جاتے ہیں اور وضو کرنے والا آخرت میں بلند درجات سے نوازا جاتا ہے اور وضو سے سارے ہی بدن کے گناہ جھڑ جاتے ہیں"[3]

اور ایک موقع پر تو آپؐ نے وضو کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے:

"ٹھیک ٹھیک راہِ حق پر قائم رہو، اور تم ہرگز راہِ حق پر

---

[1] علم الفقہ حصہ اوّل۔

[2] مسلم۔

[3] بخاری، مسلم۔

جنے کا حق ادا نہ کر سکو گے (لہٰذا اپنے قصور اور عاجزی کا احساس رکھو) اور خوب سمجھ لو تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی پوری پوری نگہداشت تو بس مومن ہی کر سکتا ہے"[1]

وضو کا مسنون طریقہ

وضو کرنے والا پہلے یہ نیت کرے کہ میں محض خدا تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس سے اپنے عمل کا صلہ پانے کے لیے وضو کرتا ہوں پھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہہ کر وضو شروع کرے[2] اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ[3]

"اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے"

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ

"میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی لایا، آپؐ نے وضو کرنا شروع کیا، تو میں نے سنا کہ آپؐ وضو میں یہ دعا (یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ) پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! آپؐ یہ دعا فرما رہے تھے؟ ارشاد فرمایا، میں نے دین و دنیا کی کون سی چیز مانگنے سے چھوڑ دی!"

---

[1] مؤطا امام مالک، ابن ماجہ۔

[2] ابوداؤد، ترمذی۔

[3] نسائی۔

وضو کے لیئے پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک خوب اچھی طرح مل مل کر تین بار دھوئیے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین بار کلی کرے، اور مسواک بھی کرے[1] اور اگر کسی وقت مسواک نہ ہو تو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پر مل کر دانت صاف کرے، اگر روزے سے نہ ہو تو تینوں بار غرارہ بھی کرے یعنی حلق تک پانی پہنچائے کلی کرنے کے بعد تین بار ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے[2] اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے، ناک میں پانی ڈالنے کیلئے ہر بار نیا پانی لے پھر دونوں ہاتھ ملا کر لپ میں پانی لے کر تین بار پورا چہرہ اس طرح دھوئیے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ اگر داڑھی

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا غیر معمولی اہتمام فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، دن میں یا رات میں جب بھی نیند سے بیدار ہوتے، تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے (ابوداؤد) اور حذیفہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شب میں تہجد کے لیئے بیدار ہوتے تو آپؐ کا معمول تھا کہ مسواک سے اپنے منہ کو خوب اچھی طرح صاف فرماتے، (پھر وضو کر کے تہجد میں مشغول ہو جاتے) اور امت کو مسواک کی ترغیب دیتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور خدا کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے" (نسائی، بخاری)

نیز آپؐ نے فرمایا:

"اگر مجھے امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر وضو میں مسواک کیا کریں"

(بخاری، مسلم)

[2] مگر روزے کی حالت میں احتیاط سے کام لے۔

گھنی ہو تو داڑھی میں خلال بھی کرے۔ تاکہ بالوں کی جڑ تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے۔ اور چہرہ دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمۂ شہادت کے بعد یہ دُعا بھی پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ [1]

"اے اللہ میرا چہرہ اس دن روشن فرمادے جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے تاریک ہوں گے۔"

پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مل مل کر دھوئے پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین بار دھوئے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی وغیرہ ہو تو ہلائے اور عورتیں بھی اپنی چوڑیاں اور زیور وغیرہ ہلا لیں تاکہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر خلال بھی کرلے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کا طریقہ

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں دونوں ہاتھوں کو ملاکر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کے بالوں سے پیچھے کی طرف پھیر کر چوتھائی سر کا مسح کرے، پھر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف پھیر کر تین چوتھائی سر کا مسح کرے پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ میں اور انگوٹھے سے بیرونی حصے میں مسح کرے، پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے، مسح کے اس طریقے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح کسی بھی حصہ کے مسح میں ہاتھ کا وہ حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا جو ایک

---

[1] علم الفقہ

بار استعمال ہو چکا ہو۔

مسح کرنے کے بعد پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار اس طرح دھوئے کر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتا جائے اور بائیں ہاتھ سے ملتا جائے۔ اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال بھی کرے۔ دائیں پیر میں خلال چھوٹی انگلی سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کرکے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے۔ اور وضو تسلسل کے ساتھ کرنے کا اہتمام کرے۔ ایک عضو کے بعد فوراً دوسرا عضو دھوئے۔ ٹھہر ٹھہر کر وقفوں کے ساتھ نہ دھوئے۔

وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے تین بار یہ دُعا پڑھے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[1]

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں"

وضو کے احکام

وضو فرض ہونے کی صورتیں

(۱) ہر نماز کے لئے چاہے فرض ہو یا نفل، وضو فرض ہے۔

[1] حصن حصین بحوالہ ترمذی۔

(۲) نماز جنازہ کے لیے وضو فرض ہے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کے لیئے وضو فرض ہے۔

وضو واجب ہونے کی صورتیں

(۱) بیت اللہ کے طواف کے لیئے وضو واجب ہے۔

(۲) قرآن پاک چھونے کے لیئے وضو واجب ہے۔

وضو سنت ہونے کی صورتیں

(۱) سونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔

(۲) غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

وضو مستحب ہونے کی صورتیں

(۱) اذان اور تکبیر کے وقت وضو مستحب ہے۔

(۲) خطبہ پڑھتے وقت چاہے خطبۂ نکاح ہو یا خطبۂ جمعہ ہو۔

(۳) دین کی تعلیم دیتے وقت۔

(۴) ذکر الٰہی کرتے وقت۔

(۵) سو کر اٹھنے کے بعد۔

(۶) میت کو غسل دینے کے بعد۔

(۷) روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت۔

(۸) میدان عرفات میں ٹھہرنے کے وقت۔

(۹) صفا اور مروہ کی سعی کے وقت۔

(۱۰) جنابت کی حالت میں کھانے سے پہلے۔

(۱۱) حیض و نفاس کے ایام میں ہر نماز کے وقت۔

(۱۲) اور ہر وقت با وضو رہنا بھی مستحب ہے۔ اس کی بڑی فضیلت

---

[۱] اہل حدیث کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لیئے وضو فرض نہیں ہے۔

آئی ہے۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں اور درحقیقت انہی چار چیزوں کا نام وضو ہے ۔۔۔۔ ان میں سے اگر کوئی چیز بھی چھوٹ جائے یا بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

(۱) ایک بار پورے چہرے کا دھونا۔ یعنی پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سارے چہرے کو دھونا۔

(۲) ایک بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) ایک بار دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

وضو میں کچھ چیزیں سنت ہیں۔ وضو کرتے وقت ان کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اگرچہ ان کے چھوڑ دینے یا ان کے خلاف عمل کرنے والے کا وضو بھی ہو جاتا ہے، لیکن قصداً ایسا کرنا اور بار بار کرنا نہایت غلط ہے اور اندیشہ ہے کہ ایسا شخص گنہگار ہو۔ وضو میں پندرہ سنتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجرِ آخرت کی نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وضو شروع کرنا۔

(۳) چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) تین بار کلی کرنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

(۷) تین بار ڈاڑھی میں خلال کرنا۔[۱]

(۸) ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

(۹) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۱۰) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔[۲]

(۱۱) مسنون ترتیب کے مطابق وضو کرنا۔

(۱۲) اعضاء دھونے میں پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں کو دھونا۔

(۱۳) ایک عضو کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا۔ اور ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

(۱۴) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

(۱۵) وضو سے فارغ ہو کر مسنون دُعا پڑھنا۔[۳]

وضو کے مستحبات

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا وضو میں مستحب ہے۔

(۱) کسی ایسی اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے اور جسم و لباس پر چھینٹیں بھی نہ پڑیں۔

(۲) وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا۔

---

[۱] احرام باندھے ہوئے شخص کو ڈاڑھی میں خلال نہ کرنا چاہیئے۔ مبادا کوئی بال ٹوٹ جائے اور محرم کیلئے بال توڑنے کی ممانعت ہے۔

[۲] کانوں کا مسح کرنے کیلئے از سرِ نو ہاتھوں کو تر کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی، عمامہ یا رومال وغیرہ چھونے سے ہاتھوں میں تری نہ رہے تو دوبارہ تر کرے۔

[۳] دُعا صفحہ ۱۴۶ پر دیکھیئے۔

(۳) وضو میں دوسرے کی مدد نہ لینا یعنی خود ہی پانی لیا جائے اور خود ہی اعضاء دھوئے جائیں[1]

(۴) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۵) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۶) پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔

(۷) اعضاء دھوتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا۔

(۸) اعضاء کو دھوتے وقت اچھی طرح مل مل کر دھونا تاکہ کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ جائے اور میل کچیل بھی خوب صاف ہو جائے۔

وضو کے مکروہات

وضو میں ۹ باتیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔

(۱) وضو کے آداب اور مستحبات کو ترک کرنا یا اسکے خلاف کرنا۔

(۲) ضرورت سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

(۳) اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضاء کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

(۴) وضو کے دوران بلاوجہ ادھر اُدھر کی باتیں کرنا۔

(۵) چہرے پر زور زور سے چھپکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضاء پر زور زور سے چھینٹیں مارنا اور دھونے میں چھینٹیں اڑانا۔

(۶) تین تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھونا۔

---

[1] اگر کوئی خود سے آگے بڑھ کر نل سے پانی بھر دے، یا کنویں سے نکال دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ اس کا انتظار کرنا اور دوسروں سے یہ توقع کرنا کہ وہ پانی بھر کر دیں یہ درست نہیں اور معذوری میں دوسروں سے اعضاء دھلوانا بھی جائز ہے۔

(۷) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔
(۸) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔
(۹) کسی عذر کے بغیر ان اعضاء کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

جبیرہ[1] اور زخم وغیرہ پر مسح

(۱) ٹوٹی ہوئی ہڈی پر کھپچی رکھ کر پٹی باندھی گئی ہو یا پلاسٹر چڑھایا گیا ہو۔ اس عضو کو دھونا وضو میں ضروری ہو تو اس صورت میں پٹی کے اوپر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

(۲) زخم پر پٹی بندھی ہو یا پھایا لگا ہوا ہو، اور پانی پہنچنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہے۔ اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو وہ بھی معاف ہے۔

(۳) اگر زخم کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ جو پٹی باندھی گئی ہے۔ اس کے درمیان میں جسم کا ایسا حصّہ ہے جو صحیح سالم ہے اور پٹی کھولنے یا کھول کر اس حصّے کو دھونے میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس حصّے پر بھی مسح کر لینا کافی ہے۔

(۴) چوٹ یا زخم پر بندھی ہوئی پٹی کھول کر اس حصّہ جسم کو دھونے میں کوئی نقصان کا اندیشہ تو نہیں لیکن پٹی اس انداز کی ہے کہ کھول کر خود باندھنا ممکن نہیں اور کوئی دوسرا باندھنے والا بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مسح کرنے کی اجازت ہے۔

(۵) پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

---

[1] دیکھئے فقہی اصطلاحات صفحہ ۳۲

(۶) اگر کسی عضو پر چوٹ یا زخم ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کر لینا کافی ہے۔

(۷) اگر چہرہ یا ہاتھ پیر پھٹ گئے یا کسی عضو میں درد ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کرنا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کرے۔

(۸) اگر ہاتھ پیر پھٹنے کی وجہ سے اس میں موم یا واسلین وغیرہ بھر لیا ہو یا کوئی اور دوا بھر لی ہو تو اس پر صرف پانی بہا لینا کافی ہے واسلین وغیرہ کا نکالنا اور ہٹانا ضروری نہیں اور اگر پانی ڈالنا بھی مضر ہو تو پھر صرف مسح کافی ہے۔

(۹) زخم یا چوٹ پر لگی ہوئی دوا یا پھایہ پر پانی بہایا یا مسح کیا اور اس کے بعد یہ دوا یا پھایہ چھوٹ گیا یا چھڑا لیا گیا اور زخم اچھا ہو گیا ہے تو اب اس عضو کا دھونا ضروری ہے، کیا ہوا مسح ختم ہو جائے گا۔

کن چیزوں پر مسح جائز نہیں

(۱) ہاتھ کے دستانوں پر۔

(۲) ٹوپی پر۔

(۳) سر پر بندھے ہوئے مفلر یا عمامے پر۔

(۴) دوپٹے یا برقعے پر۔

نواقضِ[1] وضو

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں :

---

[1] یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے حدثِ اصغر پیدا ہوتا ہے۔

- ایک وہ جو جسم کے اندر سے خارج ہوں۔
- دوسرے وہ جو خارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلی قسم

(۱) پاخانہ پیشاب خارج ہونا۔

(۲) پیچھے کے حصے سے ہوا کا خارج ہونا۔

(۳) پاخانہ یا پیشاب کے مقام سے کسی اور چیز کا نکلنا۔ مثلاً کیچوا، کیڑا، کنکر، پتھر، خون وغیرہ کا نکلنا۔

(۴) بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

(۵) تھوک یا بلغم کے علاوہ، خون، پیپ، غذا یا کوئی اور شے قے میں نکلے اور قے منہ بھر کر ہو۔

(۶) اگر قے منہ بھر کر نہ ہو لیکن تھوڑی تھوڑی کئی بار ہو جائے اور اس کی مقدار منہ بھر قے کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) اگر تھوک میں خون آجائے اور خون کا رنگ تھوک پر غالب ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۸) بغیر شہوت کے منی نکل آئے۔ مثلاً کسی نے بوجھ اٹھایا، یا کوئی اونچی جگہ سے گرا اور اس صدمے سے اس کی منی نکل پڑی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۹) اگر آنکھوں میں کوئی تکلیف ہو اور اس سے میل کچیل یا پانی بہے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جس شخص کی آنکھ سے یہ پانی مسلسل بہتا ہو وہ معذور سمجھا جائے گا۔

(۱۰) کسی خاتون کی چھاتی سے درد اور تکلیف کی وجہ سے دودھ کے علاوہ کچھ پانی وغیرہ نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۱) استحاضہ کا خون آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی

طرح مذی نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۲) جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سب سے وضو بھی لازماً ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً حیض و نفاس اور منی وغیرہ۔

دوسری قسم

(۱) چت یا پیٹ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جن حالتوں میں ہوش و حواس درست نہیں رہتے۔ ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) کسی مرض یا صدمے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) کسی نشیلی چیز کے کھانے پینے یا سونگھنے سے نشہ آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۵) نماز جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۶) دو آدمیوں کی شرمگاہیں شہوت کی حالت میں مل جائیں اور بیچ میں کسی کپڑے وغیرہ کی رکاوٹ نہ ہو تو انزال ہوئے بغیر بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) لیٹ کر نماز پڑھنے والا مریض اگر نماز میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۸) نماز سے باہر آدمی دو زانو ہو کر سو جائے یا کسی اور طریقے سے سو جائے اور اس کی دونوں ایڑیاں زمین سے علیحدہ ہوں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

—

وہ باتیں۔ جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

(۱) نماز میں سو جانے سے چاہے سجدہ میں ہی سوئے۔

(۲) بیٹھے بیٹھے اُونگھ جانے سے۔

(۳) نابالغ آدمی کے قہقہہ لگانے سے۔

(۴) جنازے کی نماز میں قہقہہ لگانے سے۔

(۵) نماز میں ہلکی آواز سے ہنسنے اور مسکرانے سے۔

(۶) عورت کے پستان سے دودھ نکلنے یا نچوڑنے سے۔

(۷) ستر برہنہ ہونے، یا ستر کو ہاتھ لگانے یا کسی کا ستر دیکھنے سے۔

(۸) زخم سے خون نکلے مگر زخم کے اندر ہی رہے، بہنے نہ پائے۔

(۹) وضو کے بعد اگر ڈاڑھی یا سر کے بال وغیرہ منڈوا دیئے جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا۔

(۱۰) تھوک اور بلغم سے چاہے وہ منہ بھر کر ہی ہو۔

(۱۱) مرد اور عورت کے بوس وکنار سے۔

(۱۲) کان، ناک یا منہ سے کوئی کیڑا نکلنے سے۔

(۱۳) جسم سے کوئی پاک چیز نکلے جیسے آنسو اور پسینہ وغیرہ۔

(۱۴) ڈکار آنے سے چاہے ڈکار بدبودار ہو۔

(۱۵) جھوٹ بولنے، غیبت کرنے یا اور کوئی گناہ کرنے سے (معاذ اللہ)

حدثِ اصغر کے احکام

(۱) حدثِ اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، عیدین کی نماز ہو یا جنازے کی۔

(۲) سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت کا سجدہ ہو یا شکرانہ کا یا کوئی شخص یوں ہی خدا کے حضور سجدہ کرنا چاہے۔

(۳) قرآنِ پاک کا چھونا مکروہ تحریمی ہے۔ اور یہی حکم قرآن پاک کی جلد یا اس کپڑے اور گوٹے فیتے وغیرہ کا ہے جو قرآن پاک کی جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو۔

(۴) حدث اصغر کی حالت میں طوافِ کعبہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اگر کسی کاغذ، کپڑے، پلاسٹک، ریگزین وغیرہ کے ٹکڑے پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کا چھونا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۶) قرآنِ پاک اگر جزدان یا رومال وغیرہ یعنی علیحدہ کپڑے میں لپٹا ہو تو اس کو چھونا مکروہ نہیں۔

(۷) نابالغ بچوں، کتابت کرنے والوں، چھاپنے والوں، جلد بنانے والوں کے لیئے حدثِ اصغر کی حالت میں قرآنِ پاک چھونا مکروہ نہیں۔ اس لیئے کہ ان لوگوں کے لیئے ہر وقت حدثِ اصغر سے پاک ہونا غیر معمولی زحمت کی بات ہے۔

(۸) حدثِ اصغر میں قرآنِ مجید کا پڑھنا پڑھانا۔ خواہ دیکھ کر ہو یا بغیر دیکھے یا زبانی، ہو ہر حال میں درست ہے۔

(۹) تفسیر کی ایسی کتابیں جن میں قرآن پاک کا متن بھی ہو حدثِ اصغر میں چھونا مکروہ ہے۔

(۱۰) حدثِ اصغر میں قرآنِ پاک کا لکھنا جائز ہے اگر صورت یہ ہو کہ جس چیز پر لکھا جا رہا ہے اس کو نہ چھوئے۔

(۱۱) قرآنِ پاک کا ترجمہ اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اچھا یہی ہے کہ اس کو بھی وضو کر کے چھوا جائے۔

معذور کے وضو کا حکم

وضو کے معاملہ میں اس شخص کو معذور سمجھا جاتا ہے جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو، جس سے ہر وقت وضو توڑنے والی چیز بہتی رہتی ہو اور مرض

سے اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے۔ مثلاً

(۱) کوئی آنکھوں کا مریض ہو اور ہر وقت آنکھوں سے کیچ اور میل نکلتا رہتا ہو یا ہر وقت پانی بہتا ہو۔

(۲) کسی کو پیشاب کا مرض ہو اور ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہو۔

(۳) کسی کو ریاحی مرض ہو اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہو۔

(۴) کسی کو پیٹ کا مرض ہو اور ہر وقت پاخانہ جاری رہتا ہو۔

(۵) کوئی ایسا مرض ہو جس سے ہر وقت خون یا پیپ رستا رہتا ہو۔

(۶) کسی کو نکسیر کا ایسا مرض ہو کہ ہر وقت خون جاری رہتا ہو۔

(۷) کسی کو منی یا مذی کا مرض ہو اور ہر وقت بہتی رہتی ہو۔

(۸) کسی خاتون کو ہر وقت استحاضہ کا خون آتا رہتا ہو۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ایسا شخص ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرے اور یہ وضو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کوئی دوسری چیز ایسی نہ پیدا ہو جائے جس سے وضو جاتا رہتا ہے، مثلاً کسی کو نکسیر کا مرض ہے۔ اس نے ظہر کا وضو کیا۔ تو اس کا یہ وضو عصر تک باقی رہے گا۔ ہاں اگر نکسیر کے خون کے علاوہ اس کو پیشاب آیا، یا ریح خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

معذور کے مسائل

(۱) معذور ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنے کے بعد وقت رہنے تک اس وضو سے، فرض، سنت، نفل سب نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) کسی نے فجر کی نماز کے لیے وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد وہ وضو ختم ہو گیا اب اگر نماز پڑھنا ہو تو نیا وضو کرنا ہو گا۔

(۳) آفتاب نکلنے کے بعد اگر وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ظہر کے لیے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ

عصر کا وقت ہوتے ہی یہ وضو ختم ہو جائے گا۔

(۴) اگر کسی معذور کو کسی نماز کا پورا وقت ایسا مل جائے کہ اس پورے وقت میں اس کا وہ مرض بالکل ٹھیک رہے۔ مثلاً کسی کو پیشاب کا مرض تھا اور ظہر سے عصر تک پورے وقت میں اس کو ایک قطرہ بھی نہیں آیا تو اس کی معذوری ختم ہو گئی۔ اب جتنی بار بھی قطرہ آئے گا نیا وضو کرنا پڑے گا۔

موزوں پر مسح کا بیان

گوناگوں سہولتوں کے پیش نظر شریعت نے موزوں پر مسح کی اجازت دی ہے۔ بعض سخت موسموں میں بالخصوص ان ممالک میں جہاں غیر معمولی سردی پڑتی ہے۔ شریعت کے اس انعام پر بے اختیار شکر کے جذبات ابھرتے ہیں اور خدا کے بے پایاں رحم وکرم کا گہرا احساس پیدا ہوتا ہے، اور یہ یقین بڑھتا ہے کہ دین نے ہماری کسی بھی ضرورت اور دشواری کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

کن موزوں پر مسح درست ہے

جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کا تعلق ہے اس کے جواز پر تو تقریباً سب ہی کا اتفاق ہے، البتہ اونی، سوتی، ریشمی اور نائیلون وغیرہ کے موزوں پر مسح کے جائز ہونے نہ ہونے کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ بیشتر فقہاء اون اور سوت وغیرہ کے موزوں پر مسح جائز ہونے کے لیے کچھ شرطیں لگاتے ہیں اور کچھ اہل علم کہتے ہیں کسی شرط کے بغیر ہر موزے پر مسح کرنا جائز ہے۔ عام طور پر فقہ کی کتابوں میں صرف ان ہی موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن میں یہ چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) اتنے دبیز ہوں کہ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ پیروں پر ٹکے رہ سکیں۔

(۲) اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل پیدل چل سکیں۔

(۳) اتنے گف ہوں کہ ان میں سے پیروں کی جلد نہ جھلکتی ہو۔

(۴) واٹر پروف ہوں کہ ان پر پانی ڈالا جائے تو وہ جذب نہ

کریں اور پانی نیچے کی سطح تک نہ پہنچے ــــــ جن موزوں میں یہ چار شرطیں[1] نہ پائی جائیں ان پر مسح کرنا درست نہیں۔

---

[1] بعض اہل بصیرت ان شرائط کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور جوتوں پہ مسح فرمایا ہے، لہذا ہر قسم کے موزے پر کسی قید کے بغیر مسح کرنا درست ہے۔ دورِ حاضر کے ایک مشہور اور عالم اسلام کے جانے پہچانے صاحب فکر و بصیرت عالم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسکاٹ لینڈ میں مقیم ایک طالب علم کے سوال کے جواب میں جو وضاحت فرمائی تھی اس سے اس مسئلہ پر اچھی روشنی پڑتی ہے، ذیل میں ہم یہ سوال و جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال:۔ موزوں اور جرابوں پر مسح کے بارے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، میں آج کل تعلیم کے سلسلے میں اسکاٹ لینڈ کے شمالی حصے میں مقیم ہوں۔ یہاں جاڑے کے موسم میں سخت سردی پڑتی ہے، اور اونی جراب کا ہر وقت پہننا ناگزیر ہے، کیا ایسی جراب پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے؟ براہِ نوازش اپنی تحقیق احکام شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے اس کے جواز پر قریب قریب تمام اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔ مگر سوتی اور اونی جرابوں کے معاملے میں عموماً ہمارے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے، کہ وہ موٹی ہوں، اور شفاف نہ ہوں، کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے۔ اور وہ کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔

میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے؟ مگر سنت میں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی، سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ نسائی کے سوا کتب

سنن میں اور مسند احمد میں مغیرہ ابن شعبہ کی روایت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ۔ (اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا) ابوداؤد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، براءؓ ابن عازب، انسؓ، ابن مالکؓ، ابو امامہؓ، سہل بن سعدؓ اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہ فعل مروی ہے بلکہ بیہقی نے ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے اور طحاوی نے اوس ابن اوسؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے، اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہی عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور صرف جوتے اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر مسح کرنا بھی اسی طرح جائز ہے، جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مذکورہ بالا صحابہ نے مسح فرمایا وہ کس قسم کی تھیں، اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں، کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے، اور فقہاء چونکہ شارع نہیں ہیں اس لئے ان کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گنہگار نہیں ہو سکتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ جرابوں پر اس صورت میں آدمی مسح کر سکتا ہے کہ جب آدمی جوتے اوپر سے پہنے رہے لیکن صحابہ کرامؓ کے آثار نقل کئے گئے ہیں ان میں سے کسی سے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

مسح علی الخفین کے مسئلے پر غور کرنے میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ تیمم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہل ایمان کو ایسی حالتوں کے لئے دی گئی ہے جب کہ وہ کسی صورت سے پاؤں ڈھانکے رکھنے پر مجبور ہوں، اور بار بار پاؤں دھونا ان کیلئے

موجب نقصان یا وجہ مشقت ہو، اس رعایت کی بنا اس مفروضے پر نہیں ہے کہ طہارت کے بعد موزے پہن لینے سے پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں گے۔ اس لیئے انکو دھونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی بلکہ اس کی بنا اللہ کی رحمت ہے جو بندوں کو سہولت عطا کرنے کی مقتضی ہوئی لہذا ہر وہ چیز جو سردی سے یا راستے کے گرد وغبار سے بچنے کے لیئے یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لیئے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اتارنے اور پھر پہننے میں آدمی کو زحمت ہو، اس پر مسح کیا جا سکتا ہے خواہ وہ اونی جراب ہو یا سوتی چمڑے کا جوتا ہو یا کرمچ کا، یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔

میں جب کبھی کسی کو وضو کے بعد مسح کے لیئے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھتا ہوں، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بندہ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ

" حکم ہو تو ابھی یہ موزے کھینچ لوں، اور پاؤں دھو ڈالوں، مگر چونکہ سرکار ہی نے رخصت عطا فرما دی ہے۔ اس لیئے مسح پر اکتفا کرتا ہوں"

میرے نزدیک دراصل یہی معنی مسح علی الخفین وغیرہ کی حقیقی روح ہیں اور اسی روح کے اعتبار سے وہ تمام چیزیں یکساں ہیں۔ جنہیں ان ضروریات کے لیئے آدمی پہنے۔ جن کی رعائت ملحوظ رکھ کر مسح کی اجازت دی گئی ہے۔

(رسائل و مسائل جلد دوم صفحہ ۲۵۸)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے موزے پر اطمینان کے ساتھ مسح کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ اونی ہو، سوتی ہو، نائیلون کا ہو یا کسی اور ریشے کا، چمڑے کا ہو یا ٹمل کلاتھ اور ریگزین کا حد یہ ہے کہ اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر باندھ لیا ہو تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ علامہ مودودیؒ کے علاوہ علامہ ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاویٰ جلد دوم میں یہی فتویٰ دیا ہے اور حافظ ابن قیمؒ اور علامہ ابن حزمؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ کسی قید کے بغیر ہر قسم کے موزے پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ (تفصیل کے لیئے دیکھیئے ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۸ء میں رسائل مسائل صفحہ ۵۲)

موزوں پر مسح کا طریقہ

- دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کرکے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ذرا کشادہ کرکے دائیں پاؤں پر پھیرا جائے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اسی طریقے سے بائیں پاؤں پر پھیرا جائے۔
- اور پیر کی انگلیوں کی طرف سے ٹخنوں کی طرف انگلیاں کھینچی جائیں۔
- انگلیاں ذرا جما کر کھینچی جائیں تاکہ موزے کی سطح پر پانی کے خطوط کھینچتے ہوئے محسوس ہوں۔
- مسح پیر کی پشت پر کیا جائے۔
- مسح دونوں پیروں پر صرف ایک ایک بار کیا جائے۔

مسح کی مدت

مسافر کے لیئے مسح کرنے کی مدت تین دن تین رات ہے اور غیر مسافر یعنی مقیم کے لیئے ایک دن ایک رات ہے، اور اس مدت کا حساب وضو ٹوٹنے کے وقت سے لگایا جائے گا، موزے پہننے کے وقت سے نہ لگایا جائے گا۔ مثلاً کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر سورج ڈوبتے وقت وضو ٹوٹا تو مقیم کے لیئے اگلے دن سورج ڈوبنے کے وقت تک مسح کرنا درست ہے، یعنی جب جب وضو ٹوٹے، تو وضو کے ساتھ مسح کرے۔ اور اگر وہ مسافر ہے تو تیسرے دن سورج ڈوبنے کے وقت تک اس کے لیئے مسح کرنا درست ہے، یعنی وضو ٹوٹنے کے وقت سے تین دن اور تین راتیں پوری کرنے کے بعد مسح کی مدت ختم ہوگی۔ مثلاً جمعہ کے دن سورج ڈوبتے وقت وضو ٹوٹا ہے تو دوشنبہ کے دن سورج ڈوبتے وقت تک مسح کی مدت رہے گی اور دوشنبہ کے دن سورج ڈوبنے کے بعد مغرب کے لیئے وضو کرے گا تو پاؤں دھونا ضروری

ہوگا۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں

موزوں کا مسح چار چیزوں سے باطل ہوجاتا ہے۔

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان تمام چیزوں سے مسح بھی باطل ہوجاتا ہے یعنی وضو کرنے کے بعد دوبارہ مسح کرنا ضروری ہوگا۔

(۲) کسی بھی وجہ سے موزے اتار لیئے جائیں، یا خود اُتر جائیں یا ایڑی کا اکثر حصّہ باہر نکل آئے یا کُھل جائے۔

(۳) موزے پہنے رہنے کے باوجود پانی میں بھیگ جائے پُورا پاؤں بھیگ جائے یا پاؤں کا اکثر حصّہ بھیگ جائے۔

(۴) مسح کی مدت ختم ہوجائے۔ یعنی مقیم پر ایک دن ایک رات بیت جائے اور مسافر پر تین راتیں و تین دن بیت جائیں۔

اوپر کی آخری تین صورتوں میں دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف پاؤں دھولینا کافی ہوگا۔

مسح کے چند مسائل

(۱) اگر مسح نہ کرنے سے کسی واجب کا ترک لازم آرہا ہو تو مسح کرنا واجب ہے۔ مثلاً کسی کو اندیشہ ہو کہ اگر پیر دھونے میں وقت لگایا گیا تو عرفات میں ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ یا جماعت چھوٹ جائے گی یا وقت جاتا رہے گا تو اِن صُورتوں میں مسح کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی کے پاس وضو کے لیئے صرف اتنا ہی پانی ہے کہ پیروں کے سوا دوسرے اعضاء ہی دُھل سکیں تو اس صورت میں بھی مسح کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر موزے اتنے چھوٹے ہوں کہ ٹخنے کھلے ہوئے ہوں اور

کوئی چمڑا یا کپڑا وغیرہ لے کر موزوں کو اگر بڑھا لیا جائے کہ ٹخنے ڈھک جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔

(۴) ایسے جوتوں پر بھی مسح جائز ہے۔ جو ٹخنوں سمیت پورے پیر کو چھپا لیتے ہوں، اور جن میں پیر کے کسی حصے کی کھال نہ نظر آتی ہو، چاہے وہ چمڑے کے ہوں یا ربڑ کے یا پلاسٹک اور نائیلون کے ہوں۔

(۵) اگر کسی نے موزے کے اوپر موزے پہن رکھے ہوں، تو اوپر والے موزوں پر مسح کر لینا کافی اور درست ہے۔

(۶) تیمم کرنے والے کے لئے مسح کرنے کی ضرورت نہیں اور غسل کے ساتھ بھی موزوں پر مسح درست نہیں ہے، پیروں کا دھونا ضروری ہے۔

غسل کا بیان

غسل کے اصطلاحی معنی

لغت میں غسل کے معنی ہیں سارے بدن کو دھونا اور اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ہیں، شریعت کے بتائے ہوئے خاص طریقے کے مطابق ناپاکی دور کرنے یا محض اجر و ثواب پانے کے لیئے پورے بدن کو دھونا۔

غسل کے متعلق سات ہدایات

(۱) غسل خانے میں نہانا ہو یا کھلی جگہ میں بہتر یہ ہے کہ لنگی، نیکر یا اور کوئی کپڑا باندھ کر نہایا جائے۔

(۲) ہمیشہ اوٹ کی جگہ نہایا جائے تاکہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے اور اگر اوٹ کی جگہ نہ ہو تو لنگی وغیرہ باندھ کر نہانے کا اہتمام کیا جائے۔ اور اگر باندھنے کے لیئے کچھ نہ ہو تو پھر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بیٹھے بیٹھے بسم اللہ پڑھ کر نہانا چاہیئے۔

(۳) عورت کو چاہیئے کہ ہمیشہ بیٹھ کر نہائے اور اگر مرد برہنہ ہو تو اس کو بھی بیٹھ کر ہی نہانا چاہیئے۔ البتہ لنگی وغیرہ باندھ کر کھڑے کھڑے نہانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۴) نہانے کے دوران بات چیت نہ کرنا چاہیئے الّا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو۔

(۵) ہمیشہ پاک صاف جگہ پر نہانا چاہیئے اور نہانے کی جگہ میں

پیشاب وغیرہ کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۷) جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ سب غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے اور غسل کرتے وقت وضو کی دعائیں پڑھنا بھی مکروہ ہیں۔

غسل کا مسنون طریقہ

دائیں ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر استنجا کرے چاہے استنجا کے مقام پر نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو اس کو دھوئے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح صابون وغیرہ سے دھوکر پورا وضو کرے، اہتمام کے ساتھ کلی کرتے وقت حلق میں پانی پہنچائے اور ناک میں بھی اچھی طرح پانی پہنچائے ہاں اگر نہانے کی جگہ میں پانی جمع ہو رہا ہو یا زمین کچی ہو تو غسل سے فراغت کے بعد پاؤں دھوئے ــــ اگر یہ غسل فرض ہو تو وضو میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا اور کوئی دعا نہ پڑھے ــــ وضو کے بعد سر پر پانی ڈالے پھر دائیں شانے پر اور اس کے بعد بائیں شانے پر اور پورے بدن کو اچھی طرح ملے۔ صابون وغیرہ لگا کر ملے یا ویسے ہی ملے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور بدن بھی اچھی طرح صاف ہو جائے۔

پھر دو مرتبہ اور اسی طریقے سے سارے بدن پر اچھی طرح پانی بہائے تاکہ کسی حصے کے خشک رہ جانے کا شبہ نہ رہے، اگر وضو میں پاؤں نہ دھوئے ہوں تو اب پاؤں دھو ڈالے ــــ اور سارے بدن کو کسی کپڑے یا تولیے وغیرہ سے اچھی طرح پونچھ ڈالے۔

غسل کے فرائض

غسل میں صرف تین فرائض ہیں :

(۱) • کلی کرنا۔ کلی کرنے میں یہ اہتمام کرے کہ پورے منہ میں حلق

تک اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔

(۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا تاکہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ بال کی جڑوں اور ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔

دراصل انہی تین چیزوں کا نام غسل ہے، ان فرائض میں سے اگر ایک بھی چھوٹ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

چوٹی اور زیور کا حکم

(۱) اگر چوٹی کھولے بغیر بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ سکے تو خواتین کے لیئے چوٹی کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر بال بہت زیادہ گھنے ہوں یا چوٹی اتنی سخت بندھی ہوئی ہو کہ کھولے بغیر پانی نہ پہنچ سکے تو پھر کھولنا ضروری ہے۔

(۲) اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا بھگونا اور ان کی جڑوں میں اس اہتمام کے ساتھ پانی پہنچانا ضروری ہے کہ کوئی ایک بال بھی سوکھا نہ رہ جائے۔

(۳) اگر مرد نے بال رکھ لیئے ہوں اور عورتوں کی طرح چوٹی گوندھ لی ہو یا یونہی لپیٹ لیئے ہوں تو ہر حال میں بال کھولنا اور ہر ہر بال کو بھگونا اور جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۴) تنگ زیور جیسے انگوٹھی، چھلا اور گلوبند وغیرہ ہو یا وہ زیور جو سوراخ میں پڑے ہوئے ہوں جیسے کانوں کے بُندے، بالی اور ناک کا پھول اور نتھ وغیرہ تو ان کا ہلا لینا ضروری ہے۔ تاکہ انکے نیچے اچھی طرح پانی پہنچنے کا اطمینان ہو جائے۔

غسل کی سنتیں

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجر و ثواب کی نیت سے پاکی حاصل کرنا۔

(۲) مسنون ترتیب کے مطابق غسل کرنا۔ اور پہلے وضو کرکے غسل کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) بدن سے نجاست دور کرنا۔ اور بدن کو ملنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مستحبات

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا غسل میں مستحب ہے۔

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں اوٹ ہو اور کسی کی نظر نہ پڑے، اور کھڑے ہوکر نہانا تو تہمد وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) دائیں جانب کو پہلے اور بائیں جانب کو بعد میں دھونا۔

(۳) پاک جگہ پر نہانا۔

(۴) نہ اتنا زیادہ پانی گرانا کہ اسراف ہو اور نہ اتنا کم کہ بدن پوری طرح نہ بھیگ سکے۔

(۵) بیٹھ کر غسل کرنا۔

غسل کے احکام

غسل کی قسمیں

غسل تین مقاصد سے کیا جاتا ہے۔

(۱) حدث اکبر سے پاک ہونے کیلئے ـــــ یہ غسل فرض ہے۔

(۲) اجر و ثواب کی نیت سے ـــــ یہ غسل سنت یا مستحب ہے۔

(۳) بدن کو میل کچیل سے صاف کرنے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے ـــــ یہ غسل مباح ہے۔

غسل فرض ہونے کی صُورتیں

غسل فرض ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) منی کا نکلنا۔

(۲) عضوِ مخصوص کا سر عورت کے جسم میں داخل ہونا۔

(۳) حیض آنا۔

(۴) نفاس کا خون آنا۔

غسل فرض ہونے کی پہلی صورت

شہوت کے ساتھ مرد یا عورت کی منی نکل آئے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ منی نکلنے کی بہت سی صُورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

- رات کو یا دن کو سوتے میں احتلام ہو جائے چاہے احتلام کوئی خواب دیکھنے سے ہو یا بغیر خواب دیکھے ہو۔
- کسی مرد، عورت یا کسی اور جاندار سے جنسی ملاپ کرنے سے منی نکلنے سے۔
- محض خیال و تصور سے یا کوئی جنسی تحریک پیدا کرنے والے افسانے اور کہانی سے۔
- ہاتھ سے عضوِ مخصوص کو ملنے اور رگڑنے سے جس کو استمنا بالید کہتے ہیں۔ یا کسی اور چیز سے ملنے رگڑنے سے۔

غرض جس ذریعے سے بھی شہوت کے ساتھ منی نکلے گی غسل فرض ہو جائے گا[1]

---

[1] یہ واضح رہے کہ یہاں چونکہ غسل فرض ہونے کا فقہی حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ اسلئے منی نکلنے کی ان بہت سی صورتوں کا ذکر کیا گیا ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت اور احتلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے ذریعے سے منی خارج کرنا زبردست نادانی بھی ہے اور گناہ بھی۔

منی کے چند مسائل

(۱) کسی بھی ذریعے سے کچھ منی نکلی اور آدمی نے غسل کر لیا، غسل کرنے کے بعد کچھ منی نکلی تو پہلا غسل باطل ہو گیا۔ اور دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے۔

(۲) سوتے میں احتلام ہو گیا۔ جنسی لذت بھی محسوس ہوئی لیکن سو کر اُٹھنے پر دیکھا کہ کپڑوں پر منی نکلنے کی کوئی علامت نہیں ہے تو غسل فرض نہ ہو گا۔

(۳) سو کر اُٹھنے پر دیکھا کہ کپڑوں میں منی لگی ہے لیکن احتلام یاد نہیں تب بھی غسل کرنا فرض ہے۔

(۴) سوتے میں جنسی لذت محسوس ہوئی لیکن کپڑے پر جو تری ہے، اس کے بارے میں یہ یقین ہے کہ یہ منی نہیں مذی ہے یا ودی ہے، ہر حال میں غسل فرض ہے۔

(۵) اگر کسی آدمی کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی نکل کر اس کھال میں رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے تب بھی غسل فرض ہے۔

(۶) اگر کسی کو پوری جنسی لذّت کسی بھی ذریعے سے حاصل ہوئی لیکن منی نکلتے وقت اس نے عضوِ مخصوص کو دبا لیا یا اور کسی ذریعے سے منی کو نکلنے نہ دیا۔ پھر جب شہوت ختم ہو گئی تب منی باہر نکلی تو اس صورت میں بھی غسل فرض ہے۔

غسل فرض ہونے کی دوسری صورت

مرد کے عضوِ مخصوص کا سر کسی زندہ آدمی کے جسم میں داخل ہو جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ چاہے یہ زندہ آدمی، عورت ہو یا مرد یا مخنث ہو اور چاہے جسم کے اگلے حصے میں داخل ہو یا پچھلے حصے میں، اور چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ ہر حال میں غسل فرض ہو جائے گا۔

پھر اگر فاعل و مفعول دونوں عاقل و بالغ ہیں تو دونوں پر غسل فرض ہوگا ورنہ دونوں میں سے جو بھی عاقل و بالغ ہوگا۔ صرف اسی پر غسل فرض ہوگا۔[1]

وجوبِ غسل کے چند مسائل

(۱) اگر کوئی مرد اپنا عضوِ مخصوص اپنی نابالغ بیوی کے جسم میں داخل کرے مگر یہ اندیشہ نہ ہو کہ بیوی کا اگلا پچھلا حصہ اس کی وجہ سے پھٹ کر مل جائے گا۔ تو مرد پر غسل فرض ہو جائے گا۔

(۲) اگر کوئی عورت شہوت کے ہیجان میں کسی بے شہوت مرد یا کسی جانور کا عضوِ مخصوص یا کوئی لکڑی وغیرہ داخل کرلے تو چاہے منی نکلے یا نہ نکلے غسل فرض ہو جائے گا۔

(۳) خصی مرد کا عضوِ مخصوص عورت یا مرد کے جسم میں داخل ہو جائے تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ دونوں عاقل بالغ ہوں تو دونوں پر ورنہ جو عاقل و بالغ ہو صرف اسی پر فرض ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مرد اپنے عضوِ مخصوص پر کپڑا یا کوئی ربڑ وغیرہ لپیٹ کر یا پہن کر داخل کرے تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

(۵) اگر کسی کے عضوِ مخصوص کا سر کٹ گیا ہو تو باقی جسم میں سے سر کے مقدار کا اندازہ کریں گے۔ اگر بقیہ عضو میں سے سر کے بقدر داخل ہو جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔

غسل فرض ہونے کی تیسری صورت

غسل فرض ہونے کی تیسری صورت حیض کا خون ہے، حیض کی کم سے کم

---

[1] واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں غسل فرض ہونے کے احکام سمجھانے کے لیئے ہیں۔ ورنہ مرد کے لیئے اپنی بیوی کے اگلے حصے کے سوا کسی بھی دوسرے انسان کے کسی بھی حصۂ جسم میں اپنا عضوِ مخصوص داخل کرنا سخت گناہ ہے۔

مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہیں اور دو حیضوں کے درمیان طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہیں یعنی تین دن سے کم اگر خون آئے تو غسل فرض نہ ہوگا اور اگر ایک حیض بند ہونے کے پندرہ دن سے پہلے خون آجائے تو وہ بھی حیض نہیں ہے۔ لہذا اس سے غسل فرض نہ ہوگا۔

غسل فرض ہونے کی چوتھی صورت

غسل فرض ہونے کی چوتھی صورت نفاس کا خون ہے، نفاس کا حکم اس خون پر لگایا جائے گا جو آدھا بچہ باہر نکل آنے کے بعد آئے۔ اس سے پہلے جو خون آئے وہ نفاس کا خون نہیں ہے، اس سے غسل فرض نہ ہوگا۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن رات ہے اس کے بعد جو خون آئے اس سے غسل فرض نہ ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تو غسل فرض نہ ہوگا البتہ احتیاط کے طور پر غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل فرض نہیں

(۱) مذی اور ودی کے نکلنے اور استحاضے کا خون آنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۲) عضوِ مخصوص سر سے کم مقدار میں داخل ہو تب بھی غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۳) عورت کے عضوِ مخصوص میں مرد کی منی جماع کے بغیر کسی اور ذریعے سے داخل ہونے کی صورت میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۴) کسی کی ناف میں عضوِ مخصوص داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۵) کسی کنواری دوشیزہ سے صحبت کی جائے اور اس کی بکارت

زائل نہ ہو تو غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۶) ختنہ کرانے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۷) بغیر شہوت کے اگر منی نکل آئے تو غسل فرض نہیں ہوتا مثلاً کوئی اونچی جگہ سے گر پڑا یا کسی نے مارا اور اس صدمے سے منی نکلی یا پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر منی نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں غسل سنت ہے

(۱) جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۲) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدین کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۳) حج یا عمرے کے احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۴) حج کرنے والے کو عرفے کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل مستحب ہے

(۱) اسلام سے مشرف ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۲) مُردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والے کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۳) جنون اور مستی اور بے ہوشی رفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) شعبان کی پندرہویں شب میں غسل کرنا مستحب ہے۔

(۵) مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

(۶) سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اور نمازِ استسقاء کے لیے بھی غسل کرنا بھی مستحب ہے۔

(۷) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو نمازِ فجر کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۸) کنکری پھینکنے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔
(۹) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیئے غسل کرنا مستحب ہے۔
(۱۰) کسی محفل اور تقریب میں شرکت کرنے اور نیا لباس زیب تن کرنے کے لیئے غسل کرنا مستحب ہے
(۱۱) سفر سے واپس وطن پہنچ جانے پر غسل کرنا مستحب ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل مباح ہے

اوپر بیان کی ہوئی صورتوں کے علاوہ جن صورتوں میں آدمی نہانے کی ضرورت محسوس کرے ان میں غسل کرنا مباح ہے مثلاً

(۱) گھر دکان وغیرہ میں جھاڑ پونچھ کرنے کے بعد جسم کو صاف کرنے کے لیئے نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔
(۲) گرد و غبار میں اٹ جانے اور مٹی گارے وغیرہ کا کام کرنے کے بعد نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔
(۳) بدن پر میل کچیل ہو گیا ہو، یا پسینہ کی بو آ رہی ہو اور نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔
(۴) گرمی کے اثرات زائل کرنے اور جسم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیئے نہانے کی ضرورت ہو۔
(۵) تکان اور سستی دور کرنے اور فرحت و تازگی حاصل کرنے کے لیئے نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔

—— ان تمام صورتوں میں غسل کرنا مباح ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

(۱) اگر کوئی حدثِ اکبر کی حالت میں ندی یا نہر میں غوطہ لگائے یا بارش میں کھڑا ہو جائے اور پورے بدن پر پانی بہہ جائے اور وہ کلی بھی

کرے اور ناک میں پانی بھی ڈال دے تو اس کا غسل ادا ہو جائے گا اور حدثِ اکبر سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہ کیا، تو غسل کے بعد اَب اس کے لیئے الگ سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں اس لیئے کہ غسل میں وہ سارے اعضاء دُھل ہی گئے جن کو وضو میں دھونا فرض تھا، لہٰذا غسل کے اندر وضو بھی ہو گیا۔

(۳) غسل کرتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کر پانی اسطرح پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو غسل درست ہو گیا۔ اس لیئے کہ کلی کا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔ اور وہ مقصد حاصل ہو گیا۔

(۴) اگر سر میں خوب تیل ڈال لیا ہے یا بدن پر خوب مَل لیا ہے۔ اور پانی بدن پر پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے یا ذرا ٹھہرتا نہیں۔ تو کوئی ہرج نہیں غسل درست ہو گیا۔

(۵) اگر ناخن میں آٹا لگا تھا اور سوکھ گیا یا کوئی اور زینت کی چیز لگائی اور اس کو چھڑائے بغیر نیچے کی سطح تک پانی نہیں پہنچ سکتا تو اسکا چھڑانا ضروری ہے، چھڑائے بغیر غسل درست نہیں۔

(۶) اگر کسی مرض کی وجہ سے سر پہ پانی ڈالنے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو باقی بدن دھو لینے سے غسل درست ہو جائے گا۔ پھر جب نقصان کا اندیشہ نہ رہے تو سر دھو لینا چاہیئے۔

حدثِ اکبر کے احکام

(۱) حدثِ اکبر کی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا حرام ہے ہاں اگر کوئی شدید ضرورت ہو اور داخل ہوئے بغیر کام نہ چل سکتا ہو تو تیمم کرکے داخل ہونے کی اجازت ہے مثلاً
کسی کی رہائش گاہ کا دروازہ ہی مسجد کے اندر ہے اور باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور پانی کا انتظام بھی صرف مسجد ہی میں ہے، باہر نہ کوئی نل ہے نہ کنواں اور نہ تالاب وغیرہ تو ایسی صورت میں تیمم کرکے مسجد میں جانا جائز ہے، لیکن اپنا کام کرتے ہی فوراً باہر آجانا چاہیئے۔

(۲) حدثِ اکبر میں بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

(۳) حدثِ اکبر میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے، چاہے ایک آیت سے کم ہی پڑھنا ہو۔

(۴) قرآنِ پاک کا چھونا بھی حرام ہے، البتہ ان شرائط کے ساتھ چھونے کی اجازت ہے جن شرائط کے ساتھ حدثِ اصغر میں چھونا جائز ہے

(۵) جو چیزیں حدثِ اصغر[۱] میں ممنوع ہیں وہ سب حدثِ اکبر میں بھی ممنوع ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنا، سجدۂ تلاوت کرنا، سجدۂ شکر کرنا وغیرہ۔

(۶) حدثِ اکبر کی حالت میں عیدگاہ جانا بھی درست ہے اور

---

[۱] دیکھئے حدثِ اصغر کے احکام صفحہ ۱۰۴

دینی تعلیم و تربیت کے مراکز میں جانا بھی درست ہے۔

(۷) قرآن پاک کی ان آیتوں کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ جن میں خدا کی حمد و تسبیح ہو یا دعائیں ہو، جیسے

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ"

یا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" وغیرہ۔

(۸) سورۂ فاتحہ بھی دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے اور دعائے قنوت پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۹) حیض و نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۱۰) حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔ البتہ صحبت کے علاوہ، بوس و کنار، ساتھ لیٹنا بیٹھنا اور پیار و محبت کے اظہار کے دوسرے طریقے اختیار کرنا بالکل جائز ہیں۔ بلکہ اس حالت میں عورت کے ساتھ میل جول رکھنے سے پرہیز کرنا مکروہ ہے۔

تیمم کا بیان

طہارت حاصل کرنے کا اصل ذریعہ پانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نہایت فراوانی کے ساتھ بندوں کے لئے مہیا کر رکھا ہے، لیکن پھر بھی بعض صورتیں ایسی ہو سکتی ہیں کہ کبھی جگہ پانی میسر نہ آئے یا پانی تو موجود ہو لیکن کسی وجہ سے پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو یا پانی استعمال کرنے سے شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورتوں میں اللہ نے یہ مزید فضل و انعام فرمایا ہے کہ مٹی سے طہارت حاصل کرنے کی اجازت دی اور اس کا طریقہ سکھایا۔ تاکہ بندوں کو دین پر عمل کرنے میں کوئی تنگی نہ ہو۔

قرآن میں ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

(المائدہ: ۶)

"اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔"

تیمم کے معنی

لغت میں تیمّم کے معنی ہیں قصد وارادہ کرنا۔ اور اصطلاح فقہ میں اس کے معنی ہیں پاک مٹی کے ذریعے نجاستِ حکمیہ سے طہارت حاصل کرنے کا قصد و ارادہ کرنا، تیمم، وضو اور غسل دونوں کے بجائے کیا جا سکتا ہے، یعنی اس کے ذریعے آدمی حدثِ اصغر سے پاک ہو سکتا ہے اور حدثِ اکبر سے بھی۔ تیمم کی یہ اجازت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر خدا کا خصوصی انعام ہے۔ یہ اُمت جس کا دائرۂ کار پوری دنیائے انسانیت اور جس کی مہلتِ عمل رہتی زندگی تک ہے، بجا طور پر اس سہولت اور رعایت کی مستحق تھی تاکہ کسی بھی دَور میں کیسے ہی حالات ہوں اور دنیا کا کوئی بھی مقام ہو، دینی احکام کی تعمیل میں اُمت کو کوئی تنگی محسوس نہ ہو۔

تیمم کن صورتوں میں جائز ہے

(۱) کسی ایسی جگہ قیام ہو جہاں پانی ملنے کی کوئی اُمید ہی نہ ہو نہ کوئی بتانے والا ہو اور نہ کوئی علامت ہی ایسی نظر آئے جس سے گمان ہو کہ پانی یہاں مل سکے گا۔ یا پھر پانی ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو، کہ وہاں جانے یا وہاں سے پانی لانے میں غیر معمولی مشقت ہو تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۲) پانی تو موجود ہو لیکن اس کے قریب کوئی دشمن ہو یا کوئی موذی جانور ہو، یا گھر کے باہر پانی ہو اور چور ڈاکو کا خطرہ ہو یا کنواں ہو اور ڈول رسی نہ ہو یا کسی خاتون کے لیئے گھر سے نکل کر پانی لانے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو ایسی تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۳) پانی تو اپنے پاس موجود ہو لیکن تھوڑا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو یا غسل میں استعمال کیا گیا تو پیاس کی تکلیف ہوگی یا کھانا وغیرہ نہ

پک سکے گا۔ ایسی صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

(۴) پانی تو ہو لیکن پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے کا خوف ہو یا صحت پر غیر معمولی اثر پڑنے کا اندیشہ ہو، نہ کہ وہم۔ مثلاً ایک شخص جاڑے کے موسم میں مستقل طور سے وضو اور غسل کے لیئے گرم پانی استعمال کرنے کا عادی ہے اس کو وضو یا غسل کی ضرورت ہے پانی موجود ہے مگر ٹھنڈا ہے اور اس کا تجربہ ہے کہ اگر اس نے عادت کے خلاف ٹھنڈا پانی استعمال کیا تو وہ بیمار پڑ جائے گا یا اس کی صحت پر اثر پڑے گا تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ گرم پانی کے انتظار میں ناپاک رہنا اور نمازیں قضا کرنا درست نہیں بلکہ تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کرکے نماز وغیرہ ادا کرنا چاہیئے۔

(۵) پانی تو مل رہا ہو لیکن پانی والا کسی وجہ سے معمول سے کہیں زیادہ قیمت مانگ رہا ہو، یا پانی کی قیمت تو مناسب ہو لیکن ضرورتمند کے پاس ادا کرنے کے لیئے قیمت نہ ہو یا رقم تو موجود ہو لیکن راستہ کے مصارف سے زیادہ نہ ہو اور پریشانی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

(۶) پانی تو موجود ہو لیکن سردی اتنی شدید ہو کہ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مر جانے یا فالج ہو جانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور بیماری مثلاً نمونیہ وغیرہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو ــــ اور پانی گرم کرنے کے امکانات نہ ہوں تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۷) وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے مثلاً جنازے کی نماز، عیدین کی نماز، اور کسوف و خسوف کی نماز تو تیمم کرنا جائز ہے۔

(۸) پانی اپنے قبضے میں ہو لیکن کسی کمزوری یا بیماری کی وجہ سے

آدمی خود اُٹھ کر نہ لے سکتا ہو یا کنواں سے نہ کھینچ سکتا ہو، یا نل نہ چلا سکتا ہو، تو ان صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۹) اگر آدمی، ریل، بس یا جہاز وغیرہ میں سفر کر رہا ہو، سواری مسلسل چل رہی ہو اور اندر پانی موجود نہ ہو، یا پانی ہو اور بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو ــــ یا سواری رکی ہو اور نیچے اترنے میں سواری کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا کسی وجہ سے اترنے کا موقع ہی نہ ہو، تو ایسی صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۱۰) اگر بدن کے زیادہ حصے پر زخم ہوں یا چیچک وغیرہ نکل آئی ہو تو اس صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

(۱۱) سفر میں پانی تو موجود ہے لیکن یہ خوف ہے کہ آگے کہیں پانی نہ ملے گا اور پیاس کی وجہ سے شدید تکلیف ہوگی یا جان پر بن آئے گی تو پانی کو کھانے پینے کے لئے محفوظ رکھ کر تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر تیمم کی نیت کرے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی ذرا کشادہ کر کے آہستہ سے پاک مٹی پر مارے، اگر زیادہ گرد لگ جائے تو ہاتھوں کو جھٹک کر یا منہ سے پھونک کر جھاڑ دے[1] اور دونوں ہاتھوں کو پورے چہرے پر اس طرح ملے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے اور ڈاڑھی میں خلال بھی کرے۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے مٹی پر ہاتھ مارے، اور ہاتھوں کو جھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نچلے حصے پر رکھ کر کہنی تک پھیرے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کہنی کے اوپر کے حصے پر ملے اور ہاتھ کی پشت پر پھیرتے

---

[1] تاکہ خواہ مخواہ چہرہ اور ہاتھ گرد آلود نہ ہوں۔

ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلیوں تک لائے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے پھر اسی طریقے سے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر پھیرے، اگر ہاتھ میں گھڑی یا چوڑی ہو یا انگلی میں انگوٹھی ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے بھی ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

تیمم کے فرائض

تیمم میں تین فرض ہیں۔

(۱) خدا کی رضا کے لیئے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

(۳) اور پھر دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

تیمم کی سنتیں

(۱) تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

(۲) مسنون طریقے کے مطابق تیمم کرنا یعنی پہلے چہرے کا مسح کرنا اور پھر دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(۳) پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(۴) ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا۔

(۵) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔

(۶) کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

(۷) پہلے دائیں ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

(۸) چہرے کے مسح کے بعد داڑھی میں خلال کرنا۔

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز یا ناجائز ہے

(۱) پاک مٹی سے تو تیمم جائز ہے، ہی ان ساری چیزوں سے بھی تیمم

جائز ہے جو مٹی کی قسم سے ہوں ـــــ وہ ساری چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ نہ ہوں، اور نہ نرم پڑیں، مٹی کی قسم سے ہیں جیسے، سرمہ، چونا، پتھر، اینٹیں، ریت، کنکر، گیرو، سنگ مرمر یا عقیق فیروزہ وغیرہ۔ اِن سب سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۲) ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا ناجائز ہے۔ جو مٹی کی قسم سے نہ ہوں، وہ ساری چیزیں مٹی کی قسم سے نہیں ہیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ ہو جائیں یا پگھل جائیں۔ جیسے

لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، تانبہ، پیتل، شیشہ، رانگ اور ساری دھاتیں اور کوئلہ، غلہ، کپڑا، کاغذ، نائیلون اور پلاسٹک کی چیزیں، یا خود راکھ ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا درست نہیں۔

(۳) جن چیزوں سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اُڑے، یا ہاتھ رکھ کر کھینچا جائے تو نشان پڑے تو اس صورت میں ان سے بھی تیمم جائز ہے، مثلاً کپڑے کے تھان پر غبار ہو، کرسی، میز پر غبار ہو، یا خود کسی آدمی کے جسم پر گرد و غبار ہو تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۴) جن چیزوں سے تیمم جائز ہے، مثلاً اینٹ، پتھر، مٹی کے برتن وغیرہ۔ اگر یہ چیزیں بالکل دھلی ہوئی ہوں اور ذرا بھی ان پر غبار نہ ہو تب بھی ان سے تیمم کرنا جائز ہے۔

وہ چیزیں جن سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اِن سب سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور غسل کا تیمم بھی۔

(۲) اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے

تو وضو ٹوٹنے سے وہ تیمم صرف وضو کے حق میں ٹوٹے گا۔ لیکن غسل کے حق میں باقی رہے گا۔ جب تک کہ وہ ایسی بات نہ ہو جائے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

(۳) اگر محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۴) اگر کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو عذر یا بیماری کے ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً کسی نے سخت سردی میں فالج کے خطرے سے ٹھنڈے پانی سے وضو نہیں کیا اور تیمم کر لیا پھر پانی گرم کرنے کا انتظام ہو گیا۔ تو گرم پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۵) پانی کے قریب کوئی درندہ، سانپ یا کوئی دشمن تھا، جسکے خوف سے وضو کے بجائے تیمم کر لیا تھا، پھر یہ خطرہ ٹل گیا، اور پانی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو تیمم ٹوٹ گیا۔

(۶) اگر کوئی آدمی، ریل، بس یا جہاز سے سفر کر رہا ہے، اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا۔ اب چلتی ریل، بس یا جہاز میں سے جگہ جگہ اُسے چشمے، نہریں، تالاب وغیرہ دکھائی دے رہے ہیں لیکن چونکہ چلتی سواریوں میں پانی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اس آدمی کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

(۷) اگر کسی نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر وہ عذر تو ختم ہو گیا لیکن اس عذر کے ختم ہوتے ہی دوسرا عذر پیدا ہو گیا، تب بھی پہلے عذر کے جاتے رہنے سے تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ پھر پانی مل گیا۔ لیکن پانی ملتے ہی وہ ایسا بیمار ہوا کہ پانی کا استعمال اب بھی اس کے لیئے ممکن نہیں، تب بھی اس کا پہلا تیمم ختم ہو گیا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا۔

(۸) اگر کسی نے وضو کے بجائے تیمم کیا تھا، پھر وضو کے بقدر پانی مل گیا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ اور اگر کسی نے غسل کے بجائے یعنی حدث اکبر سے پاک ہونے کے لیے تیمم کیا تھا، اور پانی صرف اتنا ملا ہے کہ اس سے وضو ہی ہوسکتا ہے، غسل نہیں ہوسکتا تو غسل کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

تیمم کے متفرق مسائل

(۱) کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی مل گیا تو چاہے یہ پانی وقت کے اندر ہی ملا ہو جب بھی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۲) پانی نہ ملنے یا کسی معذوری کی وجہ سے جب تک آدمی تیمم کا ضرورتمند ہے باطمینان تیمم کرکے دینی فرائض ادا کرتا رہے اور اس قسم کے وسوسوں سے خود کو پریشان نہ کرے، کہ پاکی تو دراصل پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ تیمم سے بھلا کیا پاکی حاصل ہوگی۔ پاکی ناپاکی کا دارومدار پانی یا مٹی پر نہیں ہے خدا کے حکم پر ہے، اور خدا کی شریعت نے جب مٹی سے پاک ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، تو سمجھنا چاہیئے کہ تیمم سے بھی ایسی ہی پاکی حاصل ہوتی ہے، جیسی وضو یا غسل سے ہوتی ہے۔

(۳) اگر کسی نے میدان میں پانی کی جستجو کرنے کے بعد تیمم سے نماز پڑھ لی، پھر معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب ہی پانی تھا تو یہ تیمم اور نماز دونوں درست ہیں، نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) اگر سفر میں کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہو اور یہ احساس ہو کہ مانگنے پر مل جائے گا تو اس سے مانگ کر وضو ہی کرنا چاہیئے اور

اگر یہ اندازہ ہو کہ مانگنے سے نہ مل سکے گا تو پھر تیمم کرنا درست ہے۔

(۵) وضو اور غسل دونوں کے بجائے تیمم درست ہے یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونے کے لئے تیمم کرنا صحیح ہے، اور دونوں کے لئے تیمم کا وہی ایک طریقہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور دونوں کے لئے الگ الگ تیمم کرنے کی بھی ضرورت نہیں ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے، مثلاً ایک شخص پر غسل فرض ہے۔ اس نے غسل کے بجائے تیمم کر لیا، اب اسی تیمم سے وہ نماز پڑھ سکتا ہے وضو کے لئے الگ سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) تیمم میں یہ پابندی نہیں ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی وقت کی نماز پڑھی جائے۔ بلکہ جب تک وہ نہ ٹوٹے کئی کئی وقت کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض نماز کے لئے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض، نفل، نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت، تلاوتِ قرآن وغیرہ سب ہی عبادتیں ادا کرنا جائز ہیں، البتہ محض قرآن پاک کو چھونے یا مسجد میں داخل ہونے کے لئے یا قرآن کی تلاوت کے لئے یا قبرستان میں داخل ہونے کے لئے تیمم کیا ہے تو اس سے نماز وغیرہ پڑھنا درست نہیں۔

(۷) پانی موجود ہے لیکن یہ اندیشہ ہے کہ وضو یا غسل کرتے کرتے نمازِ جنازہ یا نمازِ عیدین یا نمازِ کسوف وغیرہ نہیں ملے گی تو اس صورت میں تیمم کرکے نماز میں شریک ہو جانا درست ہے۔ اس لئے کہ دوسرے وقت میں ان نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص معذور ہو اور خود اپنے ہاتھ سے تیمم نہ کر سکتا ہو تو یہ جائز ہے کہ کوئی دوسرا آدمی، مسنون طریقے کے مطابق اسکو تیمم کرا دے یعنی اپنے ہاتھ مٹی پر مار کر پہلے اس کے پورے چہرے پر پھیرے پھر اس کے ہاتھوں پر پھیرے۔

(۹) اگر کسی کے پاس دو برتنوں میں پانی بھرا ہُوا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ایک برتن کا پانی پاک ہے اور ایک کا ناپاک، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس برتن میں پاک ہے اور کس برتن میں ناپاک تو ایسی صورت میں تیمم کر لینا چاہیئے۔

(۱۰) مٹی کے ایک ہی ڈھیلے سے ایک ہی آدمی کئی بار بھی تیمم کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اسی ایک ڈھیلے سے کئی کئی آدمی تیمم کریں۔ جس مٹی سے تیمم کر لیا جائے اس کا حکم ماءِ مستعمل جیسا نہیں ہے۔

كِتَابُ الصَّلٰوة

نماز کا بیان

ایمان کے بعد اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہے، اس کا حق تو یہ تھا کہ کتاب العقائد کے بعد ہی اس کے احکام و مسائل بیان ہوتے لیکن چونکہ نماز ادا کرنے کے لیئے ہر طرح کی نجاست سے پاک ہونا لازمی شرط ہے، اس لیئے طہارت کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد نماز کے احکام و مسائل بیان کیئے جا رہے ہیں۔

نماز کے معنی

نماز ہماری زبان کا جانا پہچانا لفظ ہے، جو قرآنی اصطلاح "صلوٰۃ" کے بجائے استعمال ہوتا ہے، صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں کسی کی طرف رُخ کرنا، بڑھنا، دُعا کرنا اور قریب ہونا، قرآن کی اصطلاح میں نماز کے معنی ہیں خدا کی طرف متوجہ ہونا، اس کی طرف بڑھنا، اس سے دُعا کرنا اور اس سے انتہائی قریب ہونا۔ اس طریق عبادت کے ارکان کی تعلیم قرآن نے دی ہے اور اس کا تفصیلی طریقہ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے:

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (الاعراف: ۲۹)

"اور ہر نماز میں اپنا رُخ ٹھیک خدا کی طرف رکھو اور مخلصانہ اطاعت کے ساتھ اس کو پکارو۔"

اور سورہ العلق میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ (العلق: ۱۹)

"اور سجدہ کرو اور (خدا سے) قریب ہو جاؤ"

حدیث میں ہے:

"بندہ اپنے خدا سے اس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ خدا کے حضور سجدے میں ہوتا ہے۔" (مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے:

"تم میں سے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ خدا سے مناجات کرتا ہے۔"

لیکن خدا کی طرف متوجہ ہونے، اس کا قرب حاصل کرنے اور اس سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب صحیح ہے اس کے سوا ہر جواب غلط اور گمراہ کن ہے، اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جو طریقہ بتایا ہے وہی صحیح، مستند اور مقبول ہے۔ نماز کے ارکان، نماز کے اذکار، نماز کے اوقات، نماز کی رکعتیں اور نماز کا تفصیلی طریقہ نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے بتایا ہے بلکہ زندگی بھر اِس پر عمل کر کے دکھایا ہے اور آپؐ کا یہ قول و عمل حدیث کی مستند ترین کتابوں میں محفوظ ہے، اور پھر اُمت نے ہمیشہ اِس طریقے کے مطابق نماز ادا کر کے اس کو ہر شک و شبہ سے محفوظ کر دیا ہے۔

نماز کی فضیلت و اہمیت

ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اوّلین مطالبہ یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرے، خدا کا ارشاد ہے:

إِنَّنِيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔ (طٰہٰ: ۱۴)

"بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔"

عقائد کے باب میں جس طرح خدا کی ذات وصفات پر ایمان پورے دین کا سرچشمہ ہے، اسی طرح اعمال کے باب میں نماز پورے دین کی عملی بنیاد ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تمام عبادتوں سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے، اور اس کی اقامت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ گویا اسی پر سارے دین کا دارومدار ہے۔

نماز کے علاوہ دوسری عبادتیں خاص خاص لوگوں پر خاص خاص اوقات میں فرض ہیں۔ مثلاً حج اور زکوٰۃ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے۔ جو مالدار ہوں، روزے سال میں صرف ایک مہینے کے فرض ہیں لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے۔ جس کے لیے ایمان کے سوا کوئی اور شرط نہیں، ایمان لاتے ہی نماز ہر مسلمان عاقل و بالغ پر چاہے وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مقیم ہو یا مسافر۔ دن میں پانچ وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ میدانِ کارزار میں جب دشمن سے مڈبھیڑ کا ہر لمحہ اندیشہ ہو، عین اس وقت بھی نہ صرف نماز فرض ہے بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کی ہے، اور صلوٰۃِ خوف[1] کو جماعت کیساتھ ادا کرنے کا طریقہ بھی خود قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

نماز کی تاکید و ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت کو دلوں میں جمانے کے لیے قرآن پاک نے اس ہولناک انجام[2] اور

---

[1] ملاحظہ فرمائیں سورۃ النساء : ۱۰۲۔

[2] ہر شخص اپنے عمل کی پاداش میں پھنسا ہوا ہے سوائے داہنے ہاتھ والوں کے یہ لوگ جنت کے باغوں میں ہوں گے اور پوچھ رہے ہوں گے مجرموں کے بارے میں، کس چیز نے تمہیں جہنم میں ڈالا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ (المدثر : ۳۸)۔

زبردست رُسوائی[1] سے بھی پوری قوت کے ساتھ ڈرایا ہے جس سے تارکینِ صلوٰۃ دوچار ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کی غیر معمولی فضیلت و اہمیت اور اس کو چھوڑ دینے کی بدترین سزاؤں پر مختلف رُخ سے روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

- "مومن اور کفر کے درمیان نماز ہی حدِ فاصل ہے"
(مسلم)
- "جو شخص پابندی کے ساتھ اچھی طرح نماز پڑھے گا، قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیئے نور اور (ایمان کی) دلیل ہوگی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اور جو شخص توجہ اور پابندی سے نماز ادا نہ کرے گا تو ایسی نماز نہ اس کے لیئے نور ثابت ہوگی اور نہ (ایمان کی) دلیل، اور نہ وہ اُسے خدا کے عذاب سے بچانے والی ہوگی اور ایسا شخص قیامت میں قارُون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا" (مسنداحمد، بیہقی)
- حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے دنوں میں جب پت جھڑ ہو رہا تھا، باہر تشریف لائے اور آپؐ نے ایک درخت کی

---

[1] جس دن ہل چل مچی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ ریز ہونے کے لیئے بلائے جائیں گے تو یہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور صورتوں پہ ذلت چھا رہی ہو گی۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جب (دنیا میں) انہیں سجدہ کرنے کے لیئے بلایا جاتا تھا (جبکہ) یہ صحیح سالم تھے تو یہ سجدہ نہیں کرتے تھے۔ (القلم ۴۲، ۴۳)

دو شاخیں پکڑ کر ہلائیں تو کھڑ کھڑ پتے جھڑنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اے ابوذر! جب کوئی مسلمان یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔"
(مسند احمد)

- "ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا دھوتا ہوتا ہو، تو بتاؤ اسکے جسم پر کچھ بھی میل کچیل رہ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں، اس کے جسم پر تو ذرا بھی میل کچیل نہ رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"
(بخاری، مسلم عن ابی ہریرہؓ)

- حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ زندگی کے آخری لمحات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات تھے، نماز، نماز۔[له]

دین میں نماز کی اہمیت اور فضیلت معلوم کرنے کے لیئے قرآن و سنت کی ان واضح اور تاکیدی ہدایات کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے کس قدر گہرا شغف تھا، آپؐ نماز میں واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے۔ معمولی سی بات ہوتی اور آپؐ مسجد کی طرف دوڑ پڑتے اور نوافل تو اس کثرت سے پڑھتے کہ مبارک پیروں پر ورم آجایا کرتا۔

له الادب المفرد

بہر حال قرآن و سنت کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز ایمان کی ایک لازمی علامت ہے جہاں ایمان ہو گا وہاں لازماً نماز موجود ہو گی اور جہاں نماز موجود ہے وہاں گویا پورا دین موجود ہے اور اگر نماز ضائع ہو گئی تو پھر دین کی موجودگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنی حکومت کے ذمہ داروں کو تحریری ہدایت دیتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے۔

"واقعہ یہ ہے کہ میرے نزدیک تمہارے تمام مسائل میں سب سے اہم مسئلہ نماز ہے، جس نے اپنی نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کو محفوظ کر لیا۔ اور جس نے اپنی نماز کو ضائع کر دیا وہ باقی دین کو اور زیادہ ضائع کرنے رہے گا۔" (مشکوٰۃ، باب المواقیت)

اقامتِ صلوٰۃ کے شرائط و آداب

مگر یہ فضیلت و اہمیت اسی نماز کی ہے جو واقعی نماز ہو، جو سارے ظاہری آداب اور باطنی صفات کا لحاظ کرتے ہوئے شعور کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اسی لئے قرآن نے نماز ادا کرنے کے لئے "ادا کرنے" کا سادہ انداز اختیار کرنے کے بجائے، اقامت[1] و محافظت[2] کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اقامت و محافظت کے معنی یہ ہیں کہ نماز ادا کرنے میں ان ظاہری آداب کا بھی اہتمام کیا جائے جن کا تعلق نماز کی ظاہری حالت کی درستگی سے ہے اور ان باطنی صفات کا بھی پورا پورا اہتمام کیا

---

[1] وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ (البقرہ: ۴۳)

[2] وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ (المومنون: ۹)

جائے۔ جن کا تعلق آدمی کے قلب و روح اور احساسات و جذبات سے ہے۔

ذیل میں مختصر طور پر یہ آداب و صفات بیان کیے جاتے ہیں:

① طہارت و پاکیزگی

شریعت نے پاکی اور طہارت کے جو طریقے سکھائے ہیں اور جن احکام کی تعلیم دی ہے ان کے مطابق جسم و لباس کو اچھی طرح پاک صاف کرکے خدا کے حضور حاضری دی جائے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ (المائدہ ۶)

”ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سر کا مسح کرلو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو، اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرلو۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ۔ (المدثر ۴)

”اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح پاک صاف کرلو۔“

② وقت کی پابندی

یعنی ٹھیک وقت پر نماز ادا کی جائے، اس لیے کہ نماز وقت کی پابندی کیساتھ فرض کی گئی ہے۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النساء ۱۰۳)

"پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بہترین بندے وہ ہیں جو سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش کو دیکھتے رہتے ہیں کہ نماز کا وقت فوت نہ ہونے پائے۔" (مستدرک حاکم)

یعنی نماز کے اوقات کی پابندی کے لیئے ہمہ وقت فکرمند رہتے ہیں، اور سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش سے وقت معلوم کرتے رہتے ہیں کہ صحیح وقت پر نماز ادا کرلیں اور کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے۔

(۲) نماز کی پابندی

یعنی تسلسل کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ نماز پڑھی جائے حقیقت میں وہی لوگ نمازی کہلانے کے مستحق ہیں جو پابندی اور التزام کے ساتھ بلاناغہ نماز ادا کرتے ہیں۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ۔ (المعارج: ۲۲،۲۳)

"مگر نماز پڑھنے والے جو التزام کیساتھ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں"

(۳) صف بندی کا اہتمام

صفوں کو بالکل سیدھا اور برابر رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے اس لیئے کہ صفوں کو درست رکھنا اچھی طرح نماز پڑھنے کا جزو ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے آپؐ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ

نے یہ محسوس فرمایا کہ ہم اس کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپؐ باہر آئے اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؐ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

"خدا کے بندو! اپنی صفیں سیدھی اور برابر رکھا کرو ورنہ خدا تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔ (مسلم)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"نمازوں میں صفوں کو سیدھا اور برابر کیا کرو۔ اس لئے کہ صفوں کو درست رکھنا اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک جز ہے۔" (بخاری)

یعنی صفیں درست کئے بغیر اچھی طرح نماز پڑھنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کے ساتھ ساتھ صف بندی میں اس کا بھی لحاظ رہے، کہ سوجھ بوجھ والے اہل علم و فکر امام سے قریب تر رہیں یہ اسی وقت ممکن ہے جب سوسائٹی کے لوگ اہل علم و تقویٰ کا احترام کرتے ہوں اور وہ خود بھی اپنی امتیازی حیثیت کا شعور رکھتے ہوئے اول وقت مسجد پہنچ کر امام سے قریب جگہ حاصل کریں حضرت ابو مسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (باجماعت) میں ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے، اور فرماتے تھے، برابر ہو جاؤ، (صفیں سیدھی کر لو) اور آگے پیچھے نہ رہو، ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں تمہارے دل ایک دوسرے سے پھر جائیں۔ اور فرماتے تم میں سے جو عقل و خرد والے ہیں۔ وہ

میرے قریب رہیں اِن کے بعد وہ لوگ جو درجہ میں ان سے قریب ہوں پھر وہ لوگ جو سوجھ بوجھ میں ان سے قریب ہوں۔

⑤ سکون واعتدال

یعنی نماز اس سکون واطمینان کے ساتھ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کی جائے کہ قرأت، قیام، رکوع اور سجود جملہ ارکانِ نماز کا حق ادا ہو جائے

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ٥ (بنی اسرائیل : ۱۱۰)

"اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ بلند آواز سے پڑھیئے اور نہ بالکل ہی پست آواز سے، بلکہ درمیانی روش اختیار کیجیے۔"

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، کہ

"پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔"

وہ آدمی گیا اور اس نے پھر نماز پڑھی، پھر آپؐ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا:

"جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔

اِس آدمی نے تیسری دفعہ میں یا اس کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے سکھا دیجیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں،

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ

"جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔ تو پہلے خوب اچھی

لہ صحیح مسلم۔

طرح وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف رُخ کرو۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرو اور قرآن کا جو حصّہ آسانی سے پڑھ سکو پڑھو[1] پھر قرأت کے بعد رکوع کرو، یہاں تک کہ تم رکوع میں پورے سکون واطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر رکوع سے اُٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ پورے اطمینان وسکون سے سجدہ کر لو، پھر اُٹھ کر بالکل اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اپنی پوری نماز اسی اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کرو۔" (بخاری، مسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ نماز سر سے بوجھ اُتارنا نہیں ہے کہ آدمی جلدی جلدی پڑھ کر اُٹھ کھڑا ہو، بلکہ یہ خدا کی افضل ترین عبادت ہے اس کا حق یہ ہے کہ آدمی نہایت سکون و اطمینان سے اس کے سارے ارکان ادا کرے، اور ٹھہر ٹھہر کر توجہ سے نماز پڑھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں وہ نماز، نماز ہی نہیں ہے جو پورے اطمینان وسکون کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عائشہ رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیرِ تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے، اور قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے کرتے تھے اور جب آپؐ رکوع فرماتے تو اپنے سر کو نہ تو اُوپر اُٹھائے رہتے اور نہ نیچے کی طرف جھکائے رہتے بلکہ درمیانی حالت میں (کمر کی بالکل سیدھ میں) رکھتے، اور جب

---

[1] بعض روایات میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھو، اور اسکے سوا جو پڑھنا چاہو، پڑھو۔

رکوع سے اُٹھتے تو سجدہ میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ کھڑے ہو جاتے، اور جب سجدے سے سر مبارک اُٹھاتے، توجب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دُوسرا سجدہ نہ فرماتے اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے، اور التحیات پڑھتے وقت اپنا بایاں پاؤں نیچے بچھا لیتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے تھے، اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے[1] اور اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدے میں) اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے رکھے، جس طرح درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ اور پھر آپؐ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہہ کر نماز ختم فرماتے تھے۔"

(مُسلم)

⑥ نماز باجماعت کا اہتمام

فرض نماز لازماً جماعت سے پڑھنی چاہیے۔ اِلّا یہ کہ جان، مال کا واقعی خوف ہو یا پھر شدید مرض ہو۔

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ (البقرہ، ۴۳)

"اور رکوع کرو سب رکوع کرنے والوں کے ساتھ"

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ۔

(النساء: ۱۰۲)

---

[1] اور ایک روایت میں ہے کتے کی طرح بیٹھنے سے۔

"اور (اے نبی!) جب آپؐ مسلمانوں کے درمیان ہوں،
پس انہیں نماز پڑھانے لگیں۔"

یہ میدانِ جنگ میں نماز پڑھنے سے متعلق ہدایت ہے کہ اس نازک موقع پر بھی لشکر کے لوگ میدانِ کارزار میں الگ الگ نماز نہ پڑھیں بلکہ آپؐ نماز پڑھائیں تو وہ قرآن کی ہدایت کے مطابق آپؐ کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھیں۔

- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص نمازِ باجماعت کے لیئے موذن کی پکار سنے۔ اور اس پکار پر دوڑ پڑنے میں اُس کے لیئے کوئی عذر بھی نہ ہو (اور پھر بھی وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیئے نہ پہنچے اور تنہا نماز پڑھے تو اُس کی وہ نماز خدا کے ہاں قبول نہ ہوگی، بعض لوگوں نے پوچھا عُذر سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا جان و مال کا خوف ہو یا مرض ہو۔" (ابوداؤد)

- حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص چالیس روز تک برابر ہر نماز اس طرح جماعت کے ساتھ اَدا کرے، کہ تکبیرِ اُولیٰ سے شریک رہے تو اس کے لیئے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک آتشِ دوزخ سے براءت اور دوسرے نفاق سے براءت۔" (جامع ترمذی)

(۷) تلاوتِ قرآن میں ترتیل و تدبر

تلاوتِ قرآن کا حق بھی یہ ہے کہ اِس کو ٹھہر ٹھہر کر پوری توجہ، دل کی آمادگی، طبیعت کی حاضری اور ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا جائے اور ایک ایک آیت پر غور و فکر کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک ایک حرف کو واضح کرکے اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کرکے پڑھا کرتے تھے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل: ۴)

"اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے"

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (ص: ۲۹)

"یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔ تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور اصحاب عقل اس سے نصیحت حاصل کریں"

(۸) شوق و انابت

نماز درحقیقت وہی ہے جس میں آدمی اپنے دل و دماغ جذبات و احساسات اور افکار و خیالات سے پوری یکسوئی کیساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو، اور خدا سے ملاقات اور مناجات کے شوق کا یہ حال ہو کہ ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کے انتظار میں دل لگا ہوا ہو۔

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (الاعراف: ۲۹)

"اور ہر نماز کے لیے اپنا رُخ ٹھیک رکھو، اور اسی کو پکارو اپنی اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (الجمعہ: ۹)

"اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو سارے کاروبار چھوڑ کر خدا کے ذکر کی طرف بھاگ پڑو"

⑨ ادب و فروتنی

یعنی ایک فرماں بردار غلام کی طرح آدمی عاجزی اور فروتنی کا پیکر بن کر خدا کے حضور اس طرح کھڑا ہو کہ دل خدا کی عظمت و جلال سے لرز رہا ہو، اور اعضاء پر بھی ادب اور پستی، اور عجز و نیاز کی کیفیت طاری ہو۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ : ۲۳۸)

"اپنی نمازوں کی نگہداشت کرو، خصوصاً بہترین نماز کی، اور خدا کے حضور ادب اور فروتنی کا پیکر بن کر کھڑے ہو۔"

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَا اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۔ (الحج : ۳۵)

"اور (اے نبی!) بشارت دیجیے ان لوگوں کو جو عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کرتے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ خدا کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں کو ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔"

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (الاعراف : ۲۰۵)

"اور اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کیجیے۔ دل ہی دل میں گڑگڑاتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے، اور پست آواز سے اور غافلوں میں سے مت ہونا۔"

حضرت امام زین العابدینؒ جس وقت نماز کے لیے وضو فرماتے

ان کا رنگ زرد پڑ جاتا ان کے گھر والوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا حالت ہو جاتی ہے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں[1]

⑩ خشوع وخضوع

خشوع وخضوع نماز کی جان ہے، اور وہ نماز درحقیقت نماز نہیں ہے جو خشوع وخضوع سے خالی ہو۔ خشوع کے معنی ہیں، پست ہو جانا، دب جانا اور عاجزی سے جھک جانا، نماز میں خشوع اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔ دل پر خدا کی عظمت اور بڑائی کی ایسی ہیبت چھائی ہوئی ہو کہ پست جذبات اور ناپسندیدہ خیالات کا دل میں گزر نہ ہو، اور جسم پر بھی سکون اور پستی کے ایسے آثار نمایاں ہوں۔ جو ربّ عظیم کے عظمت وجلال والے دربار کے شایان شان ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ (المومنون: ۱-۲)

"فلاح یاب ہو گئے وہ مومن لوگ۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں"

⑪ خدا سے قربت کا شعور

نماز آدمی کو خدا سے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عمل سے اس قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بندہ اس وقت اپنے خدا سے انتہائی قریب ہوتا ہے۔ جب

---

[1] احیاء العلوم۔

وہ اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔" (مسلم)

اقامتِ صلوٰۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس قرب کا احساس اور شعور ہو اور اس کے دل کی گہرائی میں اِس قرب کی آرزو اور تمنا بھی ہو، اور وہ اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ احساس ہو کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۝ (العلق: ۱۹)

"اور سجدہ کرو، اور قریب ہو جاؤ"

⑫ خدا کی یاد

نماز کا حقیقی جوہر خدا کی یاد ہے، اور خدا کی یاد کا جامع اور مستند طریقہ نماز ہے، اِس لیئے کہ یہ اسی ہستی کا بتایا ہوا طریقہ ہے، جس کی یاد مطلوب ہے جو نماز خدا کی یاد کے جوہر سے خالی ہے وہ مومنوں کی نماز نہیں، منافقوں کی نماز ہے، نمازِ کے قیام کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ خدا کی یاد کی جائے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ (طٰہٰ: ۱۴)

"اور نماز قائم کیجئے میری یاد کے لیئے۔"

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۩[1]

(السجدہ: ۱۵)

"ہماری آیات پر تو وہی لوگ درحقیقت ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے یاد دہانی کرائی جاتی ہے، تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے رب کی تعریف اور پاکی بیان کرنے لگتے ہیں اور وہ کبر و غرور نہیں کرتے۔"

---

[1] واضح رہے کہ یہ آیت سجدہ کی ہے۔

یعنی ان کے سجدے اور رکوع شعور کے سجدے اور رکوع ہوتے ہیں یہ لاپرواہی کے ساتھ، محض نوک زبان سے تسبیح و تحمید کے الفاظ ادا نہیں کرتے بلکہ جو کلمات بھی ادا کرتے ہیں خدا کی یاد میں کرتے ہیں اور ان کی نماز سراسر خدا کی یاد ہوتی ہے۔

(۱۳) ریاء سے اجتناب

محافظتِ نماز کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ ریاء، نمود و نمائش اور اس طرح کے دوسرے اُن تمام گھٹیا جذبات سے محفوظ رہے جو اخلاص کے خلاف ہوں، ریاکاری سے نہ صرف یہ کہ نماز ضائع ہو جاتی ہے بلکہ ایسا نمازی بھی تباہ و برباد ہے جو دکھاوے کی نماز پڑھتا ہو۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ (الماعون : ۴)

"پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لیئے جو اپنی نماز سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں۔"

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے دکھاوے کی نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔"

(۱۴) اقامتِ صلوٰۃ کی آخری اور جامع شرط یہ ہے کہ مومن پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دے، وہ جب تک زندہ رہے خدا کا اطاعت گزار غلام رہے۔ جب موت سے ہمکنار ہو تو اس کی موت بھی خدا ہی کے لیئے ہو۔

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الانعام : ۱۶۴)

"بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والوں میں ہوں"

آیت میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ چار چیزوں کا ذکر ہے، نماز اور قربانی اور پھر نماز کے ساتھ زندگی اور قربانی کے ساتھ موت کا ذکر ہے دراصل نماز اور قربانی دو جامع عنوان ہیں جو مومن کی پوری زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نماز دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن نہ صرف نماز میں بلکہ نماز کے باہر پوری زندگی میں بھی خدا ہی کا وفادار اور اطاعت شعار غلام ہوتا ہے، اور قربانی دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن کا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہونے ہی کے لیئے ہے۔

کامل سپردگی کے اس شعور کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے وہ یقیناً نماز ہوگی اور پوری زندگی پر اس طرح اثرانداز ہوگی کہ ایک طرف تو آدمی بُرائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے میں انتہائی حساس اور نازک مزاج ہوگا اور بُرائی اختیار کرنا کیا معنی اس کے تصور سے بھی اسے گھن آئے گی اور دوسری طرف وہ بھلائی کو اختیار کرنے اور بھلائی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لیئے وہ انتہائی حریص، اور سراپا اشتیاق ہوگا۔

اقامت صلوٰۃ کا پورا پورا حق ادا کرنے اور اپنی نماز کو واقعی نماز بنانے کے لیئے اوپر کی تیرہ شرطوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نمازِ تہجد اور دوسرے نوافل اور ان اذکار و اوراد کا بھی التزام کیا جائے جو مسنون ہیں اور تنہائی میں مستقل طور پر اپنا احتساب کرنے اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگنے اور مسلسل مانگتے رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

نماز کی فرضیت

نماز تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام شروع ہی سے پڑھتے رہے البتہ یہ پانچ وقت کی نماز باقاعدہ شب معراج میں فرض ہوئی۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے معراج کرائی اور اپنی ملاقات کا شرف بخشا، اسی موقع پر آپ کو نماز کا تحفہ عطا کیا گیا۔ اور اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ کو نماز کے اوقات بتائے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، قرآن میں نماز کی فرضیت صریح الفاظ میں آئی ہے اور تمام عبادات سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً مسلمان نہیں ہے۔

نماز کے اوقات

نماز اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔[1] فرض نمازوں کے اوقات قرآن و سنت کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں:

۱۔ فجر ۲۔ ظہر ۳۔ عصر ۴۔ مغرب اور ۵۔ عشاء[2]

---

[1] قرآن میں ہے:

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء: ۱۰۳)

"پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔"

[2] اوقاتِ صلوٰۃ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن میں ہدایت دی گئی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

"نماز قائم کیجئے زوالِ آفتاب کے اوقات میں رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا التزام کیجئے، بلاشبہ فجر کا قرآن مشہود ہوتا ہے۔"

"دلوکِ شمس" سے مراد سورج کا زوال اور ڈھلاؤ ہے، اس اندازِ بیان میں بڑی جامعیت اور حکمت ہے، سورج کا یہ زوال دراصل دن میں چار بار ہوتا ہے۔ اور اس فقرہ میں ان ہی چار اوقات کی طرف بلیغ اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) وہ وقت جب نصف النہار کے بعد سورج مغرب کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۲) وہ وقت جب سورج کی حرارت اور روشنی ماند پڑنے لگتی ہے، اور اس پر زردی چھانا شروع ہوتی ہے۔

(۳) وہ وقت جب سورج غروب ہو جاتا ہے۔

(۴) وہ وقت جب مغرب میں نظر آنے والی سُرخی بھی غائب ہو جاتی ہے۔

یہی اوقات ہیں جن میں ظہر، عصر، مغرب اور عشار کی نمازیں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور قرآنِ فجر سے مراد فجر کی نماز ہے، قرآن میں کہیں تو نماز کے لیے صلوٰۃ ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور کہیں کوئی اہم جزو بول کر مراد لی گئی ہے۔ جس سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ نماز میں اس جزو کی اہمیت بھی معلوم ہو جاتی ہے "قرآن فجر مشہود ہوتا ہے" یعنی اس وقت طبیعت حاضر ہوتی ہے، آدمی تازہ دم ہوتا ہے اور وقت بھی بڑا سہانا اور پرسکون ہوتا ہے

اس آیت میں جن چار نمازوں کی طرف مجموعی اشارہ کیا گیا ہے، دوسرے مقامات پر ان اوقات کا واضح تذکرہ کیا گیا ہے،

وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ۔

(ہود: ۱۱۴)

"اور نماز قائم کیجئے دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گزرنے پر"

دن کے دونوں کناروں سے واضح طور پر فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں۔ اور "کچھ رات گزرنے پر" سے مراد عشار کی نماز ہے،

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ۔

(طٰہٰ: ۱۳۰)

"اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کی کچھ گھڑیوں

میں پھر تسبیح کیجئے اور دن کے کناروں پر۔"
"سورج نکلنے سے پہلے" یعنی نماز فجر، غروب ہونے سے پہلے یعنی نمازِ عصر
رات کی کچھ گھڑیوں میں یعنی مغرب اور عشاء اور دن کے کنارے تین ہیں، صبح، زوال
آفتاب، اور مغرب۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ
الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔

(الروم: ۱۷، ۱۸)

"پس تسبیح کرو، اللہ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے
ہو، آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیئے حمد ہے (اور تسبیح کرو، اس
کی) تیسرے پہر اور جب کہ تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔"
یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے قرآن یوں بھی اجزائے نماز بول کر نماز مراد لیتا
ہے اور یہاں مزید قرینہ خود یہ اوقات کی تعیین بھی ہے ورنہ محض پاکی کا عقیدہ
رکھنے کے لیئے اوقات کی تعیین کے کیا معنی؟
پھر خدا تعالیٰ نے اس حکم کی تشریح کے لیئے جبریلؑ امین کو بھیجا اور انہوں نے
حاضر ہوکر ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم دی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
"جبریلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی، پہلے
دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا، اور سایہ
ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کی نماز ایسے وقت
پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا۔ پھر مغرب کی
نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، پھر عشاء
کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھائی، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی
جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، دوسرے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۴ پر)

۱۔ فجر کا وقت:

صبح صادق یعنی پو پھٹنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

۲۔ ظہر کا وقت:

سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ اس سے دوگنا ہو جائے مثلاً ایک لکڑی جو ایک ہاتھ لمبی ہے ٹھیک دوپہر میں اس کا سایۂ اصلی چار انگل تھا، اب جب اس لکڑی کا سایہ دو ہاتھ اور چار انگل ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ مگر احتیاط یہی ہے کہ نمازِ ظہر اس وقت کے اندر اندر پڑھ لی جائے جب کہ ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ اس کے قد کے برابر ہو، نمازِ جمعہ کا بھی یہی وقت ہے البتہ ظہر کی نماز موسم گرما میں ذرا تاخیر سے پڑھنا مناسب ہے، لیکن جمعہ کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا ہی افضل ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۲ کا) دن انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا، اور عصر کی نماز اس وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا اور مغرب کی نماز اس وقت جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبریلؑ نے پلٹ کر مجھ سے کہا:

"اے محمدؐ! یہی اوقات انبیاءؑ کے پڑھنے کے ہیں، اور نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں کے درمیان ہیں۔" (قرآنی تعلیمات جلد اول از مرتب صفحہ ۲۷۲-۲۷۵)

۳۔ عصر کا وقت:

ظہر کا وقت ختم ہونے کے وقت سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے کے وقت تک باقی رہتا ہے، البتہ سورج میں زردی آنے سے پہلے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ سورج میں زردی آجانے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر اتفاق سے کبھی دیر ہو جائے اور سورج میں زردی آجائے تو نماز قضا نہ کرنی چاہیئے بلکہ اسی وقت میں ادا کر لینی چاہیئے۔

۴۔ مغرب کا وقت:

سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اور شفق کی سرخی غائب ہونے تک باقی رہتا ہے، مغرب کی نماز ہمیشہ وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے۔

۵۔ عشاء کا وقت:

شفق کی سرخی غائب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے، شفق کی سرخی غروب آفتاب سے اندازاً سوا گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن عشاء کی نماز احتیاطاً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پڑھنی چاہیئے۔ ان فرض نمازوں کے علاوہ تین نمازیں واجب ہیں۔ فرض نمازوں کے ذیل میں انکے اوقات بھی لکھے جاتے ہیں:

نمازِ وتر کا وقت

نمازِ عشاء کے بعد، ہی ساتھ میں نمازِ وتر پڑھ لینا چاہیئے۔ البتہ جو لوگ پابندی سے پچھلی رات میں اُٹھنے کے عادی ہوں، ان کے لیئے آخر شب میں وتر پڑھنا مستحب ہے، اور اگر شبہ ہو کہ شاید آنکھ نہ کھلے تو مستحب یہ ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد ساتھ ہی میں نمازِ وتر پڑھ لی جائے۔

—

نمازِ عیدین کا وقت

جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، عیدین کی نماز ہمیشہ جلد پڑھنا مستحب ہے[1]

نماز کے یہ اوقات تمام عالم کیلئے ہیں

نمازوں کے اوقات کی تعیین کے جو قاعدے اوپر بیان کیے گئے ہیں یہ صرف عرب، پاکستان اور ہندوستان ہی کے لیئے نہیں ہیں بلکہ دنیا کے جن ممالک میں بھی چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع و غروب ہوتا ہے ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے نمازوں کے اوقات ان ہی قاعدوں پر مقرر کیے جائیں گے[2] البتہ جہاں ظہر و عصر میں یا مغرب اور عشاء میں فصل

---

[1] نمازِ وتر واجب ہے، شریعت میں صرف تین نمازیں واجب ہیں، وتر کی نماز، عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز، ہاں وہ نماز بھی واجب ہے جس کی نذر مانی جائے اور ہر نفل نماز بھی شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، یعنی اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء پڑھنا ضروری ہے۔

[2] قطبین کے قریب کے ایسے مقامات جہاں دن اور رات میں غیر معمولی تفاوت ہوتا ہے، نماز اور روزے کے اوقات کی تعیین کے سلسلہ میں مفکرِ اسلام علامہ مودودی رح صاحب کی وہ وضاحت قابلِ مطالعہ ہے، جو آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمائی ہے، ذیل میں ہم یہ سوال و جواب رسائل مسائل حصہ دوم سے نقل کرتے ہیں۔

قطبین کے قریب مقامات میں نماز روزے کے اوقات

سوال : میرا ایک لڑکا ٹریننگ کے سلسلہ میں انگلستان گیا ہوا ہے۔ اور روزوں

کے اوقات کے لیئے ایک اصولی ضابطہ چاہتا ہے، بارش، بادل اور دھند کی کثرت سے وہاں سورج بالعموم بہت کم دکھائی دیتا ہے کبھی دن بہت بڑے ہوتے ہیں کبھی بہت چھوٹے، بعض حالات میں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب میں بیس گھنٹے کا فصل ہوتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں بیس گھنٹے یا اس سے زائد کا روزہ رکھنا ہوگا؟

جواب: جن ممالک میں چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع و غروب ہوتا ہے ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے، نمازوں کے اوقات انہی قاعدوں پر مقرر کیئے جائیں گے جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں، یعنی فجر کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے ظہر کی نماز زوال آفتاب کے بعد، عصر کی نماز غروب آفتاب سے قبل، مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد اور عشاء کی نماز کچھ رات گزر جانے پر، اسی طرح روزہ بہر حال صبح صادق کے ظہور پر شروع ہوگا۔ اور غروب آفتاب کے معاً بعد افطار کیا جائے گا۔ جہاں ظہر و عصر یا مغرب و عشاء میں فصل ممکن نہ ہو وہاں جمع بین الصلوٰتین کر لیں۔

آپ کے صاحبزادے اپنی سہولت کے لیئے انگلستان کی رصد گاہ سے دریافت کر لیں، کہ ان کے علاقے میں آفتاب کے طلوع و غروب اور زوال کے اوقات کیا ہیں پھر ان اوقات کے لحاظ سے اپنی نمازوں کے اوقات مقرر کر لیں۔

روزے کے لیئے وہاں کے دن کی بڑائی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، ابن بطوطہ نے روس کے شہر بلغار کے متعلق لکھا ہے کہ گرمی کے زمانے میں جب وہ وہاں پہنچا ہے تو رمضان کا مہینہ تھا، اور افطار کے وقت سے لیکر صبح صادق کے ظہور تک صرف دو گھنٹے کا وقت ملتا تھا، اسی مختصر مدت میں وہاں کے مسلمان افطار بھی کرتے، کھانا بھی کھاتے، اور عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے تھے، نماز عشاء سے فارغ ہو کر کچھ دیر نہ گزرتی تھی، کہ صبح صادق ظاہر ہو جاتی اور پھر فجر کی نماز پڑھ لی جاتی تھی۔

ممکن نہ ہو وہاں جمع بین الصلوتین[1] کرنا ہوگا یعنی ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھی جائے گی، اور مغرب اور عشاء کی نماز بھی ایک ساتھ پڑھی جائے گی۔ البتہ وہ مقامات جہاں دن اور رات چوبیس گھنٹوں سے متجاوز ہوتے ہیں، وہاں گھڑیوں کے حساب سے اوقات مقرر کیے جائیں گے۔ اور ایسے مقامات میں نمازوں کے اوقات مقرر کرنے کے لیئے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کے اوقات کو معیار بنانا چاہیئے۔

---

[1] جمع بین الصلوتین کا بیان صفحہ ۲۰۷ پر دیکھئے۔

نماز کی رکعتیں

۱۔ نمازِ فجر

پہلے دو رکعت سنّتِ مؤکدہ[1] پھر دو رکعت نماز فرض۔ احادیث میں فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے، اگرچہ بعض دوسری سنتوں کی بھی آپؐ نے تاکید کی ہے لیکن فجر کی سنتوں کی تاکید سب سے زیادہ فرمائی اور خود بھی آپؐ اس کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، آپؐ کا ارشاد ہے:

"فجر کی سنتیں ترک نہ کرنا، چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں۔"[2]

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

---

[1] سنتِ مؤکدہ سے مراد وہ نماز ہے جس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، جو شخص کسی عذر کے بغیر قصداً اس کو ترک کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سنت غیر مؤکدہ یا نفل سے مراد وہ نماز ہے جو ضروری تو نہیں ہے لیکن اس کے پڑھنے کا بہت اجر و ثواب ہے، موقع، فرصت، اور دل کی آمادگی ہو تو ضرور پڑھنا چاہیئے لیکن کوئی نہ پڑھے تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

[2] (احمد ابوداؤد) اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جان پر بن آئے تب آدمی ان سنتوں کو ادا کرے، جان کے خوف سے تو نماز فرض کا ترک کرنا بھی جائز ہے، دراصل اس انداز بیان سے ان سنتوں کی انتہائی تاکید اور ترغیب مقصود ہے۔

"فجر کی سنتیں میرے نزدیک دُنیا و مافیہا سے بہتر ہیں[۱]"
مسنون نمازوں میں جتنی پابندی اور اہتمام آپؐ فجر کی سنتوں کا فرماتے تھے۔ اور کسی نماز کا نہ فرماتے تھے[۲] اور حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں میرے کمرے میں ادا فرماتے تھے، اور بڑی ہلکی پھلکی پڑھتے تھے[۳] اور فجر کی ان سنتوں میں بالعموم قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے[۴]

۲۔ نمازِ ظہر

پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر چار فرض، پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعت نفل۔

۳۔ نمازِ جمعہ

پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر دو رکعت فرض باجماعت پھر چار رکعت[۵] سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے)۔

---

[۱] (مسلم، ترمذی، نسائی، بروایت حضرت عائشہؓ)۔
[۲] بخاری، مسلم، احمد بروایت حضرت عائشہؓ۔
[۳] احمد، بخاری، مسلم۔
[۴] احمد طحاوی، ترمذی۔
[۵] یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ صاحبین کے نزدیک جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا سنت ہیں۔ پہلے چار رکعتیں (ایک سلام سے) پھر دو رکعتیں (ایک سلام سے) اور دونوں مسلکوں کی تائید میں حدیثیں موجود ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو، (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۹) اور عبداللہ ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد گھر آکر دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی (باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۰ پر)

۴۔ نمازِ عصر

پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ یا مستحب پھر چار رکعت فرض۔

۵۔ نمازِ مغرب

پہلے تین رکعت فرض پھر دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت نفل۔

۶۔ نمازِ عشاء

پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت مؤکدہ پھر تین رکعت وتر، پھر دو رکعت نفل[1]

پانچوں وقت کی نمازوں میں سنت مؤکدہ بارہ[12] ہیں، دو فجر میں، چھ ظہر میں، دو مغرب میں اور دو عشاء میں[2] ان کی تاکید اور فضیلت الگ الگ حدیث میں بہت آئی ہے، انتہائی اہتمام کے ساتھ ان کو ادا کرنا چاہیئے۔ جو شخص کسی عذر اور مجبوری کے بغیر ان کو چھوڑے گا، سخت گنہگار ہوگا، نبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹ کا) کرتے تھے۔ حضرت اسحٰقؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کے بعد مسجد میں سنت پڑھی جائے تو چار رکعت پڑھنی چاہیئے۔ اس لیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ "نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو"

اور گھر پڑھی جائے تو دو رکعت پڑھنی چاہیئے اس لیئے کہ گھر میں آپ نے دو رکعت پڑھی ہیں۔ (ترمذی جلد ۱)

(حاشیہ صفحہ ۲۱۹) [۶] علم الفقہ ۲ صد ۴۲۔

[1] وتر کے بعد جو دو رکعتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کیلئے شب میں اٹھنا دشوار ہوئے بتادو کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے۔ اگر رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھنے کا موقع مل گیا تو خوب ورنہ یہی دو رکعتیں اسکے حق میں تہجد قرار پائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

[2] ترمذی، نسائی۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان کی فضیلت یوں بیان فرمائی ہے:

"جو مسلمان بھی فرضوں کے علاوہ ہر روز بارہ رکعتیں اللہ کے لیے پڑھ لیا کرے۔ اس کیلئے اللہ جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔"[1]

---

[1] صحیح مسلم۔

نماز کے مکروہ اوقات

یہ اوقات تین قسم کے ہیں ایک وہ جن میں ہر نماز ممنوع ہے، دوسرے وہ جن میں ہر نماز مکروہ ہے۔ تیسرے وہ جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے۔

وہ اوقات جن میں ہر نماز ممنوع ہے

یہ اوقات تین ہیں:

(۱) سورج جب نکلنے لگے۔ اور جب تک اس کی زردی اچھی طرح ختم نہ ہو جائے، اور روشنی خوب نہ پھیل جائے۔

(۲) ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک کہ سورج ڈھل نہ جائے۔

(۳) سورج میں سرخی آجانے کے بعد سے سورج غروب ہونے کے وقت تک[1]

ان تینوں اوقات میں ہر نماز ممنوع ہے چاہے وہ نماز فرض ہو یا واجب، سنت مؤکدہ ہو یا نفل۔ اسی طرح ان اوقات میں سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوت بھی ممنوع ہے، اور اگر پہلے سے نماز شروع کر رکھی ہے اور یہ وقت مکروہ آجائے تو وہ نماز باطل ہو جائے گی البتہ ان تین اوقات میں اگر جنازہ آجائے تو پھر تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔

---

[1] اگر اسی دن کی نماز عصر میں کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہے تو سورج میں سرخی آجانے کے وقت بھی پڑھ لینی چاہیئے، قضا نہ کرنی چاہیئے۔

وہ اوقات جن میں ہر نماز مکروہ ہے

(۱) جب پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو، یا ریح خارج ہونے کا تقاضا ہو رہا ہو۔

(۲) شدید بھوک لگی ہوئی ہو اور کھانا سامنے آجائے۔ اور یہ خیال ہو کہ اگر کھانے سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو طبیعت نہ لگے گی ان ضرورتوں کے وقت اگر نماز پڑھی جائیگی، تو نماز تو ہو جائیگی، لیکن پڑھنا مکروہ ہے، ان ضرورتوں سے فارغ ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔ تاکہ یکسوئی اور طبیعت کی آمادگی کے ساتھ پڑھی جا سکے۔

وہ اوقات جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے

(۱) جب امام خطبہ دینے کے لیئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح اور حج وغیرہ کا۔

(۲) فجر کی نماز کے بعد سورج نکل آنے اور اچھی طرح روشنی پھیل جانے کے وقت تک۔

(۳) نماز عصر کے بعد سے سورج غروب ہو جانے کے وقت تک۔

(۴) فجر کے وقت فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی دوسری نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۵) جب فرض نماز کے لیئے تکبیر کہی جا رہی ہو۔

(۶) نماز عیدین سے پہلے خواہ گھر میں پڑھی جائے یا عیدگاہ میں۔

(۷) نماز عیدین کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنا۔

(۸) عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان میں اور اسکے بعد بھی۔

(۹) مزدلفہ میں مغرب اور عشار کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد بھی نفل پڑھنا۔

(۱۰) مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے۔

اور یہ بھی مکروہ ہے کہ عشاء کی نماز میں زیادہ تاخیر کی جائے۔۔۔۔۔۔
آدھی رات گزرنے پر پڑھی جائے اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ مغرب کی نماز
میں تاخیر کی جائے، اور اس وقت ادا کی جائے جب تارے اچھی طرح
کثرت سے نکل آئیں[1]

---

[1] علم الفقہ جلد ۲ صفحہ ۱۱

اذان واقامت کا بیان

اذان واقامت کے معنی

اذان کے معنی ہیں، خبردار کرنا، اطلاع دینا اور اعلان کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں نماز باجماعت کے لیئے لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے کچھ مخصوص الفاظ کے ذریعے پکارنے اور اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں شروع شروع میں تو وقت کا اندازہ کرکے مسلمان خود مسجد میں جمع ہو جاتے اور نماز باجماعت پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر جب مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور مختلف مصروفیات رکھنے والے لوگ جب کثیر تعداد میں مسلمان ہونے لگے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کو نماز باجماعت کے لیئے جمع ہونے کی اطلاع دی جائے، چنانچہ سلہ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اذان کا طریقہ بتایا۔

اقامت کے معنی ہیں کھڑا کرنا، اصطلاح میں نماز باجماعت شروع کرنے سے پہلے اذان کے الفاظ دُہرانے اور یہ اعلان کرنے کو اقامت کہتے ہیں کہ جماعت کھڑی ہوگئی اسی لیئے اقامت میں حیّ علی الفلاح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ[1] کے الفاظ بھی دُہرائے جاتے ہیں۔

اذان کی فضیلت

اذان امتِ مسلمہ کی امتیازی علامت ہے۔ حدیث میں اذان کی

---

[1] ترجمہ: "بیشک نماز کے لیئے کھڑے ہو گئے"

فضیلت اور عظمت سے متعلق بہت کچھ آیا ہے نمونے کے طور پر یہاں چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- "انبیاء اور شہداء کے بعد اذان دینے والے لوگ جنت میں داخل ہوں گے"[1]
- "اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور اس کو جو (انسان اور جن) بھی سنتے ہیں، وہ سب قیامت کے روز اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے"۔ جو شخص جنگل میں اپنی بکریاں چراتا ہو اور اذان کا وقت آجائے تو بلند آواز سے اذان کہے کیونکہ جہاں تک اس کی آواز جائے گی قیامت کے روز وہ تمام چیزیں اس کے لیے گواہ ہوں گی"[2]
- "جو آدمی سات سال تک برابر اذان دے، اور وہ محض اجر آخرت کا طالب ہو تو اس کے لیئے دوزخ سے براءت لکھ دی جاتی ہے"[3]
- "قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں بلند ہوں گی"[4]

یعنی اُس دن ان کو ایک امتیازی شان اور عزت سے نوازا جائے گا۔

- "اذان کے وقت شیطان پر خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ انتہائی بدحواسی کے عالم میں بھاگتا ہے،

---

[1] علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۳۔

[2] بخاری۔

[3] جامع ترمذی، ابوداؤد۔

[4] مسلم۔

جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں وہ ہرگز نہیں ٹھہرتا۔“[1]

”جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام عذاب اور آفات سے محفوظ رہتا ہے۔“[2]

اذان و اقامت کا مسنون طریقہ

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن پاک صاف ہو کر کسی اونچی جگہ[3] پر قبلے کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو اور شہادت کی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں دے کر اپنی طاقت بھر بلند آواز سے یہ کلمات کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

”اللہ سب سے بڑا ہے۔“

چار مرتبہ کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

دو مرتبہ کہے۔

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

دو مرتبہ کہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔

”آؤ نماز کی طرف۔“

داہنے طرف منہ پھیرتے ہوئے دو مرتبہ کہے۔

---

[1] بخاری، مسلم۔

[2] طبرانی۔

[3] اگر یہ جگہ مسجد سے علیحدہ ہو تو اچھا ہے۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔

"آؤ کامرانی کی طرف"

بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے دو مرتبہ کہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

"اللہ سب سے بڑا ہے"

دو مرتبہ کہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"

ایک مرتبہ

فجر کی اذان میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد دو مرتبہ

"اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

"نماز نیند سے بہت بہتر ہے"

بھی کہے اور "اللّٰہُ اکبر" کو دو مرتبہ کہہ کر اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والے جواب میں یہ الفاظ دو مرتبہ کہہ سکیں۔ "اللّٰہُ اکبر" کے سوا دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والے وہی کلمہ دہرا کر جواب دے سکیں۔

اقامت کہنے کا بھی یہی طریقہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اقامت صف میں کھڑے ہو کر ذرا پست آواز سے پڑھے، اور نہ کانوں میں انگلیاں دے اور نہ "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" میں دائیں بائیں رخ پھیرے، اور ہر وقت کی اقامت میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد دو مرتبہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" کہے۔

اذان کا جواب اور دعائیں

(۱) جو شخص بھی اذان سنے اس پر واجب ہے کہ اذان کا جواب

دے، یعنی جو الفاظ مؤذن سے سنے وہی خود بھی دہرائے، البتہ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة" اور "حَيَّ عَلَى الفَلَاح" کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ"[1] کہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جب مؤذن "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہے اور تم میں سے کوئی اس کے جواب میں کہے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پھر مؤذن کہے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" اور جواب دینے والا بھی کہے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا الله" پھر مؤذن کہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" تو جواب دینے والا کہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" پھر مؤذن کہے "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة" تو جواب دینے والا کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" پھر مؤذن کہے "حَيَّ عَلَى الْفَلَاح" تو سننے والا کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" پھر مؤذن کہے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" تو جواب دینے والا کہے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" پھر مؤذن کہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" تو سننے والا جواب میں کہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" تو جس نے یہ کلمات اذان کے جواب میں حضورِ قلب سے کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (مسلم)

(۲) فجر کی اذان میں جب مؤذن "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہے تو سننے والا جواب میں کہے، صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ[2]

---

[1] "حول" سے مراد ہے معصیت الٰہی سے بچنے کی طاقت اور "قوۃ" سے مراد ہے خدا کی فرمانبرداری کی استطاعت یعنی خدا کی مدد اور توفیق کے بغیر نہ ہم گناہ سے بچ سکتے ہیں اور نہ کوئی نیک عمل کرسکتے ہیں۔

[2] تم نے سچ کہا اور بھلائی کی بات کہی۔ (علم الفقہ جلد ۲)

(۳) اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی مؤذن کی اذان سُنے تو جو الفاظ مؤذن سے سُنے وہ الفاظ خود بھی دُہراتا جائے اور پھر مجھ پر درود بھیجے کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔"

(۴) اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دُعا مانگی، وہ میری شفاعت کا حقدار ہوگیا" (بخاری)

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ (بخاری)

"اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما، فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے"

"دعوۃ تامہ" سے مُراد توحید کی یہ پکار ہے جو پانچوں وقت ہر مسجد سے بلند ہوتی ہے اور قیامت تک بلند ہوتی رہے گی۔

"وسیلہ" سے مراد جنت میں قربِ الٰہی کا وہ امتیازی مقام ہے جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ آپ کا ارشاد ہے:

لہ اسی بنا پر علماء نے لکھا ہے کہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہلی مرتبہ سن کر ایک بار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے۔ (علم الفقہ جلد ۲)

"جب تم میں سے کوئی مؤذن کی اذان سنے تو جو الفاظ مؤذن سے سنے وہی خود بھی دہرائے پھر مجھ پر درود بھیجے، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتا ہے پھر اللہ سے میرے لیئے "وسیلہ" طلب کرے، یہ جنت کا ایک خاص مقام ہے جو خدا کے کسی خاص بندے کے لیئے مخصوص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جو میرے لیئے "وسیلے" کی دعا کرے گا اس کے لیئے میری شفاعت واجب ہے۔" (مسلم)

"فضیلۃ" سے مراد بھی قربِ الٰہی کا مخصوص ترین مقام ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ اور

"مقامِ محمود" سے مراد مقبولیت کا وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے والا دنیا اور آخرت میں "محمودِ خلائق" ہو، خدا نے قرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا وعدہ فرمایا ہے:

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

(بنی اسرائیل: ۷۹)

"عنقریب تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔"

(۵) اقامت کا جواب دینا مستحب ہے واجب نہیں۔ اور جب مکبر کہے "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ" تو سننے والا کہے "اَقَامَھَا اللّٰہُ وَ اَدَامَھَا" یعنی خدا اس کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے۔"

(۶) کئی اذانوں کی آواز کان میں آئے تو صرف ایک جواب سب کے لیئے کافی ہے۔ ہر اذان کا الگ الگ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

(۷) جمعہ کے دن خطبے کی اذان کا جواب دینا واجب نہیں اور مکروہ

بھی نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔[1]

اذان مؤذن کے آداب

(۱) اذان مرد کو کہنی چاہیئے، عورت کی اذان صحیح نہیں ہے، اگر کسی وقت عورت اذان دے دے تو دوبارہ اذان دینا چاہیئے۔

(۲) ایسے آدمی کو اذان کہنی چاہیئے جو شریعت کے ضروری مسائل سے واقف ہو، نیک اور پرہیزگار ہو، اور اگر آواز بھی بلند ہو تو زیادہ اچھا ہے۔

(۳) اذان عقلمند اور سمجھدار آدمی کو دینا چاہیئے، دیوانے اور مدہوش آدمی کی اذان مکروہ ہے اسی طرح ناسمجھ بچے کی اذان بھی مکروہ ہے۔

(۴) اذان مسجد سے الگ کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑے ہو کر دینا چاہیئے البتہ جمعہ کی دوسری اذان جو خطبے سے پہلے دی جاتی ہے، اس کا مسجد میں کہنا مکروہ نہیں ہے۔

(۵) اذان کھڑے ہو کر دینا چاہیئے۔ بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

(۶) اذان کہتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں کانوں کے سوراخوں میں دینا مستحب ہے۔

(۷) اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کے الفاظ روانی کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے، اذان کے کلمات اس طرح سانس لے لے کر ادا کرے کہ سننے والا جواب دے سکے۔

(۸) اذان میں "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" کہتے وقت داہنی جانب منہ پھیرنا، اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرنا سنت

---

[1] علم الفقہ۔

ہے۔ البتہ اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ سینے اور قدم کا رخ قبلے کیطرف سے نہ پھرنے پائے۔

اذان و اقامت کے مسائل

(۱) "فرض عین" نمازوں کے لیئے اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے، چاہے اسی وقت کی نماز ادا کی جا رہی ہو یا قضا نماز پڑھی جا رہی ہو۔ پڑھنے والے مقیم ہوں یا مسافر ہر صورت میں اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ البتہ سفر کی حالت میں جب جماعت میں شریک ہونے والے سب ساتھی موقع پر موجود ہوں تو ایسی صورت میں اذان کہنا مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

(۲) اذان اس وقت پڑھنی چاہیئے جب نماز کا وقت ہو جائے، نماز کا وقت آنے سے پہلے جو اذان دی گئی وہ صحیح نہیں، وقت ہو جانے پر دوبارہ اذان کہنا چاہیئے۔ خواہ وہ کسی وقت کی اذان ہو۔

(۳) اذان عربی زبان میں اور انہی الفاظ میں کہنا ضروری ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔ نہ تو یہ صحیح ہے کہ غیر عربی زبان میں اذان دی جائے اور نہ یہی صحیح ہے کہ عربی زبان میں مسنون الفاظ کے علاوہ دوسرے لفظوں سے لوگوں کو جمع کیا جائے، ان تمام صورتوں میں اگر لوگ اذان سمجھ کر جمع بھی ہو جائیں تب بھی اذان نہ ہو گی۔ مسنون عربی الفاظ میں اذان کہنا ضروری ہو گا۔

(۴) اذان ہمیشہ عاقل بالغ اور ہوشمند مرد کو دینا چاہیئے۔ عورت کی اذان مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح دیوانے اور مست آدمی کی اذان بھی مکروہ ہے اور ناسمجھ بچے کی اذان بھی مکروہ ہے۔ اگر کسی وقت کسی عورت نے اذان دے دی یا کسی دیوانے اور ناسمجھ بچے نے اذان

دے دی تو اذان دوبارہ کہنی چاہیئے۔

(۵) جس مسجد میں نماز باجماعت کا باقاعدہ نظم ہو، اور اسمیں باقاعدہ اذان و اقامت سے جماعت ہو چکی ہو، تو ایسی صورت میں دوبارہ اذان و اقامت سے اس مسجد میں جماعت کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر نماز باجماعت کا کوئی باقاعدہ نظم نہ ہو، نہ کوئی امام مقرر ہو اور نہ مؤذن، تو پھر اذان و اقامت پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

(۶) فرض عین نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں مثلاً نماز جنازہ، نمازِ عیدین، اور نفل و واجب نمازوں کیلئے اذان کہنا مسنون نہیں۔

(۷) اذان دیتے میں باتیں کرنا، یا سلام کا جواب دینا درست نہیں اگر کبھی اتفاق سے سلام کا جواب دے دیا تو خیر اور اگر باتیں شروع کردیں تو ایسی صورت میں اذان دوبارہ کہنی چاہیئے۔

(۸) جمعہ کی پہلی اذان سنتے ہی تمام کام کاج چھوڑ کر مسجد میں جانا واجب ہے۔ اذان سننے کے بعد بدستور اپنے کاموں میں مصروف رہنا اور کاروبار کرنا حرام ہے۔

(۹) جب کسی کے کان میں اذان کی آواز پہنچے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور چاہے پاک ہو یا جنابت کی حالت میں ہو بہرحال اسکو چاہیئے کہ اذان کی طرف متوجہ ہو جائے، اگر چل رہا ہو تو مستحب یہ ہے کہ کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کے دوران اذان کا جواب دینے کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو، یہاں تک کہ نہ سلام کا جواب دے، اور اگر قرآنِ پاک کی تلاوت میں مشغول ہو تو پڑھنا روک دے[1]

---

[1] علم الفقہ جلد ۲۔

(۱۰) جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے، یا خود ہی چاہے کہ دوسرا شخص اقامت کہے تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے۔

(۱۱) مؤذن کو جس مسجد میں فرض پڑھنے ہوں، اسی مسجد میں اذان کہے، ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں ایک فرض نماز کے لیئے اذان کہنا مکروہ ہے۔

(۱۲) کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان دینا بھی جائز ہے۔

(۱۳) بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

اذان کا جواب نہ دینے کی حالتیں

اذان کا جواب دینا واجب ہے لیکن سات حالتوں میں جواب نہ دینا چاہیئے۔

(۱) نماز کی حالت
(۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔
(۳) حیض و نفاس کی حالت میں۔
(۴) علم دین پڑھنے پڑھانے کے دوران۔
(۵) بیوی سے ہم بستری کی حالت میں۔
(۶) پیشاب پاخانہ کی حالت میں۔
(۷) کھانا کھانے کی حالت میں۔

نماز واجب ہونے کی شرطیں

نماز واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے گی تو نماز واجب نہ ہوگی۔

(۱) اسلام۔ یعنی نماز مسلمان پر واجب ہے، کافر پر واجب نہیں۔

(۲) بلوغ۔ جب تک لڑکا یا لڑکی بالغ نہ ہو جائے اس پر نماز واجب نہیں ہوتی۔

(۳) عقل و ہوش۔ اگر کوئی دیوانہ ہو یا بے ہوش ہو یا ہر وقت مست اور مدہوش رہتا ہو اس پر نماز واجب نہیں۔

(۴) عورتوں کا حیض و نفاس سے پاک ہونا، حیض و نفاس کی حالت میں عورتوں پر نماز فرض نہیں۔

(۵) نماز کا وقت پایا جانا۔ یعنی نماز کا اتنا وقت مل جائے کہ آدمی اس وقت کی نماز ادا کر سکے یا کم از کم اتنا ہو کہ آدمی طہارت حاصل کرکے تکبیر تحریمہ ہی کہہ سکے اگر اوپر کی چاروں شرطیں پائی گئیں لیکن نماز کا اتنا وقت نہ مل سکا۔ تو اس وقت کی نماز واجب نہ ہوگی۔

نماز کے فرائض

نماز صحیح ہونے کے لئے چودہ[۱۴] چیزیں ایسی ضروری ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ان چودہ[۱۴] چیزوں کو نماز کے فرائض کہتے ہیں۔ ان میں سات[۷] چیزیں تو نماز سے پہلے فرض اور ضروری ہیں ان کو شرائط نماز کہتے ہیں اور سات[۷] چیزیں نماز کے اندر فرض اور ضروری ہیں ان کو ارکان نماز کہتے ہیں۔

شرائطِ نماز

شرائطِ نماز سات[۷] ہیں، اگر نماز سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی رہ گئی۔ تو نماز نہ ہوگی۔

(۱) بدن کا پاک ہونا

یعنی بدن پر اگر کوئی حقیقی نجاست لگی ہو تو اس کو بھی شرعی ہدایت کے مطابق دور کیا جائے اور اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیا جائے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیا جائے۔ اگر بدن نجاستِ حقیقی اور حکمی دونوں سے پاک نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی[۱]

---

[۱] نجاستِ حکمیہ اور نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونے کے طریقے اور تفصیلی مسائل "کتاب الطہارۃ" میں بیان ہو چکے ہیں۔

(۲) لباس کا پاک ہونا

یعنی جو کپڑے وغیرہ پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھے ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ قمیص، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی، کوٹ، شیروانی، چادر، کمبل، موزے، دستانے، غرض نمازی کے جسم پر جو بھی لباس ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے

(۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا

یعنی نماز پڑھنے والے دونوں قدموں اور گھٹنوں، اور ہاتھوں اور سجدے کی جگہ پاک ہونا ضروری ہے، چاہے یہ خالی زمین ہو یا کوئی فرش، چٹائی اور مصلے وغیرہ بچھایا گیا ہو، —— اگرچہ نماز صحیح ہونے کے لیئے تو صرف اتنی ہی جگہ کا پاک ہونا ضروری اور شرط ہے، لیکن ایسی جگہ بھی نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے جو پاک ہو لیکن اس کے قریب ہی غلاظت ہو اور سخت تعفن پھیل رہا ہو۔

(۴) ستر چھپانا

یعنی جسم کے ان حصّوں کو چھپانا، جن کا چھپانا مرد اور عورت کے لیئے فرض ہے، مرد کے لیئے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے اور عورت کے لیئے ہتھیلی پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے[۱] البتہ پاؤں کھولنے میں اس کا لحاظ رہے کہ ٹخنے نہ کھلنے پائیں اس لیئے کہ عورت کے لیئے ٹخنوں کا چھپانا ضروری

---

[۱] یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا اہتمام نماز کے اندر بھی ضروری ہے اور نماز کے باہر بھی ہر وقت ضروری ہے، اور نماز کے اندر فرض ہونے کے باوجود اس کو شرائط میں اس لیئے شمار کیا گیا کہ یہ نماز کا جز نہیں ہے۔

ہے۔

⑤ نماز کا وقت ہونا

یعنی جس نماز کیلئے جو وقت مقرر ہے، اس وقت کے اندر نماز پڑھی جائے، وقت آنے سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو نماز بالکل نہ ہوگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھی جائے گی تو نماز قضا ہوگی، ادا نہ ہوگی۔[1]

⑥ استقبالِ قبلہ

یعنی قبلے کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا، اگر کسی واقعی معذوری اور مجبوری کے بغیر کوئی شخص قبلے کے علاوہ کسی دوسری جانب رخ کرکے نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

⑦ نیت کرنا

یعنی دل میں خاص اس فرض نماز کا ارادہ کرنا جو پڑھنا ہو، اور اگر کسی وقت کی قضا نماز پڑھنا ہو تو یہ ارادہ کرنا کہ فلاں دن اور فلاں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، البتہ نفل اور سنت کے لیئے یہی نیت کافی ہے کہ سنت یا نفل پڑھتا ہوں۔ دل کے ارادے کا اظہار کرنے کے لیئے زبان سے بھی نیت دہرانا اچھا ہے لیکن ضروری نہیں۔

اگر امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے

ارکانِ نماز

نماز کے اندر جو چیزیں فرض ہیں ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔ ارکانِ نماز سات ہیں۔

① تکبیرِ تحریمہ

یعنی نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ یا اس کے ہم معنی مثلاً

---

[1] نماز کے اوقات اور اوقات کے تفصیلی احکام صفحہ ۲۱۰ پر دیکھیئے۔

اَللّٰہُ اَعْظَمُ یا اَللّٰہُ اَعْلٰی وغیرہ ایسا جملہ کہنا جس سے خدا کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہو، کسی اور مفہوم مثلاً دعا و استغفار وغیرہ کا اظہار نہ ہوتا ہو اس تکبیر کے بعد چلنا پھرنا، کھانا پینا، اور بات چیت کرنا، وغیرہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے اس لیے اس کو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں۔

(۲) قیام کرنا

یعنی نماز میں سیدھا کھڑا ہونا، نماز میں اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے۔ جتنی دیر میں اس قدر قرآن کی قرأت ہو سکے جو فرض ہے، یہ واضح رہے کہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے، نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے۔

(۳) قرأت پڑھنا

یعنی نماز میں کم از کم ایک آیت پڑھنا[1] خواہ آیت بڑی ہو یا چھوٹی مگر یہ ضروری ہے کہ وہ آیت دو لفظوں سے مرکب ہو، جیسے اَللّٰہُ الصَّمَدُ، اور اگر آیت میں ایک ہی لفظ جیسے صٓ، قٓ، مُدْھَآمَّتٰنِ ٥ تو فرض ادا نہ ہوگا۔[2]

فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے، چاہے پہلی دو رکعتوں میں قرأت ہو یا آخری دو میں یا درمیانی دو میں یا پہلی اور آخری

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت کوئی ایک ہی آیت پڑھ کر نماز پوری کرے تو نماز درست ہوگی اور دہرانے کی ضرورت نہ ہوگی لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ آدمی ایک ہی آیت کی عادت ڈالے اور ایک ہی آیت پڑھے۔

[2] یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے امام محمدؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک ایک چھوٹی آیت پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا ان کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں پڑھنا یا ایک بڑی آیت پڑھنا فرض ہے۔ (علم الفقہ بحوالہ مراقی الفلاح)۔

میں ہر صورت میں یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اور نفل، وتر اور سنت کی ساری رکعتوں میں قرات فرض ہے۔

(۴) رکوع کرنا

ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے، رکوع سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس قدر جھک جائے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۵) سجدہ کرنا

ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہیں۔

(۶) قعدۂ اخیرہ

یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر "التحیات للہ" سے عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھا جا سکے۔

(۷) اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا

یعنی نماز کے سارے ارکان ادا کرنے سے بعد کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو اور جس سے نماز ختم ہو جائے[1]

واجباتِ نماز

واجباتِ نماز سے وہ ضروری باتیں ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی چیز بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو[2] کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اور اگر بھولے سے کوئی چیز چھوٹنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے یا قصداً کوئی چیز چھوڑ دی جائے، تو نماز

---

[1] قیام کے علاوہ یہ سارے ارکان ہر نماز میں فرض ہیں چاہے فرض نماز ہو یا نفل و واجب، البتہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔

[2] سجدۂ سہو کا بیان صفحہ پر دیکھئے۔

کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ واجبات نماز چودہ[۱۴] ہیں :

(۱) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ساری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۳) سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور، واجب، سنت، اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں کوئی دوسری سورت پڑھنا، چاہے پوری سورت پڑھے، یا ایک بڑی آیت پڑھے یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے۔

(۴) سورۂ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا، اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھ کر بعد میں سورۂ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

(۵) قرأت، رکوع اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

(۶) قومہ کرنا، یعنی رکوع سے اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان باطمینان سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدے کو پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ اچھی طرح ادا کرنا۔

(۹) قعدۂ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعات والی نمازوں دو رکعات کے بعد "اَلتَّحِیَّات" پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں ایک بار "اَلتَّحِیَّاتُ" پڑھنا۔

(۱۱) امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جمعہ اور عیدین میں، تراویح اور رمضان کے مہینے میں وتروں میں بلند آواز سے قرأت کرنا، اور ظہر و عصر اور مغرب اور عشاء کی آخری رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا۔

(۱۲) نماز کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ کے ساتھ ختم کرنا۔
(۱۳) نمازِ وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔
(۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

نماز کی سنتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فرض اور واجب کے علاوہ بھی بعض باتوں کا اہتمام فرمایا لیکن ان کی ایسی تاکید ثابت نہیں ہے جیسی تاکید فرض اور واجبات کی ثابت ہے، ان کو نماز کی سنتیں کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے چھوٹنے سے نہ تو نماز ٹوٹتی ہے اور نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے لیکن پھر بھی ہر نمازی کو نماز میں ان باتوں کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اہتمام فرمایا ہے اور نماز درحقیقت وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ سے زیادہ مشابہ ہو۔
نماز میں اکیس ۲۱ سنتیں ہیں:

(۱) تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، مردوں کو کانوں کی لو تک [۱] اور عورتوں کو دونوں شانوں تک اور عذر کی حالت میں مردوں کے لیئے بھی شانوں تک اٹھانا صحیح ہے [۲]۔
(۲) تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر کھلی رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف رُخ رکھنا۔

---

[۱] حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے شانوں تک ہاتھ اٹھانا ہی مسنون ہے۔

[۲] ابوداؤد میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سردی کے عذر سے چادر کے اندر سینے تک ہاتھ اٹھائے ہیں۔

(۳) تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف[1] کے اوپر اور عورتوں کو سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا اور ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں۔ یہی طریقہ مرد اور عورت دونوں کے لیئے ہے البتہ عورتوں کے لیئے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا مسنون نہیں ہے۔

(۴) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا

(۵) امام کے لیئے تکبیرِ تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیریں بلند آواز سے کہنا۔

(۶) ثنار پڑھنا[2] یعنی سُبحانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھنا۔

---

[1] حضرت امام شافعیؒ اور علماء اہل حدیث کے نزدیک مردوں کے لیئے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا ہی مسنون ہے، البتہ علماء اہل حدیث کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ناف پر ہاتھ باندھنا حدیث سے ثابت نہیں ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں علقمہ کے ذریعے وائل بن حجرؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا، اور اس حدیث کے سب راوی بھی معتبر ہیں اور حضرت علقمہ اور ابن حجرؓ کی ملاقات بھی ثابت ہے، علامہ فرنگی محلیؒ نے "القول الحازم" میں اس مسئلہ پر وضاحت سے گفتگو کی ہے۔

[2] حدیث سے ذیل کی دُعا پڑھنا بھی ثابت ہے

(۱) اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ مِنَ الْمَاءِ.... (باقی حاشیہ صفحہ ۲۴۵ پر)

(۷) تعوذ پڑھنا (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا)
(۸) ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔
(۹) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔
(۱۰) آمین کہنا، امام بھی آمین کہے اور اکیلا نماز پڑھنے والا بھی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴ کا) وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔ (بخاری)

"اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب میں کر رکھی ہے، اے اللہ! تو مجھے گناہوں سے ایسا پاک وصاف کر دے، جس طرح سفید کپڑا دھل کر میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو ڈال، پانی سے، برف اور اولوں سے۔"

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ذیل کی دعا پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

"میں نے اپنا رخ پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ کر لیا ہے اُس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور مَیں اطاعت گزاروں میں اس کا سب سے پہلا اطاعت گزار ہوں۔" (علم الفقہ جلد ۲)

امام جن نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو اُن میں سُورۂ فاتحہ ختم ہونے پر سارے مقتدی بھی آمین کہیں۔

(۱۱) ثناء، تعوذ، بسم اللہ اور آمین سب کو آہستہ کہنا[۱] یا اونچا کہنا۔

(۱۲) قرأت میں مسنون طریقے کا اہتمام رکھنا، جن جن نمازوں میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اِسی کے موافق پڑھنا۔

(۱۳) رکوع اور سجدے میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا یعنی رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" اور سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہنا۔

(۱۴) رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

(۱۵) قومے میں امام کا "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا اور مقتدی کا "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہنا، اور منفرد کا دونوں کہنا۔

(۱۶) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

(۱۷) جلسے اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اِس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اِس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ زانوں پر رکھنا۔

---

[۱] حنفیہ کا مسلک یہی ہے کہ آہستہ سے آمین کہی جائے، ایک روایت میں امام مالکؒ کا بھی یہی قول منقول ہے اور امام شافعیؒ کا آخر قول بھی یہی ہے، البتہ حدیث سے آہستہ پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا دونوں ثابت ہیں، اِس لیے یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اس بنیاد پر گروہ بندی کی جائے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کی جائے۔ جب دونوں باتیں حدیث سے ثابت ہیں تو جو جس طریقے کو اپنی سمجھ کے مطابق سنّت سمجھ کر اس کی اتباع کر رہا ہو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ نہ کہ تحقیر و تذلیل۔

(۱۸) التحیات میں لَآ اِلٰہَ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

(۱۹) قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" کے بعد درود شریف پڑھنا۔

(۲۰) درود شریف کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔

(۲۱) پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا، پھر بائیں جانب سلام پھیرنا۔

نماز کے مستحبات

نماز میں پانچ باتیں مستحب ہیں ان کا اہتمام کرنا بہتر اور باعث ثواب ہے اور چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

(۱) مرد اگر چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہوں تو تکبیر تحریمہ کے لیئے ہاتھ اٹھاتے وقت چادر وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا، اور عورتوں کو دوپٹے وغیرہ کے اندر ہی سے باہر نکالے بغیر تکبیر تحریمہ کہنا۔

(۲) کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا اور رکوع کی حالت میں دونوں پیروں پر، اور جلسے اور قعدے کی حالت میں اپنے زانوؤں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نظر رکھنا۔

(۳) اگر نمازی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع اور سجود میں تین بار سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(۴) کھانسی کو جہاں تک ہو سکے روکنا۔

(۵) جمائی آئے تو منہ کو بند رکھنے کی کوشش کرنا اور اگر منہ کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپا لینا۔

مفسداتِ نماز

مفسداتِ نماز سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ مفسداتِ نماز پندرہ[۱۵] ہیں، نماز کی حفاظت کے لئے ان کا یاد کرنا ضروری ہے۔

(۱) نماز میں گفتگو کرنا۔ تھوڑی سی گفتگو کی جائے یا زیادہ ہر حال میں نماز فاسد ہوجائے گی اور نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا، گفتگو کرنے کی پانچ صورتیں ہوسکتی ہیں :

● پہلی صورت :۔ کسی آدمی سے خود بات کی جائے یا اس کی بات کا جواب دیا جائے، چاہے اپنی زبان میں بات کی جائے یا عربی زبان میں، یا خود قرآن پاک کے الفاظ میں، ہر صورت میں نماز فاسد ہوجائیگی۔ مثلاً

یحییٰ نامی شخص سے قرآن کے الفاظ میں کہا یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ[۱]۔
یا کسی خاتون سے کہا یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ[۲]

یا کسی جانے والے سے قرآن کے الفاظ میں پوچھا، فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ[۳]۔
یا کسی کو حکم دیا، اِقْرَاْ کِتٰبَكَ[۴]۔

---

[۱] اے یحییٰ اپنی کتاب پکڑلو۔

[۲] اے مریم اپنے پروردگار کی فرمانبردار رہو، اس کے حضور سجدہ ریز رہنا اور جھکنے والوں کی معیت میں اس کے حضور جھکی رہنا۔

[۳] پس تم کہاں جارہے ہو؟

[۴] اپنی کتاب پڑھو۔

یا کسی سے رنج وغم کی خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1] پڑھ دیا۔
یا کسی کی چھینک سنی اور یَرْحَمُكَ اللّٰہُ[2] کہہ دیا۔
یا کوئی تعجب کی بات سُنی اور سُبْحَانَ اللّٰہِ[3] کہہ دیا۔
یا کوئی خوشی کی خبر سُنی اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"[4] کہہ دیا۔
یا کسی پر نظر پڑی کہ وہ کوئی نازیبا بات کہہ رہا ہے یا کوئی بیہودہ حرکت کر رہا ہے اور کہہ دیا "اَللّٰہُ یَھْدِیْكَ"[5]۔
یا کسی کو سلام کیا، یا سلام کرنے والے کا جواب دیا۔
یا نماز کے باہر کسی نے دُعا مانگی اور دُعا سُن کر آمین[6] کہا۔
یا اللہ کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُہٗ[7] کہا۔
یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُنا اور درود شریف پڑھ لی۔
یا کسی خاتون نے بچے کو گرتے دیکھا اور بسم اللہ کہہ دیا۔
غرض یہ کہ کسی طرح بھی اگر کسی شخص سے گفتگو کرلی یا اس کی کسی حرکت یا بات پر متوجہ ہو کر کوئی جواب دے دیا، تو نماز ٹوٹ جائے گی اور دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

- دوسری صورت :۔ کسی جانور سے متوجہ ہو کر کچھ کہہ دیا، مثلاً نماز

---

[1] ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

[2] اللہ تم پر رحم فرمائے۔

[3] واہ واہ پاکی اور برتری اللہ ہی کے لیے ہے۔

[4] شکر و تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔

[5] اللہ تجھے ہدایت دے۔

[6] اے خدا قبول فرما۔

[7] بزرگ و برتر ہے اس کی ذات۔

پڑھنے میں نظر پڑی کہ مرغی یا بلی کھانے کی چیز میں منہ ڈال رہی ہے اور اس کو ڈانٹنے اور بھگانے کے لیئے کچھ کہہ دیا، اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

● تیسری صورت: خود اپنے طور پر زبان سے کچھ کلمات کہہ دینا۔ چاہے اپنی زبان میں کچھ کہے یا عربی زبان میں کہے بہرحال نماز ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر کوئی ایسا کلمہ یا کلمات کہے جو قرآنِ مجید میں موجود ہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر وہ کلمہ اس شخص کا تکیہ کلام ہو تو قرآن کا لفظ ہونے کے باوجود نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً کسی کا تکیہ کلام "نَعَمْ" ہے تو اگرچہ یہ لفظ قرآن میں موجود ہے پھر بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

● چوتھی صورت: دعا اور ذکر کرنا، دُعا اور ذکر چاہے اپنی زبان میں ہو یا عربی زبان میں ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر قرآن و حدیث میں آئی ہوئی دعاؤں یا اذکار میں سے کوئی دُعا بے موقع مانگی یا بے موقع ذکر کیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی[1] اور اس چیز کی دُعا سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی جو انسانوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے، چاہے عربی زبان میں مانگے۔

● پانچویں صورت:۔ کوئی شخص حالتِ نماز میں کسی دوسرے شخص کو جو قرآن غلط پڑھ رہا ہے لقمہ دے دے، چاہے یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو یا نماز سے باہر تلاوت کر رہا ہو، نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر غلط پڑھنے

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی اتفاق سے ایسی غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ نہ یہ کہ کوئی قصداً ایسا کرنے لگے اور اس کی عادت ڈال دے، کہ رکوع و سجود میں یا قعود و قیام میں جو چاہے ذکر و دُعا کے الفاظ پڑھنے لگے تو یہ ہرگز صحیح نہیں۔

والا خود اسی شخص کا امام ہو تو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر مقتدی قرآن میں دیکھ کر لقمہ دے، یا دوسرے شخص سے صحیح سن کر اپنے امام کو لقمہ دے، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام لقمہ لے لے تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(۲) حالتِ نماز میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت کرنا، اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۳) شرائطِ نماز میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے چاہے وہ نماز کی صحت کی شرط ہو یا نماز کے وجوب کی، بہر حال نماز ٹوٹ جائے گی مثلاً طہارت باقی نہ رہے، وضو ٹوٹ جائے، یا غسل کی حاجت ہو جائے یا حیض کا خون آجائے، یا کپڑے نجس ہو جائیں یا جائے نماز نجس ہو جائے یا کسی عذر اور مجبوری کے بغیر کوئی قبلے سے منہ پھیرے، یا ستر کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں رکوع یا سجدہ کیا جا سکے، یا کسی وجہ سے ہوش و حواس جاتے رہیں، یا دیوانگی اور بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے یا کسی وجہ سے آدمی مدہوش ہو جائے، غرض یہ کہ اگر کوئی ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) فرائض نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے، چاہے بھولے سے چھوٹ جائے یا قصداً کوئی ترک کر دے، مثلاً قیام نہیں کیا یا رکوع اور سجدہ چھوڑ دیا، یا قراءت بالکل ہی نہ کی، خواہ سہواً ایسا ہو جائے یا قصداً ہو ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

(۵) واجباتِ نماز میں سے کوئی ایک یا سب قصداً چھوڑ دینا۔

(۶) واجباتِ نماز بھولے سے چھوٹ گئے لیکن سجدہ سہو نہیں کیا، تب بھی نماز لوٹانا ضروری ہے۔

(۷) کسی عذر اور صحیح ضرورت کے بغیر کھانسنا، ہاں اگر کسی بیماری

کی وجہ سے بے اختیار کھانسی آجائے، یا کوئی حلق صاف کرنے کے لیئے کھانسے، یا مقتدی اِس لیئے کھانس دے کہ امام اپنی غلطی سمجھ لے، یا کوئی اِس لیئے کھانسے کہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس طرح کی کسی صحیح ضرورت اور معذوری کے بغیر کوئی کھانسے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۸) کسی رنج و غم یا تکلیف و درد شدید مصیبت میں آہ و بکا کرنا، یا اُف، اوہ، ایتہ یا کوئی اور درد انگیز آواز نکالنا، اِس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ بے اختیاری میں کبھی کوئی آواز نکل گئی یا خوفِ خدا سے لرز کر، یا قبر و حشر کی سختی کا تصور کرکے، یا جہنم کی ہولناکی کو یاد کرکے اگر کوئی رو پڑے، یا قرآن کی تلاوت سے شدید متاثر ہوکر کوئی رونے لگے یا آہ نکل جائے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۹) نماز کی حالت میں قصداً یا بھُولے سے کچھ کھا پی لے، مثلاً جیب میں کوئی کھانے کی چیز رکھی تھی، بے خیالی میں نکال کر کھالی یا جانتے بوجھتے کھالی، ہر حال میں نماز فاسد ہوجائے گی، ہاں اگر کبھی دانتوں میں سے کوئی معمولی سا ریزہ جو چنے کے دانے سے کم ہو نکلا اور نمازی نے نگل لیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی[۱]

(۱۰) کسی عذر کے بغیر نماز میں، چند قدم چلنا پھرنا، اس سے بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

(۱۱) عمل کثیر کرنا۔ یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس کو دیکھ کر دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، مثلاً کوئی دونوں ہاتھوں سے کپڑے درست کرنے لگے یا کوئی خاتون نماز میں چوٹی باندھنے لگے،

---

[۱] مگر قصداً ایسا کرنا بھی غلط ہے۔ منہ اچھی طرح صاف کرکے نماز کیلئے کھڑا ہونا چاہیئے۔

یا نماز کی حالت میں بچے نے دودھ پی لیا۔ تو ان صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۱۲) قرآن پاک کی تلاوت میں کوئی بڑی غلطی کرنا، جس سے معنی بدل جائیں، یا تکبیر میں کسی نے اللہ کے الف کو کھینچ کر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔[1]

(۱۳) بالغ آدمی کا قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔

(۱۴) کسی دیوار پر کچھ لکھا تھا، یا کوئی پوسٹر لگا تھا[2]۔ یا کسی خط پر نظر پڑی اور زبان سے پڑھ لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر زبان سے پڑھے بغیر مطلب سمجھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۵) عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا بشرطیکہ وہ اتنی دیر کھڑی رہے جتنی دیر میں ایک سجدہ یا رکوع کیا جاتا ہے تو نماز ٹوٹ جائیگی، ہاں اگر کوئی ایسی کم سن لڑکی کھڑی ہو جائے جسکی طرف رغبت نہ ہوتی ہو، یا عورت ہی کھڑی ہو جائے لیکن درمیان میں پردہ حائل ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مکروہاتِ نماز

مکروہاتِ نماز سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جاتی ہے، اسلئے ان چیزوں سے بچنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔

مکروہاتِ نماز اٹھائیس ۲۸ ہیں:

(۱) کپڑوں کا معروف طریقے کے خلاف پہننا، مثلاً کسی نے

---

[1] اسلئے کہ الف کو کھینچ کر پڑھنے کی صورت میں معنے ہوں گے کیا اللہ بہت بڑا ہے۔

[2] مسجدوں میں ایسی جگہوں پر کچھ لکھنا یا پوسٹر لگانا مناسب نہیں جہاں نمازیوں کی بے اختیار نگاہ پہنچتی ہو۔

سر پر چادر ڈال کر دونوں طرف یوں ہی لٹکالی شانے پر نہیں ڈالی، یا قمیص اور شیروانی کی آستینوں میں ہاتھ ڈلے بغیر یونہی کندھے پر ڈال لی، یا مفلر وغیرہ گلے میں ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا لیے۔

(۲) کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لیے سمیٹنا یا ہاتھوں کا جھاڑنا، یا سجدے کی جگہ سے کنکریاں وغیرہ ہٹانے کیلئے باربار پھونکنا یا ہاتھ چلانا۔[1]

(۳) اپنے لباس، ڈاڑھی، بٹن، سر کے بال یا دانتوں سے کھیلنا یا منہ میں انگلی دینا یا حالتِ قیام میں کلائی پر انگلیاں بجانا یا بے ضرورت بدن کھجانا۔[2]

(۴) ایسا معمولی لباس وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا، جس کو پہن کر آدمی بازار، یا کسی مجلس اور سوسائٹی میں جانا پسند نہ کرے، مثلاً بعض لوگ کسی بچے کی ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، بعض تنکوں کی گھٹیا ٹوپی اسی خاطر مسجد میں رکھے رہتے ہیں، حالانکہ ایسی ٹوپی پہن کر کسی محفل میں شرکت وہ ہرگز گوارا نہ کریں گے۔

(۵) سستی اور بے پروائی میں ننگے سر نماز پڑھنا، اگر گھر میں عاجزی اور خاکساری کی وجہ سے ننگے سر آدمی نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے لیکن مسجد میں بہتر یہی ہے کہ پورے لباس سے آراستہ ہو کر نماز پڑھے۔

(۶) پیشاب، پاخانہ یا خروج ریح کی حاجت ہونے کی حالت میں

---

[1] اگر ایک بار ہاتھ سے کنکریاں وغیرہ ہٹالیں، یا منہ سے پھونک کر جگہ صاف کرلی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

[2] ان چیزوں میں اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں توجہ کے ساتھ ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ آدمی شعور کے ساتھ نماز پڑھے اور دل میں خشوع و خضوع پیدا کرے۔

ضرورت رفع کیے بغیر نماز پڑھنا۔

(۷) مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا۔

(۸) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

(۹) نماز میں کمر یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔

(۱۰) قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا کن انکھیوں سے بغیر کسی شدید ضرورت کے اِدھر اُدھر دیکھنا۔

(۱۱) سجدے میں دونوں کلائیوں کو کہنیوں تک زمین سے لگا لینا۔[۱]

(۱۲) کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کیے ہوئے ہو۔

(۱۳) امام کا محراب کے بالکل اندر کھڑا ہونا۔ اگر قدم محراب سے باہر ہوں اور سجدہ وغیرہ محراب میں کرے تو مکروہ نہیں۔

(۱۴) جمائی روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا اور قصداً جمائی لینا۔

(۱۵) ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس پر جاندار کی تصویر ہو، یا ایسے مصلّے پر نماز پڑھنا جس میں سجدے کی جگہ جاندار کی تصویر ہو یا ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں سر کے اوپر یا دائیں بائیں جاندار کی تصویر ہو۔

(۱۶) اگلی صف میں جگہ موجود ہوتے ہوئے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

(۱۷) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

(۱۸) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا، اگر نماز میں جی لگانے اور خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے آنکھیں بند کی جائیں تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

---

[۱] ایسا کرنا صرف مردوں کیلئے مکروہ ہے، عورتوں کو کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

(۱۹) صرف پیشانی یا صرف ناک پر سجدہ کرنا، یا ٹوپی کے کنارے یا عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۲۰) نماز کی حالت میں، کسی معذوری کے بغیر پلتی مار کر چار زانو بیٹھنا یا دونوں ہاتھ اور کولہے زمین پر رکھ کر اور دونوں زانو کھڑے کرکے سینے اور پیٹ سے لگا کر بیٹھنا۔

(۲۱) کسی ضرورت کے بغیر صرف امام کا کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا، اگر کچھ مقتدی بھی ساتھ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مقتدیوں کا بلا ضرورت اونچے مقام پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔

(۲۲) حالتِ قیام میں قرأت پوری کیئے بغیر جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا۔

(۲۳) فرض نمازوں میں قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا، مثلاً پہلی رکعت میں "سُورۂ قُلْ ھُوَ اللہُ" پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں "سُورۂ تَبَّتْ یَدَا" پڑھی جائے یا بیچ میں کوئی تین آیت والی سورۃ چھوڑ کر آس پاس کی سورتیں پڑھ لی جائیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں "سُورۂ الماعون" پڑھی اور دوسری میں "سُورۂ الکافرون" پڑھی اور بیچ میں "سُورۂ الکوثر" چھوڑ دی جو تین آیت کی سورۃ ہے، اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک سورۃ کی کچھ آیتیں پہلی رکعت میں پڑھیں پھر دو آیتیں چھوڑ کر آگے سے دوسری رکعت میں کچھ آیتیں پڑھ لیں، اور اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک رکعت میں اس طرح دو سورتیں پڑھی جائیں کہ بیچ کی ایک سورۃ یا ایک سے زیادہ چھوٹی یا بڑی چھوڑ دی جائیں یا دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی قرأت کی جائے یا نماز میں پڑھنے کے لئے کوئی خاص سورۃ مقرر کرلی جائے اور ہمیشہ وہی پڑھی جائے۔ اگر کبھی بھولے سے خلافِ ترتیب قرأت ہو جائے

تو مکروہ نہیں [1]

(۲۴) نماز کی سنتوں میں سے کسی سنت کا ترک کرنا۔

(۲۵) سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھانا۔

(۲۶) نماز میں آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں کا انگلیوں پر شمار کرنا۔

(۲۷) نماز میں انگڑائی لینا یا سستی اُتارنا۔

(۲۸) منہ میں کچھ دبا کر نماز پڑھنا، بشرطیکہ اس سے قرأت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اگر قرأت میں رکاوٹ ہو تو پھر نماز نہ ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں نماز توڑ دینا جائز یا واجب ہے

(۱) نماز پڑھتے میں ریل روانہ ہونے لگی اور ریل میں سامان رکھا ہے اور بچے وغیرہ سوار ہیں تو نماز توڑ کر بیٹھ جانا درست ہے۔

(۲) نماز پڑھتے میں سانپ سامنے آگیا، یا بچھو، بھڑ یا اور کوئی موذی کیڑا کپڑوں میں گھس گیا، تو نماز توڑ کر اس موذی کو مار دینا درست ہے۔

(۳) مرغی یا کبوتر یا کسی اور پالتو جانور کو پکڑنے کیلئے بلی آگئی اور اندیشہ ہے کہ اگر نماز توڑ کر بلی کو نہ بھگایا تو یہ پکڑ کر مار ڈالے گی، تو اس خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

(۴) اگر نماز پوری کرنے میں قابلِ لحاظ مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے، مثلاً کوئی خاتون نماز پڑھ رہی ہیں اور چولہے پر ہانڈی چڑھی ہے، جس کے اُبلنے یا جل جانے کا خوف ہے، یا مسجد میں کوئی نماز پڑھ رہا ہے۔ اور جوتا، چھتری یا کوئی دوسرا سامان ایسی جگہ رکھا ہے کہ چوری ہو جانے کا اندیشہ ہے یا کوئی خاتون گھر ی

---

[1] واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہیں۔ تراویح کی نماز یا دوسرے نوافل میں یہ ساری صورتیں مکروہ نہیں ہیں۔

میں پڑھ رہی ہیں اور گھر کا دروازہ بند کرنا بھول گئیں۔ جس کی وجہ سے کچھ چوری ہو جانے کا خوف ہے یا گھر میں، کتا، بلی، بندر گھس آیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کوئی نقصان کر دے گا۔ غرض جن صورتوں میں بھی قابلِ لحاظ نقصان[1] کا اندیشہ ہو، نماز توڑ دینا درست ہے، اور اگر بہت معمولی نقصان کا خوف ہو تو پھر نماز پوری کر لینا ہی بہتر ہے۔

(۵) اگر نماز میں پیشاب پاخانے کا زور محسوس ہو تو نماز توڑ کر پہلے حاجت پوری کر لینی چاہیئے پھر وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔

(۶) کوئی اندھا آدمی جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے یا ندی نہر کا ایسا کنارہ ہے جس میں گر جانے سے ڈوبنے اور مرنے کا خوف ہے، تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر خدانخواستہ وہ گر گیا اور زخمی ہو گیا یا مر گیا تو یہ نمازی گنہگار ہو گا۔

(۷) نماز پڑھنے میں کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی، یا کوئی نادان بچہ چھت کے کنارے پہنچ گیا، یا گھر میں بندر یا لنگور آ گیا اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دودھ پیتے بچے کو اٹھا نہ لیجائے، یا کسی معصوم بچے نے تیز چھری یا بلیڈ وغیرہ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اور اندیشہ ہے کہ اپنا کوئی عضو کاٹ لے یا کسی دوسرے بچے کا ہاتھ پیر کاٹ دے، یا ریل اور موٹر وغیرہ سے کسی بچے یا بڑے کے دب جانے کا ڈر ہو، یا کسی کو چور، ڈاکو یا دشمن زخمی کر رہا ہے، یا کسی پر کوئی موذی درندہ حملہ آور ہو گیا ہے، غرض اس طرح کی تمام صورتوں میں آفت رسیدہ کو تباہی اور ہلاکت سے بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر نہ توڑے گا تو سخت

---

[1] قابلِ لحاظ نقصان کا اندازہ ہر شخص خود ہی کر سکتا ہے ویسے عام طور پر تیس، چالیس پیسے کا نقصان قابلِ لحاظ ہی ہے۔

گنہگار ہوگا۔

(۸) اگر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں تو ان کی مدد کو پہنچنے کے لئے فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے، اور اگر ان کی مدد کے لئے قریب کوئی موجود ہو یا وہ یونہی بلا ضرورت بُلا رہے ہوں تو پھر فرض نماز نہ توڑنا چاہیئے اور اگر نفل یا سنت نماز پڑھ رہا ہو اور انہیں معلوم نہ ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور ایسے میں بغیر کسی ضرورت کے یونہی بُلائیں تب بھی نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے۔

نماز پڑھنے کا پورا طریقہ

جب نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو پہلے یہ اطمینان کر لیجئے کہ شرائطِ نماز میں سے کوئی شرط کم تو نہیں ہے، پھر یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور باندھیے کہ آپ خدا کے حضور میں کھڑے ہیں، توجہات کو سمیٹنے اور کامل یکسوئی حاصل کرنے کے لیے شعور کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لیجئے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(القرآن)

"میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں یقیناً میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیئے ہے جو سارے عالموں کا رب ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں اطاعت گزاروں میں سب سے پہلا اطاعت گزار ہوں۔"

پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو کر نماز کی نیت کیجئے یعنی دل میں یہ ارادہ

کیجیے کہ آپ فلاں وقت کی نماز پڑھ رہے ہیں اور اتنی رکعتیں پڑھ رہے ہیں، نیت تو دراصل دل کے ارادے ہی کا نام ہے اور یہی ضروری ہے، البتہ آپ اس ارادے کا اظہار اگر لفظوں میں زبان سے بھی کر دیں تو بہتر ہے مثلاً یہ کہ "میں مغرب کی تین رکعت نماز پڑھتا ہوں" اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ نیت بھی ضرور کریں کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔[1]

تکبیر کہنا

کھڑے ہونے میں خیال رہے نہ تو بالکل تن کر کھڑے ہوں اور

---

[1] زبان سے نیت کا اظہار کرنا بہتر تو ہے لیکن اس کے لیے بس اتنا کہنا بالکل کافی ہے، کہ میں فلاں وقت کی اتنی رکعتیں پڑھتا ہوں مثلاً ظہر کی چار رکعت فرض پڑھتا ہوں، اور سنت یا نفل ہو تو یہ کہنا کہ ظہر کی دو رکعت سنت یا نفل پڑھتا ہوں اس کے علاوہ جو نیت کی لمبی لمبی عبارتیں عام طور پر مشہور ہیں وہ غیر ضروری ہیں بلکہ بعض اوقات تو ان سے نماز میں خلل بھی پڑتا ہے، مثلاً ایک شخص امام کے پیچھے شروع سے موجود ہے، اقامت ختم ہوتے ہی امام نے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دی اور یہ نیت کی طویل عبارت ادا کرنے ہی میں لگا رہا، نتیجہ یہ کہ تکبیر اولیٰ میں امام کے ساتھ شرکت سے محروم رہا، یا مثلاً امام رکوع میں ہے، مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وہ کھڑا ہوا نیت کی عبارت دہرا رہا ہے اور امام رکوع سے اٹھ کر قومے میں آگیا۔ اور وہ رکعت اس کو نہ مل سکی۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ نیت کے یہ مختصر الفاظ جو ضروری ہیں ان کے ادا کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے اور خواہ مخواہ غیر ضروری اضافے کر کے اپنے کو پریشانی میں مبتلا نہ کیا جائے۔

نہ جھک کر بلکہ جسم کو اپنی حالت پر چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں، اور پیروں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ضرور ہو۔ نگاہ سجدے کے مقام پر رکھیے اور نیت کے ساتھ ہی "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھایئے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلے کی طرف رہیں اور انگلیاں اپنے حال پر کشادہ رہیں، اور پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھ لیجئے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رہے، اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لیا جائے اور باقی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر ملی ہوئی ہو بچھی رہیں[1] ہاتھ باندھتے ہی یہ دعا یعنی ثنا پڑھیئے:

ثناء پڑھنا

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔[2]

---

[1] اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں سینے پر ہاتھ باندھیں اور اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت اور مرد دونوں شانوں تک ہاتھ اٹھائیں۔

[2] اہلِ حدیث اس کے بجائے یہ دعا بھی پڑھتے رہیں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔

"اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری مشرق اور مغرب میں ہے اے اللہ مجھے گناہوں سے اسطرح پاک صاف کر دے جسطرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے اے اللہ میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو دے۔"

"تو پاک و برتر ہے اے اللہ! اور تو ہی تعریف کے لائق ہے
برکت اور بلندی والا ہے تیرا نام اور تیری شان بہت اونچی ہے،
اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

ثناء کے بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ [۱] اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ [۲] پڑھیے۔

سورۂ فاتحہ و قرأت قرآن

پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہیے، اور آپ مقتدی ہیں تو ثناء کے بعد خاموش رہ کر امام کی قرأت سنیے۔[۳] اور جب امام سورۂ فاتحہ ختم کرے تو آہستہ سے آمین کہیے،[۴] پھر قرآن کی کوئی سُورۃ یا کچھ آیتیں پڑھیے۔ کم از کم تین چھوٹی آیتیں ضرور پڑھیے۔

رکوع کرنا

قرأت کر لینے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے رکوع میں جائیے۔[۵] رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر کشادہ انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لیجیے۔ اور دونوں ہاتھ سیدھے تنے ہوئے رکھیے۔ جھکنے میں خیال رکھیے کہ نہ تو

---

[۱] میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی مردود شیطان سے۔

[۲] شروع اللہ کے نام سے جو بہت زیادہ رحم کرنیوالا اور مہربان ہے۔

[۳] اہلِ حدیث امام کے پیچھے بھی آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

[۴] جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے ان میں اہلِ حدیث امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

[۵] اہلِ حدیث رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اُٹھتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے ہیں یعنی شانوں تک ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔

سر کمر سے بہت زیادہ نیچا ہو جائے اور نہ اونچا رہے بلکہ سر اور کمر ایک سطح میں بالکل برابر رہے اور سمجھ سمجھ کر کم از کم تین بار یہ دعا پڑھیے۔

تسبیح رکوع پڑھنا

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ[1]

تین بار سے زائد پانچ، سات، نو یا اور زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں[2] لیکن تعداد بہرحال طاق ہونی چاہیئے۔

قومہ کرنا

رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ[3] کہتے ہوئے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیے اور ہاتھ لٹکتے چھوڑ دیجیے اور یہ تحمید پڑھیے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ[4]

---

[1] پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا۔

اہلِ حدیث اس دعا کے بجائے یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔

"پاک و برتر ہے تو اے اللہ، ہمارے رب حمد و تعریف کا مستحق ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔"

[2] زیادہ تعداد میں تسبیح پڑھنا اسی وقت مناسب ہے جب آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوں، اور جب آپ امامت کر رہے ہوں تو مقتدیوں کا خیال رکھیے، اور تسبیح اتنی زیادہ نہ پڑھیے کہ مقتدی پریشانی محسوس کریں۔

[3] خدا نے اس شخص کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

[4] اے ہمارے رب تمام حمد و تعریف تیرے ہی لیے ہے۔

اہلِ حدیث اس موقع پر:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد "حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ (بہت ہی زیادہ پاکیزہ تعریفیں اور برکت بھری تعریفیں) بھی پڑھتے ہیں۔"

اگر آپ مقتدی ہوں تو صرف "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" پڑھیئے اور امام ہوں تو صرف "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" پڑھیئے، اور اکیلے پڑھ رہے ہوں تو تسمیع اور تحمید دونوں پڑھیئے۔

سجدہ کرنا

اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائیے، سجدہ اس طرح کیجیے کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھیئے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک پھر پیشانی، چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رہے اور انگوٹھے کان کے مقابل رہیں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رہیں اور سب کا رخ قبلے کی طرف رہے دونوں کہنیاں اور کلائی زمین سے اٹھی ہوئی رہے، کہنیاں پسلیوں سے بھی الگ رہیں اور پیٹ بھی رانوں سے الگ رہے اور زمین سے اتنا اونچا ہو کہ بکری کا چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے، اور دونوں پیر انگلیوں کے سہارے زمین پر ٹکے رہیں اٹھیں نہیں اور پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رہے۔

سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى[1] ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے۔

---

[1] اہل حدیث اس دعا کے بجائے، وہ دعا بھی پڑھتے ہیں جس کا ذکر رکوع کے ذیل میں آیا یعنی سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، حدیثوں میں اور بھی بہت سی دعائیں منقول ہیں مثلاً سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ "پاک و برتر بے عیب فرشتوں اور روح الامین کا پروردگار" یا یہ دعا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔ "اے اللہ میرے سارے گناہ چھوٹے، بڑے، پہلے کے بعد کے کھلے چھپے بخش دے۔"

جلسہ کرنا

پھر تکبیر کہتے ہوئے پہلے پیشانی پھر ہاتھ اُٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں پیر بدستور کھڑا رکھئے اور بایاں پیر بچھا کر اس پر دوزانو ہو کر بیٹھ جائیے۔ اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر اس طرح رکھئے کہ ان کی انگلیاں گھٹنوں پر ہوں[1] پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جائیے اور پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ بھی کیجئے، دونوں سجدے کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لیئے سیدھے کھڑے ہو جائیے[2] اور پھر بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور قرأت کر کے دوسری رکعت پوری کیجئے۔

قعدہ کرنا

پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کیجئے اور دوسرے سجدے سے اُٹھ کر قعدے میں بیٹھ جائیے۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو جلسے میں بیٹھنے کا بیان کیا گیا ہے، پھر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تشہد پڑھیئے۔

---

[1] جلسے کی حالت میں پڑھنے کے لیئے بھی حدیث میں دُعائیں آتی ہیں، اور اہلِ حدیث ان دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، مثلاً یہ دُعا پڑھیئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ (ابوداود)

"اے اللہ میری بخشش فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت عطا فرما، اور مجھے روزی عنایت کر۔"

[2] اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں دونوں سجدے کرنے کے بعد ذرا بیٹھ کر پھر کھڑا ہونا چاہیئے۔ سجدے سے ایکدم اُٹھ کھڑا ہونا صحیح نہیں۔

تشہد پڑھنا

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"ساری تعریفیں، ساری عبادتیں، اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ کے لیئے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبیؐ! اور اس کی رحمت اور برکتیں ہوں آپ پر، اور سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سارے ہی نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

لَا اِلٰهَ کہتے ہوئے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور دوسری انگلیوں کو بند کر کے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر اشارہ کیجئے اور اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت کلمہ کی انگلی گرا دیجئے اور پھر سلام پھیرنے کے وقت تک انگلیاں اس طرح رکھیئے۔

اگر چار رکعت والی نماز پڑھ رہے ہوں تو "اَلتَّحِيَّاتُ" پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لیئے تکبیر کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیے اور اسی طرح بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھیئے۔ اگر سنت یا نفل پڑھ رہے ہوں، تو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا قرآن کی کچھ آیتیں بھی پڑھیئے اور اگر فرض پڑھ رہے ہوں تو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کا کچھ حصہ نہ پڑھیئے بلکہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلے جائیے اور چوتھی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد قعدے میں بیٹھ کر "اَلتَّحِيَّات" پڑھیئے اور اَلتَّحِيَّا

کے بعد درود شریف پڑھیے۔

درود شریف پڑھنا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

"اے اللہ! سلام ورحمت بھیج محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر، جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر بلاشبہ تو اپنی ذات میں خوبیوں والا اور بڑی شان والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر بلاشبہ تو اپنی ذات میں بڑی خوبیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔"

درود کے بعد کی دعا

درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

"اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ہی ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے، پس تو مجھے اپنی خصوصی بخشش سے بخش دے۔ اور میرے حال پر رحم فرما، بے شک تو بہت ہی بخشنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

یا یہ دعا پڑھیے، یا دونوں پڑھیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے اور عذاب قبر سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے، اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، گناہ سے اور جان لیوا قرض سے"

سلام کہنا

یہ دُعا پڑھنے کے بعد نماز ختم کرنے کے لیئے پہلے داہنی جانب منہ پھیرتے ہوئے کہیئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ[1]، پھر اسی طرح بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے کہیئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهُ اور یہ الفاظ کہتے ہوئے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ میری یہ سلامتی اور رحمت کی دُعا نماز میں شریک ہونے والے سارے نمازیوں کے لیئے اور فرشتوں کے لیئے ہے ـــــــ نماز سے فارغ ہو کر جو جائز دُعائیں چاہیں مانگ سکتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بہت سی دعائیں اور اذکار ثابت ہیں، ان دعا اور اذکار کا ضرور اہتمام کیجئے۔ چند دُعائیں یہ ہیں۔

نماز کے بعد کی دُعائیں

(۱) اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا

---

[1] تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام[1]

"میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، اے اللہ تو سراسر سلامتی ہے، سلامتی کا فیضان تجھی سے ہے، تو نہایت خیر و برکت والا ہے اے بزرگی والے اور احسان و نوازش والے!"

(۲) ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا معاذ! مجھے تم سے محبت ہے پھر فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد ان کلمات کو ترک نہ کرنا ہر نماز کے بعد یہ کلمات ضرور پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ[2]

"اے اللہ! تو ہماری مدد فرما، اپنی یاد اور اپنے شکر کیلئے اور اپنی اچھی بندگی کے لیے۔"

(۳) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ[3]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تنہا وہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کے لیے ہے اور حمد و شکر کا مستحق وہی ہے۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اے

---

[1] مسلم۔

[2] ریاض الصالحین۔

[3] بخاری، مسلم۔

اللہ! تو جو عطا فرمائے اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو نہ دے اُس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی عظمت والے کی عظمت تیرے مقابلے میں کام نہیں آسکتی۔"

④ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار اور پھر ایک بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔[1]

"اللہ پاک و برتر ہے۔ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا حق ہے، حمد و شکر اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

خواتین کی نماز کا طریقہ

نماز کے بیشتر ارکان ادا کرنے کا طریقہ تو خواتین کے لئے بھی وہی ہے، البتہ خواتین کی نماز میں چھ چیزوں کے ادا کرنے کے طریقے میں تھوڑا سا فرق ہے اور اس فرق کی بنیادی وجہ یہ تصور ہے کہ نماز میں خواتین کے ستر اور پردہ کا زیادہ سے زیادہ لحاظ ہو سکے۔ وہ چھ چیزیں جن کے ادا کرنے میں فرق ہے یہ ہیں۔

① تکبیرِ تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا۔ خواتین کو ہمیشہ، سردی ہو یا گرمی چادر یا دوپٹے وغیرہ کے اندر ہی اندر تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہیئے دوپٹے وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالنا چاہیئے نیز ہاتھ صرف شانوں تک اُٹھانا چاہیئے۔ کانوں تک نہ اُٹھانا چاہیئے۔

---

[1] صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ۔ اور ایک روایت میں ہے "اللہ اکبر" ۳۴ بار

(۲) ہاتھ باندھنا:- خواتین کو ہمیشہ سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیئے سینے کے نیچے ناف پر نہ باندھنا چاہیئے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑنے کے بجائے صرف داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہیئے۔

(۳) رکوع:- خواتین کو رکوع میں صرف اتنا جھکنا چاہیئے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اور گھٹنوں کو کشادہ انگلیوں سے پکڑنے کے بجائے صرف ملی ہوئی ہونی چاہئیں۔

(۴) سجدہ:- خواتین کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے ملا ہوا رکھنا چاہیئے۔ اور کہنیاں اور کلائی زمین پر ٹکا لینا چاہیئے اور دونوں پیروں کو کھڑا نہ رکھنا چاہیئے بلکہ گرا لینا چاہیئے۔

(۵) قعدہ اور جلسہ:- قعدہ یا جلسے میں دونوں پیروں کو داہنی جانب نکال کر بیٹھنا چاہیئے کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر رہے۔

(۶) قرأت: خواتین کو ہمیشہ آہستہ آواز میں قرأت کرنی چاہیئے کسی نماز میں بھی انکو بلند آواز سے قرأت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نمازِ وتر کا بیان

نمازِ وتر پڑھنے کا طریقہ

نمازِ عشاء کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔ وتر کی نماز واجب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

"جو شخص وتر نہ پڑھے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں[1]"

وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت ہے[2] اکثر فقہائے صحابہؓ

---

[1] ابوداؤد، حاکم۔ اسی تاکید کے پیشِ نظر امام ابوحنیفہؒ اس کو واجب کہتے ہیں، البتہ اہلِ حدیث امام شافعی اور قاضی ابویوسفؒ کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے۔

[2] امام شافعیؒ اور اہلِ حدیث ایک رکعت کے قائل ہیں اور اہلِ حدیث کے نزدیک تین، پانچ، سات اور نو تک پڑھنا بھی جائز ہے اسلئے کہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے اور پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی تین یا پانچ رکعت ایک سلام سے پڑھنا چاہے تو بیچ میں کہیں تشہد میں نہ بیٹھے، آخری رکعت میں بیٹھے اور التحیات اور درود پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر سات یا نو رکعت ایک سلام سے پڑھنا چاہے تو آخر کی ایک رکعت سے پہلے التحیات میں بیٹھے اور صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر ایک رکعت پڑھ کر (باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۴ پر)

تین ہی رکعت پڑھتے تھے۔

نمازِ وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرض نمازوں کی طرح پہلے دو رکعت نماز پڑھیے پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا چند آیتیں پڑھیے، اور پھر دونوں ہاتھ تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک اسی طرح اٹھایئے جس طرح تکبیرِ تحریمہ میں اٹھاتے ہیں اور پھر ہاتھ باندھ کر یہ دعائے قنوت آہستہ آواز سے پڑھیے۔[1]

دعائے قنوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

"اے اللہ ہم تجھ ہی سے مدد کے طالب اور تجھ ہی سے مغفرت کے خواستگار ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی اچھی تعریفیں کرتے ہیں، اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے، اور جو تیری ناشکری اور نافرمانی کرے اس کو چھوڑ دیتے ہیں، اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۳ کا) التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

(نمازِ محمدی از مولانا محمد جونا گڑھی مرحوم)

[1] اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے بجائے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنی چاہیے۔

اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لپکتے ہیں اور تیرا حکم بجا لانے کے لئے مستعد رہتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو مل کر رہے گا۔"

اگر اس کے ساتھ یہ دُعا بھی پڑھ لی جائے تو بہتر ہے[1]

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

"اے اللہ! تو مجھے ہدایت سے نواز کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما، اور مجھے عافیت بخش کر عافیت یافتہ لوگوں میں شامل فرما اور میری سرپرستی فرما کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کی تُو نے سرپرستی فرمائی، اور مجھے ان چیزوں میں برکت عطا فرما جو تُو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں اور مجھے اس شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے کیونکہ تو ہی فیصلہ فرمانے والا اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا وہ ہرگز ذلیل نہیں ہو سکتا ہے جس کی تو سرپرستی فرمائے اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کو تو

---

[1] اہلِ حدیث میں یہی دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔

(نماز محمدی از مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم)

اپنا دشمن قرار دے دے، تو بڑی ہی برکت والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بہت ہی بلند و برتر، اور درود و سلام ہو پیارے نبیؐ پر اور اُن کی آل اولاد پر۔"

اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کسی سستی کے بغیر جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش کی جائے اور جب تک یاد نہ ہو جائے، اس وقت دعائے قنوت کے بجائے یہ دعا پڑھتا رہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1]

یا اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ[2] تین مرتبہ کہہ لے وتر کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دُعا پڑھنا مستحب ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ[3]

یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اور تیسری مرتبہ ذرا بلند آواز سے پڑھ کر یہ کلمات بھی کہے۔ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ[4]

نمازِ وتر میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآنِ پاک کا کوئی حصہ بھی پڑھ سکتے ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ

پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی"

دوسری رکعت میں "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ"

---

[1] اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

[2] اے اللہ! میری مغفرت فرما۔

[3] پاک و برتر ہے بادشاہ حقیقی، عیوب سے پاک۔

[4] پروردگار فرشتوں کا اور جبریلؑ امین کا (ابوداؤد اور نسائی)

اور تیسری رکعت میں "قُلْ هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھے۔
حضرت ابی ابن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
وتر میں یہ تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

قنوتِ نازلہ

قنوتِ نازلہ سے مراد وہ دعا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی ہلاکت خیزیوں سے نجات پانے، دشمن کا زور توڑنے اور اس کے تباہ ہونے کے لیے پڑھی ہے، اور آپؐ کے بعد صحابہ کرام نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے[1]

اہلِ اسلام جب کبھی سخت حالات میں گھرے ہوئے ہوں اور شب و روز کے ہنگامی مصائب اور دشمن کے خوف و دہشت سے ان کی زندگی اجیرن بن گئی ہو، ہر طرف دشمنانِ اسلام کا زور ہو اور وہ ملتِ اسلامیہ کو تباہ کرنے اور اسلام کا نور بجھانے کے لیے اہلِ اسلام

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسلمان قیدیوں کی نجات اور اہلِ کفر کی ہلاکت کیلئے) متواتر ایک مہینے تک عشاء کی نماز میں قنوت پڑھی۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن آپؐ نے یہ دعا نہیں پڑھی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ مسلمان قیدی رہا ہو کر آگئے ہیں۔ (ابوداؤد)

[2] حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؐ نے مسیلمہ کذاب سے جنگ کے زمانے میں دعائے قنوت پڑھی اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی پڑھی اور اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے زمانۂ جنگ میں دعائے قنوت پڑھی۔ (غنیتہ المستملی)

پر دردا نگیز مظالم کر رہے ہوں، ایسے یاس انگیز حالات سے نجات پانے، دشمن کا زور توڑنے اور خدا سے اس کی ہلاکت کی درخواست کرنے کے لیئے قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ہے۔

قنوتِ نازلہ کے مسائل

(۱) قنوتِ نازلہ تمام جہری نمازوں میں پڑھنا جائز ہے[۱] بالخصوص فجر کی نماز میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر مقتدیوں کو دعائے قنوتِ نازلہ یاد ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے، اور سارے مقتدی بھی آہستہ آہستہ پڑھیں لیکن آج کے دور میں چونکہ بالعموم مقتدیوں کو دعائیں یاد نہیں ہوتیں اِسلیئے مناسب یہ ہے کہ امام باآواز بلند پڑھے[۲] اور ہر ہر فقرے پر ٹھہرے اور

---

[۱] علامہ طحاوی ؒ نے صرف نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور صاحب شامی ؒ نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے، البتہ، عینی شرح ہدایہ نے تمام جہری نمازوں میں پڑھنے کی صراحت کی ہے، عینی شرح ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں:

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوٰۃ الجھر وبہ قال الاکثرون واحمد۔

"اگر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نازل ہو تو امام تمام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے، اکثر علمائے امت اسی کے قائل ہیں اور امام احمد ابن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔"

(قنوتِ نازلہ اور اسکے متعلقہ مسائل از مولانا مفتی محمد عنایت اللہ صاحب مرحوم)

[۲] حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوتِ نازلہ بلند آواز سے پڑھی۔ (بخاری)

مقتدی ہر ہر فقرے پر آہستہ آہستہ آمین کہتے جائیں۔

③ آخری رکعت میں رکوع سے اُٹھنے کے بعد امام اور مقتدی سب ہاتھ باندھ لیں[1]۔ امام قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ باندھ کر قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ہے۔

④ تنہا نماز پڑھنے والے بھی دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں اور خواتین بھی اپنی نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھ سکتی ہیں[2]

دُعائے قنوتِ نازلہ

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَانْصُرْنَا عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ،

---

[1] اگر کوئی ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ اُٹھا کر دُعا پڑھے یا کوئی ہاتھ چھوڑ کر پڑھے جیسا کہ امام محمدؒ کا قول ہے تو حدیث کی رُو سے اسکی بھی گنجائش ہے، اسلئے ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنا اور جھگڑنا ہرگز مناسب نہیں۔

[2] قنوتِ نازلہ اور اسکے متعلقہ مسائل مرتبہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم۔

وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ۔ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ، وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔

"اے اللہ! تو ہمیں ہدایت سے نواز کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کو تو نے ہدایت بخشی ہے، اور ہمیں عافیت بخش کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کو تو نے عافیت بخشی ہے اور ہماری سرپرستی فرما کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کی تُو نے سرپرستی فرمائی ہے، اور ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اسمیں برکت عطا فرما، اور ہمیں اس شر سے محفوظ رکھ جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے کیونکہ فیصلہ تو ہی فرماتا ہے اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، وہ ہرگز ذلیل وخوار نہیں ہو سکتا جس کی تو سرپرستی فرمائے، اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا، جس کو تو اپنا دشمن قرار دے دے تو بڑا ہی برکت والا ہے اے، ہمارے رب اور بہت ہی بلند وبرتر، ہم تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں اور تیرے حضور توبہ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔!

اَے اللہ! ہماری مغفرت فرما۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں اور مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی مغفرت فرما ان کے دلوں کو باہم جوڑ دے، اُن کے باہمی تعلقات کو درست فرما دے، اور ہماری مدد فرما اپنے دشمنوں اور اہلِ اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں۔ اَے اللہ! تو ان کافروں پر لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے ہیں، جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، جو تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں، اے اللہ! تو انہیں باہم

اختلاف پیدا فرما دے اور ان کے قدم ڈگمگا دے، اور ان
پر اپنا وہ عذاب نازل فرما جس کو تو اپنے مجرموں کے سروں
سے نہیں ٹالتا۔"

نفل[1] نمازوں کا بیان

پانچ وقت کی فرض نمازوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن نوافل کا اہتمام فرماتے تھے ان کا ذکر تو اوپر پنج وقتہ نمازوں کے ذیل میں تفصیل سے آچکا ہے۔ ان کے علاوہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات میں بہت سی نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے، اور احادیث میں ان نوافل کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ درا صل نوافل کی کثرت ہی سے بندہ خدا کا قرب پاتا اور اس کے یہاں بلند مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی کوئی نفل نمازیں پڑھنی چاہے اور جتنی پڑھنی چاہے وہ خیر و برکت ہی کا ذریعہ ہیں۔ البتہ کچھ مخصوص نوافل آپؐ نے خاص خاص اوقات میں بھی پڑھے ہیں۔ اور ان کی الگ الگ فضیلتیں بھی بیان فرمائی ہیں ذیل میں انہی مخصوص نوافل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃِ تہجد

تہجد کی نماز سنت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہؓ کرام کو بھی اس کے التزام کی ترغیب دیتے

---

[1] فرض کے مقابلہ میں جب نفل بولا جاتا ہے، تو اس سے مراد ہر وہ نماز ہوتی ہے جو فرض اور واجب کے علاوہ ہو، چاہے وہ سنتِ مؤکدہ ہو یا سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہو۔

تھے، قرآن پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے اور چونکہ امت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم ہے اس لیئے تہجد کی یہ تاکید بالواسطہ ساری امت کے لیئے ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹)

"اور شب کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کیلئے خدا کا مزید فضل ہے۔ قریب ہے کہ خدا آپ کو (دونوں عالم میں) پسندیدہ مرتبے پر فائز فرمائے۔"

تہجد کا اہتمام کرنے والوں کو قرآن نے محسن اور متقی قرار دیا ہے اور ان کو خدا کی رحمت اور آخرت کی ابدی نعمتوں اور بھلائیوں کا مستحق قرار دیا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ "مُحْسِنِيْنَ" كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

(الذاریات: ۱۵-۱۸)

"بلاشبہ متقی لوگ، باغوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے اور جو جو نعمتیں ان کا پروردگار ان کو دے رہا ہوگا۔ ان کو لے رہے ہوں گے۔ بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا کی زندگی میں) احسان کی روش پر تھے، وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے، اور سحر کے اوقات میں استغفار کیا کرتے تھے۔"

حقیقت یہ ہے کہ تہجد کی نماز نفس و اخلاق کا تزکیہ کرنے اور راہ حق میں صبر و ثبات کی قوت فراہم کرنے کا لازمی اور موثر ترین ذریعہ ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً۔

(المزمل: ۶)

"بلاشبہ شب کا اُٹھنا، نفس کو خوب ہی روندنے والا ہے اور نہایت ہی درست ہے اس وقت کا ذکر۔"

خدا نے ایسے بندوں کو اپنا محبوب بندہ بتایا ہے اور ان کی نیکی اور ایمان[1] کی گواہی دی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ .... وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔ (الفرقان: ۶۴)

"اور خدا کے (محبوب) بندے .... وہ ہیں جو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے شب بسر کرتے ہیں۔"

مومنوں کا یہی امتیازی وصف انہیں کفر کی یلغار کے مقابلے میں چٹان کی طرح جماتا، اور فتح و نصرت سے ہمکنار کرتا ہے، بدر کے میدان میں حق کا بول بالا کرنے والے بے سروسامان مجاہدین کی بے مثال کامرانی کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ شب کی آخری گھڑیوں میں خدا کے حضور گڑگڑانے والے اور اس سے اپنے قصوروں کی معافی مانگنے والے تھے۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ o (آل عمران: ۱۷)

"یہ لوگ استقامت دکھانے والے ہیں، راستباز ہیں، فرمانبردار ہیں، راہِ خدا میں فیاض ہیں، اور شب کی آخری گھڑیوں

---

[1] الم سجدہ آیت ۱۵، ۱۶۔

ہیں خدا سے اپنے قصوروں کی معافی چاہنے والے ہیں۔"
خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تہجد کی فضیلت میں بہت کچھ فرمایا ہے۔
حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے سے تشریف لائے، تو ان کی زبان مبارک سے جو پہلے کلمات میں نے سنے وہ یہ تھے:

"لوگو! سلام پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رشتوں کو جوڑے رکھو اور جب لوگ سو رہے ہوں تو تم شب میں نمازیں پڑھو، تو تم (ہر خطرے سے) سلامت جنت میں داخل ہوگے۔"[1]

اور حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تہجد کی نماز کا التزام کرو، یہ نیک لوگوں کی خصلت ہے، اور خدا سے تمہیں قریب کرنے والی گناہوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے بچانے والی ہے، اور جسم سے بیماریوں کو بھگانے والی ہے۔"

اور ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز شب میں پڑھی جانے والی تہجد کی نماز ہے۔"[2]

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] حاکم، ابن ماجہ، ترمذی۔
[2] صحیح مسلم، احمد

"شب کی آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا
کی طرف نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے،
ہے کوئی پکارنے والا جو مجھے پکارے تو میں اس کی
سنوں، مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں، مجھ سے گناہوں
کی بخشش چاہے تو میں اسے بخش دوں[1]"

نمازِ تہجد کا وقت

تہجد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اٹھنا، قرآن میں شب کے کچھ حصے میں تہجد کی جو تاکید کی گئی ہے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے میں سونے کے بعد پھر اُٹھ کر نماز پڑھی جائے۔ تہجد کا مسنون وقت یہی ہے کہ نماز عشاء کے بعد آدمی سو رہے اور پھر نصف شب کے بعد اُٹھ کر نماز پڑھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آدھی رات کو، کبھی اس سے کچھ پہلے یا بعد نیند سے بیدار ہوتے، اور آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع کی چند آیتیں پڑھتے[2]۔ اور وضو اور مسواک کرکے

---

[1] صحیح بخاری۔

[2] آیتیں یہ ہیں۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا (باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۸ پر)

نماز شروع فرماتے۔

نمازِ تہجد کی رکعتیں

تہجد کی رکعتوں کی تعداد کم از کم دو ہے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت تک منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول یہی تھا کہ دو دو رکعت کرکے آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آٹھ رکعت پڑھی جائیں لیکن ضروری نہیں۔ حالات اور موقع کے لحاظ سے جتنی پڑھنی ممکن ہوں اتنی پڑھ سکتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷ کا) عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۴)

"بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے آنے جانے میں ان ہوشمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے کار نہیں بنایا ہے تو پاک اور برتر ہے اس سے کہ عبث کام کرے، پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اُسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا، مالک! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا، اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو ہم نے اسکی دعوت قبول کرلی پس اے ہمارے آقا! جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کیساتھ کر، خداوندا! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیئے ہیں ان کو پورا کر، اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال بیشک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے"

نمازِ تراویح

تراویح کی نماز مرد اور عورت دونوں کیلئے سنتِ موکدہ ہے البتہ مردوں کیلئے تراویح کی جماعت بھی مسنون ہے، تراویح کی رکعتیں بیس ہیں[1] حضرت عمرؓ نے بیس رکعت تراویح جماعت سے پڑھنے کا نظم فرمایا تھا اور پھر بعد کے دور میں خلفاء راشدین نے بھی بیس ہی رکعت پڑھیں۔

تراویح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز تراویح سنت کی نیت باندھ کر اسی طرح نماز ادا کیجئے جس طرح دوسرے نوافل یا سنتیں ادا کرتے ہیں اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھئے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ بیٹھنے کے دوران کچھ ذکر و تسبیح کرنا بہتر ہے، خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد نمازِ فجر سے پہلے تک ہے۔

احادیث میں تراویح کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس نے ایمانی کیفیت اور محض اجرِ آخرت کے لیے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اسکے وہ سارے گناہ بخش دے گا جو اس سے ہو چکے ہیں[2]"

---

[1] اہلِ حدیث کے نزدیک سنت یہ ہے کہ تراویح آٹھ رکعت پڑھی جائیں انکے نزدیک تہجد کی نماز میں نبی اکرمؐ نے کبھی آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی ہیں۔ اور یہ وہی تہجد کی مسنون نماز ہے جو رمضان میں نبی اکرمؐ نے بھی اوّل وقت میں پڑھی ہے، اور صحابہ کرامؓ نے بھی، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ رمضان میں اس عبادت میں شریک ہو سکیں۔

[2] بخاری، مسلم۔

[3] نمازِ تراویح کا تفصیلی بیان کتاب العلوم میں دیکھئے۔

نمازِ چاشت

چاشت کی نماز مستحب ہے، جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور روشنی خوب پھیل جائے تو چاشت کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور زوال سے پہلے پہلے تک باقی رہتا ہے، اس وقت میں آدمی کو اختیار ہے کہ چاہے چار رکعت نفل ادا کرے یا چار سے زیادہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت بھی پڑھی ہیں اور چار رکعت سے زیادہ بھی پڑھی ہیں، نمازِ چاشت کی نیت اس طرح کرنی چاہیئے؛

"میں نے نیت کی کہ چاشت کی نماز چار رکعت. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کروں۔"

تحیۃ المسجد

تحیۃ المسجد سے مراد وہ نماز ہے، جو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیئے پڑھنا مسنون ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ؛

"جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے، تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔"[1]

مسجد چونکہ خدا کی عبادت کے لیئے تعمیر کی جاتی ہے اس لیئے اِس کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں داخل ہوتے ہی آدمی خدا کے حضور سجدہ ریز ہوجائے۔ اور اگر کوئی داخل ہونے کے بعد فرض نماز پڑھ لے یا اور کوئی سنت یا واجب نماز ادا کرلے تو وہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام بھی ہوجائے گی۔ تحیۃ المسجد دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو سے زیادہ بھی۔

---

[1] بخاری، مسلم۔

تحیۃ الوضو

وضو سے فارغ ہو کر وضو کا پانی خشک ہونے سے پہلے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں، اور اگر کوئی چار رکعت پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں، تحیۃ الوضو کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

"جو شخص اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پورے خلوص سے پڑھ لیا کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے[1]"

غسل کے بعد بھی ان دو رکعتوں کا پڑھنا سنت ہے اسلئے کہ غسل کے ساتھ وضو بھی ہو ہی جاتا ہے۔

نوافلِ سفر

سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت بھی یہ مستحب ہے کہ آدمی گھر سے دو رکعت نماز پڑھ کر نکلے اور سفر سے واپس آنے پر بھی یہ مستحب ہے کہ دو رکعت نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد آدمی گھر میں داخل ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے، تو پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا فرما لیتے تھے[2] اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں[3]"

---

[1] صحیح مسلم۔
[2] صحیح مسلم۔
[3] طبرانی۔

سفر کے دوران میں بھی اگر آدمی کسی مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو یہ مستحب ہے کہ وہاں پہلے دو رکعت نماز ادا کرے[1]

صلوٰۃ الاوّابین

صلوٰۃ الاوّابین بعد مغرب پڑھی جاتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلت بتائی ہے اور پڑھنے کی ترغیب دی ہے نماز اوّابین مغرب کے بعد دو دو رکعت کر کے چھ رکعت پڑھنا چاہیئے۔ یہ نماز مستحب ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کو صلوٰۃ التسبیح اس لیئے کہتے ہیں کہ اس کی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ[2]

صلوٰۃ التسبیح پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں اس کا بڑا اجر و ثواب بتایا گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چار رکعت پڑھی ہیں، بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں اگر کوئی دو دو رکعت کر کے چار رکعت پڑھ لے، تب بھی درست ہے۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت صلوٰۃ التسبیح کی نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھے، پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھے پھر دس بار تسبیح پڑھے۔

---

[1] شامی وغیرہ۔

[2] پاک و برتر ہے اللہ اور ساری حمد و تعریف اسی کے لیئے ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھے۔
پھر رکوع سے اُٹھ کر، تسبیح اور تحمید کے بعد قومے میں دس بار تسبیح پڑھے۔
پھر سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے۔
سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ میں دس بار پھر تسبیح پڑھے۔
اور پھر دوسرے سجدہ میں بھی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے۔
پھر دوسری رکعت میں اسی طرح ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ، قرأت کے بعد دس مرتبہ، رکوع میں دس مرتبہ، قومے میں دس مرتبہ، دونوں سجدوں میں دس مرتبہ، سجدوں کے درمیان جلسے میں دس مرتبہ، پھر اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی، یعنی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اور پوری نماز میں تین سو مرتبہ پڑھے۔ تسبیح کی شمار رکھنے کے لیئے انگلی کے پوروں پر نہ گنے۔ بلکہ انگلیوں کے دبانے سے مدد لے اور کسی موقع کی تسبیحیں بھول جائے تو سجدہ میں پوری کرے اور اگر پہلے سجدے کی تسبیح بھول جائے تو جلسہ میں پوری نہ کرے، اس لئے کہ جلسے کو سجدہ سے زیادہ طویل نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ ایک سجدہ کی چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے سجدے میں پوری کرنی چاہیئے۔

صلوٰۃ توبہ

ہر انسان خطاکار ہے، جب کوئی گناہ ہو جائے تو نادم ہو کر خدا کے حضور گڑگڑانے اور اپنے گناہ کی معافی مانگنے کے لیئے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

"کسی مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ پاک صاف ہو کر دو رکعت نماز پڑھے پھر خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے تو اللہ اسکے گناہ معاف فرما دیگا"

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

"اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کرکے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو، اور وہ دیدہ ودانستہ اپنے کیئے پر اصرار نہیں کرتے۔"

صلوٰۃ کسوف و خسوف

کسوف[1] اور خسوف کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، کسوف میں جماعت سے پڑھنا سنت ہے البتہ اس کے لیئے اذان یا اقامت نہ ہونا چاہیئے لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو دوسرے ذرائع سے

---

[1] سورج میں گہن لگنے کو کسوف کہتے ہیں اور چاند میں گہن لگنے کو خسوف کہتے ہیں اور جب خسوف کے مقابلہ میں یا اس کے ساتھ کسوف بولتے ہیں تو اس سے مراد محض سورج گہن ہوتا ہے۔

جمع کر لینا چاہیئے۔

نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ آل عمران جیسی بڑی بڑی سورتیں[1] پڑھنا اور لمبے لمبے رکوع یا سجود کرنا سنت ہے، نماز کے بعد امام دُعا میں مشغول ہو جائے، اور مقتدی امام کی دُعا پر آمین آمین کہتے جائیں اور جب گہن ختم ہو جائے تو دُعا بھی ختم کر دینی چاہیئے، ہاں اگر گہن ختم ہونے سے پہلے کسی نماز کا وقت آجائے تو پھر دُعا کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔

خسوف میں جماعت کرنا مسنون نہیں تنہا اپنے اپنے طور پر دو رکعت پڑھنا مسنون ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں، کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان میں گہن نہیں لگتا، جب تم دیکھو کہ ان میں گہن لگ گیا ہے تو خدا کو پکارو، اس سے دُعائیں کرو، اور نماز پڑھو، یہاں تک کہ سُورج یا چاند صاف ہو جائے"[2]

جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، یعنی آفتاب کے عین طلوع اور غروب کے وقت یا عین زوال کے وقت —— اگر سورج گہن ہو تو نماز پڑھی جائے، صرف ذکر و تسبیح میں مشغول رہا جائے۔ اور فقیروں، محتاجوں کو صدقہ و خیرات دینے کا اہتمام کیا جائے، ہاں

---

[1] پہلی رکعت میں سورۂ عنکبوت اور دوسری رکعت میں سورۂ روم پڑھی جائے تو بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔

[2] صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

اگر ان ممنوع اوقات کے بعد بھی کسوف باقی رہے، تو پھر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نماز کسوف میں قرأت بلند آواز سے کرنا مسنون ہے۔

اسی طرح خوف و ہراس، آفات و مصائب اور رنج والم کے مواقع پر بھی نوافل پڑھنا مسنون ہے، مثلاً سخت طوفانی آندھی آجائے بارش کثرت سے ہونے لگے، زلزلے آنے لگیں، بجلیاں گریں، عام بیماری اور طاعون پھیل جائے، دشمن کا خوف و ہراس ہو، فساد اور تباہی کا اندیشہ ہو، غرض اس طرح کے تمام آفات و حادثات میں نماز پڑھنا مسنون ہے، اور یہ نماز اپنے اپنے طور پر تنہا پڑھنی چاہیئے۔

صلوٰۃِ حاجت

جب بندے کو کوئی حاجت یا ضرورت درپیش ہو، خواہ اسکا تعلق براہِ راست خدا سے ہو، مثلاً کسی امتحان میں کامیابی مطلوب ہے یا کسی مکان یا دوکان کی ضرورت ہے یا کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا تعلق دوسرے انسان سے بھی ہو مثلاً اسلام پسند خاتون سے نکاح مقصود ہے یا کسی کے یہاں کوئی ملازمت مطلوب ہے۔ غرض جو بھی حاجت ہو، اس کے لیئے مستحب یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نماز (صلوۃ الحاجۃ) پڑھے۔ پھر خدا کی حمد و ثناء کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهٗ

وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ[1]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور بہت ہی کرم فرمانے والا ہے، پاک و برتر ہے خدا عرش عظیم کا مالک شکر و تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (اے اللہ!) میں تجھ سے ان چیزوں کی بھیک مانگتا ہوں، جو تیری رحمت کو لازم کرتی ہیں اور تیری بخشش و مغفرت کا سبب بنتی ہیں، میں ہر بھلائی میں حصہ کا طالب اور ہر گناہ سے سلامتی کا خواستگار ہوں (اے اللہ!) تو میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی دکھ اور غم دور کیئے بغیر نہ چھوڑ۔ اور میری کوئی حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری کیئے بغیر نہ رہنے دے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!"

اس دعا کے بعد جو ضرورت اور حاجت درپیش ہو وہ خدا کے حضور رکھی جائے۔ یہ نماز حاجت روائی کے لئے مجرب ہے۔

ایک بار ایک نابینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری بینائی کیلئے خدا سے دعا کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صبر کرو، تو بہت اجر پاؤ گے اور اگر کہو تو میں دعا کروں، انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپؐ دعا فرما دیجئے تو نبی اکرم صلی اللہ نے ان کو یہ نماز سکھائی[2]

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ۔

[2] علم الفقہ، جلد دوم۔

صلوٰۃ استخارہ

استخارہ کے معنی ہیں خیر اور بھلائی چاہنا، جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو، مثلاً کہیں نکاح کا پیغام بھیجنا، آئے ہوئے پیغام کو قبول یا رد کرنا، کسی سفر پر روانہ ہونا، کوئی نیا کاروبار شروع کرنا، کسی سے کوئی معاملہ یا معاہدہ کرنا، کسی مکان، دوکان یا زمین کو خریدنا یا فروخت کرنا، کسی ملازمت سے علٰحدگی اختیار کرنا، یا ملازمت کیلئے درخواست دینا یا قبول کرنا، وغیرہ، اور ذہن متردد ہو کہ معلوم نہیں کس پہلو کو اختیار کرنے میں میرے لئے بھلائی اور خیر ہے تو ایسی صورت میں قلب کو کسی ایک پہلو پر مطمئن اور یکسو کرنے کے لئے دو رکعت نفل اور استخارے کی مسنون دعا پڑھنا مستحب ہے، اور استخارے کے بعد جس فیصلے کی طرف قلب کا میلان اور طبیعت کی رغبت محسوس ہو انشاءاللہ اس کو اختیار کرنے میں کبھی نامرادی نہ ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"استخارہ کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا اور مشورہ کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا اور کفایت سے کام لینے والا کبھی کسی کا محتاج نہیں رہتا۔"[۱]

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا سے استخارہ کرنا، اولادِ آدم کی سعادت ہے اور قضائے الٰہی پر راضی ہو جانا بھی اولادِ آدم کی سعادت ہے اور اولادِ آدم کی بدبختی یہ ہے کہ وہ خدا سے استخارہ نہ کرے"

---

[۱] طبرانی۔

اور خدا کی قضا پر ناخوش ہو۔[۱]"

استخارے کا طریقہ

استخارے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی اہم کام درپیش ہو اور ذہن کو کسی ایک رُخ پر یکسوئی نہ ہو تو مکروہ اور ممنوع اوقات[۲] کے علاوہ جب بھی موقع ہو، دو رکعت نمازِ استخارہ عام نفل نمازوں کی طرح پڑھے، پھر مستحب یہ ہے کہ خدا کی حمد و ثنا کی جائے اور درُود شریف پڑھ لیا جائے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دُعائے استخارہ پڑھ لی جائے اور دُعا کے بعد قبلہ رُو ہو کر سو جائے، بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ اسی طرح نمازِ استخارہ پڑھی جائے، اور پھر جس طرف قلب مائل ہو اس کو قضاءِ الٰہی سمجھ کر اختیار کر لیا جائے[۳]۔

اگر کسی وجہ سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو مثلاً جلدی ہو یا کوئی خاتون حیض اور نفاس کی حالت میں ہو تو صرف دُعا پڑھنے پر اکتفا کرے، اور پھر جس پہلو پر طبیعت کو اطمینان اور یکسوئی محسوس ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

استخارہ کی دُعا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہمیں قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح ہر کام میں استخارے

---

[۱] طبرانی۔

[۲] وہ اوقات جن میں نماز مکروہ یا ممنوع ہے۔

[۳] بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کام میرے حق میں بہتر ہے اور اس کو کر لینا چاہیئے اور اگر سیاہی یا سُرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام بُرا ہے اور اس کام سے باز رہنا چاہیئے۔

کی تعلیم بھی دیتے تھے، فرماتے:

"جب تم میں سے کوئی کسی اہم معاملے میں فکرمند ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اور پھر دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ[1] خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ۔ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ[1] شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بنیاد پر خیر کا طلبگار ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے تیرے زبردست فضل وکرم کا سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو قدرت والا ہے اور مجھے ذرا قدرت نہیں تو علم والا ہے اور مجھے علم نہیں، اور تو غیب کی ساری باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

"اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہے میرے دین و دُنیا کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے تو میرے

---

[1] یہاں هٰذَا الْاَمْرَ کے بجائے اپنی حاجت اور ضرورت کا نام لے، یا هٰذَا الْاَمْرَ کہتے وقت اپنی درپیش حاجت کا تصور کرے۔

لیے اُسے مقدر فرما، اور میرے لیے اس کو آسان کر اور میرے لیے اس کو مبارک بنادے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بُرا ہے، میرے دین و دُنیا کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے، تو اس کا کام مجھ سے دُور رکھ، اور مجھے اس سے بچائے رکھ، اور میرے لیے خیر اور بھلائی مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو، اور پھر مجھے اس پر راضی اور یکسوئی فرما دے۔"

مسجد کا بیان

مسجد، اسلامی زندگی کا محور

مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کے بعد خُدا کے رسولؐ کو سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ خُدا کی عبادت کے لیئے مسجد تعمیر کریں۔ آپ کی قیام گاہ کے قریب ہی، سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی کچھ زمین تھی۔ آپؐ نے دونوں کو بُلا کر ان سے وہ زمین خرید لی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ صحابہؓ کرام کے ساتھ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر کے کاموں میں برابر لگے رہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کام کرتے اور اینٹ پتھر اُٹھاتے دیکھ کر ایک صحابی نے کہا:

"اگر ہم یونہی بیٹھے رہیں اور خدا کے نبیؐ اپنے ہاتھوں سے کام کریں تو ہماری یہ روش تو ہمیں گمراہ کر ڈالے گی[1]"

اور صحابہؓ کرامؓ بڑے جوش و خروش سے کام میں یہ ترانہ[2] پڑھتے جاتے تھے۔

"خُدایا حقیقی زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما (اور انہیں وہاں کی

---

[1] عربی شعر یہ ہے:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ — لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

زندگی میں کامیاب و کامران فرما۔"[1]

دراصل مسجد اسلامی زندگی کا ایک ایسا محور ہے جس کے گرد ہی مسلمانوں کی پوری زندگی گردش کرتی ہے، اس کے بغیر کسی اسلامی بستی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کا اہتمام کیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اینٹ پتھر ڈھو کر اس کی تعمیر فرمائی۔

مسلمانوں میں دینی روح کو بیدار رکھنے، ان میں ملی وجود کا حقیقی شعور پیدا کرنے اور ان کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ مسجدوں کو حیاتِ اسلامی کا محور بنایا جائے اور ان میں نمازِ باجماعت کا نظام قائم کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کی گئی تھی کہ مصر میں کچھ عمارتوں کو مخصوص کر کے ان میں نماز باجماعت کا نظام قائم کرو اور ان کو مسلمانوں کی زندگی کے لیے محور و مرکز قرار دے کر اپنی منتشر قوتوں کو ان کے ذریعے مجتمع کرو۔

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ط (یونس: ۸۷)

"اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کو وصیت کی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے چند عمارتیں مہیا کرو۔ ان کو قبلہ ٹھہرالو اور نماز قائم کرو۔"

---

[1] عربی شعر یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

خدا کے رسولؐ نے مسجد تعمیر کرنے اور اس کو آباد رکھنے کی طرح طرح سے رغبت دی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

"جس نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسجد تعمیر کی اس کیلئے اللہ جنت میں ایک گھر بنائے گا۔"[۱]

مسجد تعمیر کرنے سے مراد مسجد کی عمارت بنانا ہے لیکن مسجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے اور نمازِ باجماعت کا نظم قائم کیا جائے۔ ورنہ ظاہر ہے اگر یہ مقصد پورا نہ ہو تو دوسری عمارتوں کی طرح محض ایک عمارت ہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص عرش الٰہی کے سایے میں ہوگا۔ جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔"[۲]

یعنی کسی وقت مسجد کا دھیان اس کے دل سے نہ ہٹتا ہو، ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کا بے چینی سے انتظار کرتا ہو۔

مسلمانوں کی دینی زندگی کو بیدار رکھنے کیلئے مسجد کی ضرورت اور غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں نڈھال پڑے ہیں لیکن اسی حال میں اُٹھتے ہیں اور دو آدمیوں کے سہارے اپنے مبارک قدموں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں پہنچتے ہیں، اور مسجد میں جماعت سے نماز ادا فرماتے ہیں۔[۳]

---

[۱] ترمذی، بخاری۔

[۲] بخاری،

[۳] بخاری۔

خُدا کو اپنی اس بھری دنیا میں زمین کے وہی حصے سب سے زیادہ عزیز ہیں جن پر خدا کی مسجدیں آباد ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مومنوں کو مسجدوں سے غیر معمولی تعلق نہ ہو۔

حضرت ابُو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خُدا کے نزدیک ان بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مقام ان کی مسجدیں ہیں، اور سب سے زیادہ مبغوض مقام ان بستیوں کے بازار ہیں"[۱]

ایک موقع پر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت وضاحت سے شغف اور تعلق اور مسجد کی دیکھ بھال کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ اور یہ ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں جو لوگ مسجدوں سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں۔ اور مسجد کی خدمت ان کا محبوب مشغلہ ہے وہ صاحبِ ایمان لوگ ہیں، تم ان کے ایمان پر گواہ رہو۔ اور ظاہر ہے مسلم معاشرے میں ایسے ہی لوگ قدر و عظمت کے لائق ہیں۔ انہی کی پیروی دین و دنیا کی سعادت ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کو مسجد سے شغف ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال میں لگا رہتا ہے تو گواہ رہو کہ وہ صاحبِ ایمان ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[۱] مسلم۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (التوبہ)

"یعنی خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں[1]

مسجد کے آداب

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیئے اور پھر درود شریف پڑھ کر وہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو سکھائی ہے، آپؐ کا ارشاد ہے:

"جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ[2]

"اے اللہ! میرے لیئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

(۲) مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیئے[3]

آپؐ کا ارشاد ہے:

"جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے[4]

---

[1] جامع ترمذی، ابن ماجہ۔

[2] صحیح مسلم۔

[3] تحیۃ المسجد صفحہ ۲۹۰ پر دیکھیئے۔

[4] بخاری و مسلم۔

(۴) مسجد میں سکون، عاجزی اور وقار کے ساتھ اس طرح بیٹھنا چاہیئے کہ دل پر خُدا کی عظمت اور ہیبت چھائی ہوئی ہو، مسجد میں شور و غوغا کرنا، ہنسی مذاق کرنا، دُنیوی حالات پر تبصرے کرنا، خرید و فروخت کرنا[1] اور اسی طرح دُنیا کی دوسری باتیں کرنا مسجد کی حرمت اور تعظیم کے خلاف ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اُمت کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجد میں خالص دنیا کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کی بات چیت میں شریک نہ ہونا اللہ ایسے (غافل) لوگوں کی نماز قبول نہیں فرماتا۔"

مسجد کی عظمت و حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ڈرتا لرزتا اسمیں داخل ہو اور نہایت سکون اور انکساری کے ساتھ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ یہ بھی انتہائی غلط ہے کہ آدمی لوگوں کے اوپر سے پھاند کر اور لوگوں کو ہٹا ہٹا کر آگے جائے، اسی طرح یہ بھی غلط ہے، کہ آدمی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے اور رکعت پانے کیلئے مسجد میں دوڑے، دوڑنا احترامِ مسجد کے خلاف ہے۔ رکعت ملے یا نہ ملے، مسجد میں نہایت سنجیدگی اور وقار کے ساتھ دبے پاؤں چلنا چاہیئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے:

"تمہارے لیئے ضروری ہے کہ سکون اور وقار اختیار

---

[1] البتہ اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لیئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی واقعی ضرورت بھر خرید و فروخت کرے۔

کرو گے

(۴) مسجد میں بدبودار چیزیں لے کر یا بدبودار چیز کھا کر نہ جانا چاہیئے، آپؐ نے فرمایا:

"لہسن، پیاز کھا کر کوئی ہماری مسجد میں نہ آئے۔
اس لیئے کہ جس چیز سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے"[۱]

(۵) مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو بھی نہ لے جانا چاہیئے۔ جو پیشاب پاخانہ کے لیئے نہ کہہ سکیں، اور اندیشہ ہو کہ یہ بے بغیر پیشاب پاخانہ کریں گے یا تھوکیں گے اور مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ اسی طرح ان کم عقلوں اور دیوانوں کو بھی مسجد میں نہ آنے دینا چاہیئے جو پاکی ناپاکی کا شعور نہ رکھتے ہوں[۲]

(۶) مسجد کو گزرگاہ نہ بنانا چاہیئے، مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہو جاتا ہے کہ آدمی اس میں نماز پڑھے، یا بیٹھ کر کچھ ذکر و تلاوت کرے، ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے یونہی غفلت کے ساتھ گزر جانا مسجد کی بے حرمتی ہے اگر کبھی بھولے سے کوئی داخل ہو جائے تو یاد آنے کے بعد واپس ہو جانا چاہیئے۔

(۷) اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو مسجد میں زور زور سے اس کا اعلان نہ کرنا چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اگر کوئی شخص اس طرح اعلان کرتا تو آپؐ ناراض ہوتے اور فرماتے:

---

[۱] بخاری، مسلم۔

[۲] ابن ماجہ

لَا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ ضَالَّتَکَ[1]

"خدا تجھ کو تیری گم شدہ چیز نہ دلوائے"

(۸) مسجد سے دلی تعلق اور محبت رکھنی چاہیئے۔ اور ہر نماز کے وقت نہایت ذوق و شوق کیساتھ مسجد جانا چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"قیامت کے ہیبتناک دن میں جب عرش الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس دن سات قسم کے آدمی عرش الٰہی کے سایے میں ہوں گے ان میں ایک وہ ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو[2]"

یعنی اس کو مسجد سے انتہائی شغف ہو اور ہر وقت اس کو مسجد ہی کا دھیان رہتا ہو۔ ایک وقت کی نماز سے فارغ ہو کر آئے تو دوسرے وقت کی نماز کے لیئے گھڑیاں گنتا رہتا ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

"صبح و شام مسجدوں کی طرف جانے والوں کے لیئے اللہ صبح و شام مہمانی کا سامان تیار کرتا ہے[2]"

اور آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیئے جاتا ہے، تو اس کے مسجد پہنچنے پر خدا ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کہ کسی مسافر کی سفر سے واپسی پر گھر والے اس سے مل کر خوش ہوتے ہیں[3]"

---

[1] بخاری۔

[2] بخاری و مسلم

[3] ابن خزیمہ۔

اور آپؐ نے فرمایا:

"صبح کے اندھیرے میں جو لوگ مسجد جاتے ہیں۔
قیامت کے روز ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی"[1]

حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، اور گھر سے نماز کے لئے نکلا تو اس کے ہر داہنے قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور بائیں قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے۔ مسجد چاہے دُور ہو یا نزدیک۔ پھر مسجد میں پہنچنے کے بعد اگر پوری نماز جماعت سے ادا کی تو پُورا اجر و ثواب ملے گا، اور اگر کچھ نماز ہو جانے کے بعد جاکر جماعت میں شریک ہوا اور سلام پھر جانے کے بعد اپنی نماز پوری کرلی تب بھی پُورا اجر و ثواب ملے گا۔ اور اگر مسجد میں پہنچتے پہنچتے جماعت ختم ہوگئی، اور اس نے اپنی نماز تنہا مسجد میں ادا کی تب بھی پُورا اجر و ثواب ملے گا"[2]

(۹) مسجد میں خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرنا، اور مسجد کو پاک صاف رکھنا بھی مسجد کا حق ہے اور خُدا کی نظر میں یہ جنت والوں کا کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مسجدیں جھاڑ پونچھ کا اہتمام رکھنا، مسجد کو پاک صاف رکھنا، مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا، مسجد میں

---

[1] طبرانی۔

[2] ابوداؤد۔

خوشبو کا انتظام کرنا، خاص طور پر جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو میں بسانا یہ تمام کام جنت میں لے جانے والے ہیں۔"[1]

اور آپؐ نے فرمایا:

"مسجد سے کوڑا کرکٹ صاف کرنا حسین آنکھوں والی حور کا مہر ہے۔"[2]

یعنی جو شخص مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کرتا ہے وہ درحقیقت حسین حوروں کا مہر مہیا کر رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اچانک اس کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے اس کو زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے دفن کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اطلاع نہ کی۔ جب آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا اور آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ وہ تو مر گئی اور اس کو معمولی واقع سمجھتے ہوئے دفن کر دیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

"تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی"

اور آپؐ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور فرمایا:

"اس خاتون کا سب سے اچھا عمل یہ تھا کہ یہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔"[3]

(۱۰) مسجد کے صحن میں وضو کرنا، یا کلی کرنا، یا وضو کرنے کے

---

[1] ابن ماجہ، طبرانی۔

[2] طبرانی۔

[3] بخاری، مسلم، ابن ماجہ وغیرہ۔

بعد مسجد میں ہاتھ جھاڑ کر چھینٹے پھینکنا مکروہ ہے، بعض لوگ وضو کرنے کے بعد چہرے اور کلائیوں پر ہاتھ پھیر پھیر کر مستعمل پانی کے قطرے مسجد میں گراتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی مسجد کی بے ادبی ہے اسی طرح اگر کسی کے پیر یا لباس وغیرہ میں مٹی، کیچڑ لگ جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون یا مسجد کے پردے اور چٹائی وغیرہ سے پونچھنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۱) جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں بھی مسجد میں نہ جانا چاہیئے کسی ناگزیر ضرورت اور واقعی مجبوری کے بغیر ایسی حالت میں مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۲) مسجد میں سونا، بے کار لیٹ کر وقت گزارنا، یا بیٹھ کر وقت گنوانا مکروہ ہے، البتہ مسافروں کو ٹھہرنے اور سونے کی اجازت ہے اور ان لوگوں کو تو مسجد میں وقت گزارنا اور سونا ہی چاہیئے جو اعتکاف میں ہوں۔

(۱۳) مسجد میں ایسا لباس پہن کر نہ جانا چاہیئے جس میں ستر کھلا ہُوا ہو، مثلاً نیکر پہن کر یا تہمد اُوپر چڑھا کر نہ جانا چاہیئے۔ بلکہ لباس سے آراستہ ہو کر ادب کے ساتھ داخل ہونا چاہیئے۔

(۱۴) مسجد کا دروازہ بند نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ جس وقت جو شخص چاہے جا کر نماز ادا کرے، البتہ جہاں سامان وغیرہ چوری ہونے کا اندیشہ ہو، وہاں مسجد کا دروازہ بند کر سکتے ہیں لیکن نماز کے وقت بہرحال دروازہ کھلا رہنا چاہیئے۔ عام حالات میں مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۵) مسجد میں اذان اور جماعت کا باقاعدہ نظم قائم کرنا چاہیئے۔ اور ایسے لوگوں کو اذان دینے اور امامت کرنے کے

لیے مقرر یا منتخب کرنا چاہیئے جو مسجد میں آنے والے تمام نمازیوں میں بحیثیت مجموعی دین و اخلاق کے اعتبار سے افضل ہوں، جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اذان امامت کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب ہو جو محض اجرِ آخرت کی طلب میں یہ فریضہ انجام دیں۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص رضؓ کہتے ہیں کہ

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیجیے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"تم اس کے امام ہو، تم کمزوروں کا خیال رکھنا، اور ایسا مؤذن مقرر کرنا، جو اذان دینے کا معاوضہ نہ لے۔[1]"

(۱۶) مسجد کو آباد رکھنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیئے۔ مسجد کو آباد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے اور لوگ ذکر و فکر اور تلاوت و نوافل میں مشغول ہوں، خدا کا ارشاد ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔ (النور: ۳۶)

"ان عمارتوں میں جن کی نسبت خدا کا یہ حکم ہے، کہ ان کو اونچا اٹھایا جائے، اور ان میں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے۔"

---

[1] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی۔

یعنی مسجدوں کا یہ حق ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم کی جائے، اور ان میں ذکر و فکر اور عبادتِ الٰہی کا اہتمام کیا جائے۔ یہ مؤمنوں کا حق اور فریضہ بھی ہے اور ان کے ایمان کی شہادت بھی، قرآن میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ۔ (التوبہ: ۱۸)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں"

اور خدا کے رسول کا ارشاد ہے:

"اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت میں لگا ہوا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو"

اس لیے کہ خدا کا ارشاد ہے:۔

"اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ[1]"

لیکن آج کے دور میں عام طور پر لوگ مسجدوں کو نقش و نگار سے سجانے اور رنگ و روغن سے آراستہ کرنے کا تو غیر معمولی اہتمام کرتے ہیں بلکہ اس کے لیے چندہ تک فراہم کرتے ہیں جو اور بھی برا ہے لیکن مسجد کو آباد رکھنے اور خدا کی عبادت کی سعادت حاصل کرنے سے غافل رہتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] جامع ترمذی۔

"مجھے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔"[1]

اور حضرت ابن عباسؓ نے یہ روایت سنانے کے بعد لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"تم لوگ اپنی مسجدوں کی سجاوٹ اور آرائش اسی طرح کرنے لگو گے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہیں۔"

مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھنا چاہیئے[2] اور پھر یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل و کرم کا طالب ہوں۔"

(۱۵) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا، اور جنسی ضرورت پوری کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے گھر میں مسجد بنالی ہو تو پورے گھر پر مسجد کے احکام نافذ نہ ہوں گے صرف اتنا ہی حصّہ مسجد کے حکم میں ہوگا جو نماز کے لیئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ مقامات بھی مسجد کے حکم میں نہیں ہیں جو نمازِ عیدین کے لیئے یا نمازِ جنازہ کیلئے مقرر کر لیئے گئے ہوں۔

(۱۹) عام حالات میں کسی پیشہ ور کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر اپنا کام کرے، البتہ اگر ایسا آدمی مسجد کی حفاظت کے لیئے

---

[1] ابوداؤد۔

[2] لیکن جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں ہی پہنے۔

مقرر ہو اور مسجد کی حفاظت کی غرض سے مسجد میں بیٹھ کر ضمنی طور پر اپنا
کام کرے مثلاً کوئی درزی سلائی کا کام کرے یا کوئی کاتب کتابت
کا کام کرے تو یہ جائز ہے۔

نمازِ باجماعت کا بیان

جماعت کی تاکید و فضیلت

قرآن وسنت میں نماز باجماعت کی جو تاکید اور فضیلت آئی ہے، اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فرض نماز تو جماعت ہی سے پڑھنے کے لئے ہے، اور اِسلامی سوسائٹی میں جماعت کے بغیر فرض نماز پڑھنے کا کوئی تصور ہی نہ ہونا چاہیئے اِلّا یہ کہ واقعی کوئی معذوری ہو۔

قرآن میں ہدایت ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ (البقرہ: ۴۲)

"اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

مفسرین نے بالعموم اِس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز جماعت سے ادا کرنا چاہیئے[1]

دین میں نمازِ باجماعت کی غیر معمولی اہمیت اور تاکید کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جنگ کے میدان میں جب دشمن سے ہر لمحہ خونریز جنگ کا اندیشہ ہو اس وقت بھی یہ تاکید ہے کہ نماز الگ الگ نہ پڑھی جائے بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔

قرآن میں نہ صرف یہ ہدایت ہے کہ نماز باجماعت پڑھی جائے

---

[1] معالم التنزیل، خازن، تفسیر کبیر وغیرہ۔

بلکہ اس جماعت کا طریقہ بھی قرآن میں بتایا گیا ہے:

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ۔ (النساء: ۱۰۲)

"اور (اے نبیؐ!) جب آپؐ مسلمانوں کے درمیان ہوں اور (حالتِ جنگ) میں انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہوں تو چاہیئے کہ ان میں سے ایک گروہ آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیئے رہے۔ پھر جب وہ سجدہ ادا کرلے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر آپؐ کے ساتھ نماز پڑھے۔ اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنے اسلحہ لیئے رہے۔"

جماعت کی تاکید و فضیلت اور برکت سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت کچھ فرمایا ہے، اس کی اہمیت اور برکتوں کا تذکرہ کرکے آپؐ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کے ترک کرنے پر لرزہ خیز وعیدیں بھی سنائی ہیں۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

- "منافقوں پر کوئی نماز، فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ شاق نہیں ہے، اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں نمازوں کا کیا اجر و ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کے لیئے ہر حال میں حاضر ہوتے چاہے انہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا۔"

اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"میرا جی چاہتا ہے کہ کسی مؤذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لیئے اقامت کہے اور کسی کو حکم دوں کہ وہ میری جگہ امامت کرے، اور میں خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں اور ان لوگوں کو جلا ڈالوں، جو اذان سننے کے بعد بھی گھروں سے نہیں نکلتے ہیں"[1]

- نیز آپ نے فرمایا:

"نمازِ باجماعت پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے"[2]

- اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص چالیس دن تک ہر نماز پابندی سے جماعت کے ساتھ اِس طرح ادا کرے کہ اس کی تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اس کے لیئے دو براءتوں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، (یعنی دو چیزوں سے اس کی حفاظت اور نجات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیتا ہے) ایک تو جہنم کی آگ سے براءۃ و نجات اور دوسرے منافقت سے براءۃ و حفاظت"[3]

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"اے مسلمانو! خدا نے تمہارے لیئے "سننِ ہدیٰ" مقرر فرمائی ہیں۔ (یعنی وہ طریقے فرمائے ہیں جن پر چل

---

[1] بخاری، مسلم۔

[2] بخاری، مسلم۔

[3] جامع ترمذی۔

کرہی امت ہدایت پر قائم رہ سکتی ہے) اور یہ پنجگانہ نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنا انہی "سننِ ہدیٰ" میں سے ہیں اور اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں آدمی جماعت چھوڑ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے[1] تو تم اپنے نبیؐ کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نبیؐ کی سنت چھوڑ دو گے تو راہِ ہدایت سے بھٹک جاؤ گے۔"[2]

- حضرت اُبَی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اگر لوگوں کو نمازِ باجماعت کا اجر و ثواب معلوم ہو جائے تو وہ خواہ کسی حال میں ہوں جماعت کے لیے دوڑے دوڑے آئیں، جماعت کی پہلی صف ایسی ہے جیسے پاک فرشتوں کی صف۔ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں دو آدمیوں کی جماعت بہتر ہے پھر جتنے آدمی زیادہ ہوں[3] اتنی ہی یہ جماعت خدا کی نظر میں زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔"[4]

---

[1] اس دور کے کسی مخصوص شخص کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

[2] مسلم۔

[3] توراۃ میں ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی نمازِ باجماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر جماعت کے ہر شخص کو اجر و ثواب زیادہ ملے گا یعنی ہزار افراد ہوں گے تو ہر نمازی کو ہزار نمازوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

(علم الفقہ بحوالہ بحر الرائق)

[4] ابوداؤد۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- "ان لوگوں کو یہ خوشخبری سُنادو، جو اندھیری راتوں میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیئے مسجد میں جاتے ہیں، کہ قیامت کے روز ان کو کامل روشنی نصیب ہوگی"[1]

اور حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- "جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرے اس کو آدھی رات تک کی عبادت کا اجر و ثواب دیا جائے گا اور جو شخص فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے گا۔ اس کو پوری رات کی عبادت کا اجر و ثواب دیا جائے گا"[2]

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- "جو شخص اذان سننے کے بعد جماعت سے نماز پڑھنے کے لیئے نہ آئے اور اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز قبول نہیں جو اس نے تنہا پڑھی ہے"

صحابہؓ نے پوچھا، عذر سے کیا مراد ہے؟

حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ

"خوف ہو یا بیماری"[3]

حضرت اسودؓ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ نماز کی پابندی اور فضیلت کا تذکرہ چھڑا، اس

---

[1] ترمذی۔

[2] ترمذی۔

[3] ابوداؤد۔

پر حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ بیان فرمایا، کہ

"ایک دن نماز کا وقت ہُوا تو اذان ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں"

ہم نے کہا ابوبکرؓ بہت ہی نرم دل آدمی آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، تو خود کو سنبھال نہ سکیں گے۔ اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔

آپ نے پھر حکم دیا کہ ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں۔

ہم لوگوں نے پھر وہی جواب دیا تو فرمایا تم تو مجھ سے ویسی بحث کر رہی ہو جیسی یوسفؑ سے خواتینِ مصر کر رہی تھیں، ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

خیر ابوبکرؓ نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھ گئے اس دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپؐ دو آدمیوں کے سہارے مسجد کی طرف چلے، میری نگاہ میں اب تک وہ پورا نقشہ موجود ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے، یعنی پیروں میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں اور جما سکیں، مسجد میں ابوبکرؓ نماز شروع کر چکے تھے، انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ آئیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی[1]

جماعت کا حکم

(۱) پانچوں وقت کی نماز میں جماعت واجب ہے، چاہے کسی

---

[1] صحیح بخاری۔

وقت مسجد کے بجائے کسی اور جگہ مثلاً گھر، یا جنگل میں نماز ادا کرنی پڑے، گھر میں نماز باجماعت پڑھنا جائز تو ہے لیکن کسی واقعی مجبوری کے بغیر ایسا نہ کرنا چاہیئے، مسجد میں ہی نماز جماعت سے پڑھنی چاہیئے۔

(۲) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی جماعت کے بغیر نہ جمعہ ہو سکتا ہے اور نہ عیدین کی نماز۔

(۳) رمضان میں تراویح کی نماز میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن پاک جماعت کیساتھ تراویح میں پڑھا جا چکا ہو۔

(۴) نمازِ کسوف میں بھی جماعت سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۵) رمضان میں وتر کی نماز میں جماعت مستحب ہے۔

(۶) نمازِ خسوف میں جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

(۷) عام نوافل میں بھی جماعت مکروہ ہے اگر فرضوں کی طرح اس میں لوگوں کو پکارنے کے لیئے اذان و اقامت کا اہتمام کیا جائے، البتہ کسی وقت کسی اہتمام کے بغیر چند آدمی جمع ہو کر نفل نماز جماعت سے ادا کرلیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جماعت واجب ہونے کی شرطیں

جماعت واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں:

(۱) مرد ہونا: خواتین کے لیئے جماعت سے نماز ادا کرنا واجب نہیں۔

(۲) بالغ ہونا: نابالغ بچوں پر جماعت سے نماز ادا کرنا واجب نہیں۔

(۳) عاقل ہونا: مست، بے ہوش اور دیوانے آدمی پر جماعت واجب نہیں۔

(۴) ان عذروں کا نہ ہونا جن کی موجودگی میں جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے۔

ترکِ جماعت کے عذر

جن عذروں کی موجودگی میں جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے ان کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ان عذروں میں ترکِ جماعت کی اجازت تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو جماعت سے ہی نماز پڑھنے کی کوشش کی جائے۔

(۱) نمازی مسجد تک جانے سے معذور ہو، مثلاً

۱۔ ایسا کمزور ہو کہ چلنے پھرنے کی سکت نہ ہو۔

۲۔ کوئی ایسی بیماری ہو کہ چلنے سے معذور ہو۔

۳۔ نابینا یا لنگڑا ہو یا پاؤں کٹا ہوا ہو۔ ان صورتوں میں اگر کوئی پہنچانے والا مل سکے تب بھی جماعت واجب نہیں۔

(۲) مسجد جانے میں غیر معمولی زحمت ہو یا بیماری ہو جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً

۱۔ سخت بارش ہو رہی ہو۔

۲۔ سخت سردی پڑ رہی ہو اور اندیشہ ہو کہ باہر نکلنے میں بیماری ہو جائے گی۔

۳۔ سخت اندھیرا ہو اور راستہ نہ دکھائی دیتا ہو۔

۴۔ سخت آندھی چل رہی ہو اور شب کا وقت ہو۔

۵۔ مسجد کے راستے میں کیچڑ ہو۔

۶۔ سواری چھوٹ جانے کا خوف ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ دوسری سواری کا انتظار کرنے میں غیر معمولی زحمت اور نقصان ہوگا۔

۷۔ کسی مریض کی تیمارداری کر رہا ہو اور یہ خوف ہو کہ اس کی

غیر موجودگی میں مریض کو غیر معمولی زحمت اور تکلیف ہوگی۔

(۳) جان و مال کا سخت خطرہ ہو، مثلاً

۱۔ مسجد کے راستے میں کوئی موذی جانور سانپ یا درندہ وغیرہ ہو۔

۲۔ دشمن گھات میں لگا ہوا ہو۔

۳۔ راستے میں چور، ڈاکو وغیرہ کا خطرہ ہو یا گھر سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۴) کوئی ایسی بشری حاجت درپیش ہو کہ اس کو پورا کیے بغیر نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو، مثلاً

۱۔ بھوک لگی ہوئی ہو اور کھانا سامنے آگیا ہو، یا مل سکتا ہو۔

۲۔ پیشاب پاخانے کی حاجت ہو۔

صف بندی کے مسائل

(۱) جماعت میں صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا انتہائی اہتمام کرنا چاہیئے۔ آپؐ کی ہدایت ہے:

"نماز میں اپنی صفیں سیدھی اور برابر رکھا کرو، اس لئے کہ صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنا اچھی طرح نماز پڑھنے کا جزو ہے"[1]

حضرت نعمان ابن بشیرؓ کا بیان ہے کہ:

"آپؐ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے گویا آپؐ اس کے ذریعے تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں

---

[1] بخاری، مسلم۔

تک کہ آپؐ کو خیال ہُوا کہ ہم آپؐ کی یہ بات بخوبی سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپؐ باہر آئے اور نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ ایک شخص پر آپؐ کی نگاہ پڑی کہ اس کا سینہ صف سے کچھ آگے کو نکلا ہُوا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں خدا تمہارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے[1]۔"

(۲) پہلے اگلی صفوں کو مکمل کرنا چاہیئے تاکہ اگر کوئی کمی رہے تو آخر کی صفوں میں رہے۔

(۳) امام کے پیچھے امام سے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو زیادہ علم و بصیرت والے ہوں، پھر ان سے قریب وہ ہوں جو سوجھ بوجھ میں ان سے قریب ہوں اور پھر وہ لوگ، جو عقل و دانش میں اُن سے قریب ہوں۔

(۴) امام کے پیچھے پہلے مردوں کی صف بنائی جائے پھر بچوں کی صف بنائی جائے اور سب کے پیچھے خواتین کی صف بنائی جائے۔

(۵) مقتدی امام کے دونوں طرف اس طرح کھڑے ہوں کہ امام درمیان میں رہے ایسا نہ ہو کہ امام کے ایک طرف زیادہ افراد ہوں اور دوسری طرف کم۔

(۶) اگر ایک ہی مقتدی ہو تو چاہے وہ بالغ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو اس کو امام کے داہنی جانب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔

---

[1] مسلم۔

ایک مقتدی کو امام کے پیچھے یا بائیں جانب کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(۷) ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو اُن کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے اگر دو مقتدی ہوں اور وہ امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لیئے کہ دو سے زیادہ مقتدی ہونے کی صورت میں امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔[۱]

(۸) اگر شروع میں ایک ہی مقتدی ہو اور بعد میں اور مقتدی آ جائیں تو یا تو امام کے برابر کھڑے ہونے والے مقتدی کو پیچھے کی صف میں کھینچ لیں اور امام کے پیچھے صف بنالیں یا پھر امام آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے تاکہ مقتدی مل کر اس کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔

(۹) اگر صفیں مکمل ہوں تو بعد میں آنے والا صف کے پیچھے تنہا نہ کھڑا ہو بلکہ اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کرے مگر کسی جاننے والے کو کھینچے تاکہ وہ بُرا نہ مانے۔

(۱۰) اگلی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

خواتین کی جماعت

(۱) صرف خواتین کی جماعت یعنی مقتدی بھی خواتین ہوں اور امام بھی خاتون ہو جائز ہے۔ مکروہ نہیں ہے[۲]

---

[۱] علم الفقہ، بحوالہ درمختار، شامی۔

[۲] علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۹۴، حضرت اُمّ ورقہ بنت نوفل کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے کیلئے اُنکے گھر تشریف لاتے تھے (باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۸ پر)

(۲) خواتین کی امامت کوئی خاتون کر رہی ہو تو وہ بیچ میں کھڑی ہو صف سے آگے نہ کھڑی ہو، چاہے ایک مقتدی ہو یا کئی مقتدی ہوں۔

(۳) کسی مرد کے لیئے صرف خواتین کی امامت جائز ہے، بشرطیکہ جماعت میں کوئی ایک مرد موجود ہو یا خواتین میں کوئی محرم خاتون موجود ہو، مثلاً ماں ہو، بہن ہو، بیوی ہو، البتہ جب کوئی مرد یا محرم خاتون جماعت میں نہ ہو تو مرد کے لیئے صرف خواتین کی امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) اگر مقتدی کوئی خاتون ہو چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ اس کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زائد، ایک ہونے کی صورت میں بھی امام کے ساتھ نہ کھڑی ہو بلکہ پیچھے کھڑی ہو۔

سُترہ[1]

(۱) اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سامنے سے لوگ گزرتے ہوں تو اس کے لیئے مستحب ہے کہ اپنے سامنے کوئی ایسی چیز کھڑی کرے جو ایک گز کے لگ بھگ اونچی ہو، اور کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔

(۲) نمازی کے آگے سے نکلنا گناہ ہے لیکن سُترہ قائم ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۷ کا) آپ نے ان کے لیئے ایک مؤذن بھی مقرر فرما دیا تھا جو ان کی نماز کے لیئے اذان دیا کرتا تھا، اور وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرتی تھیں۔ (ابوداؤد)

[1] دیکھیئے اصطلاحات صفحہ ۳۸۔

جانے کے بعد نکلنے میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن سُترہ اور نمازی کے درمیان سے نہ گزرے۔

(۳) امام اگر اپنے سامنے سترہ کھڑا کرے تو امام کا سُترہ سارے مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، امام کے سامنے سُترہ قائم ہو جانے کے بعد آگے سے نکلنا گناہ نہیں ہے۔

جماعت کے مسائل

(۱) اگر کوئی شخص اپنے قریب کی مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیئے دوسری مسجد میں جماعت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مستحب ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ گھر آکر گھر والوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھے۔

(۲) جماعت صحیح ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ مقتدی اور امام دونوں کے نماز پڑھنے کا مقام ایک ہو چاہے حقیقتاً ایک ہو مثلاً ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں دونوں نماز پڑھ رہے ہوں یا حکماً ایک ہو، مثلاً امام مسجد میں کھڑا ہے اور مقتدی مسجد سے باہر سڑک پر یا اپنے گھروں میں کھڑے ہیں، لیکن درمیان میں صفیں مسلسل ہیں۔

(۳) اگر امام مسجد کے اندر ہو اور مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑے ہوں یا کسی کا گھر مسجد سے ملا ہوا ہو اور مقتدی اپنی چھت پر کھڑے ہوں لیکن درمیان میں اتنی جگہ خالی نہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکیں تو جماعت صحیح ہوگی۔

(۴) اگر کوئی شخص فرض تنہا پڑھ چکا ہو اور پھر دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ جماعت میں شامل ہو جائے البتہ، فجر، عصر اور مغرب کی جماعت میں شرکت نہ

کرے اس لیئے کہ فجر اور عصر کے بعد نماز مکروہ ہے اور مغرب میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ دوسری نماز نفل ہوگی۔ اور نفل نماز میں تین رکعتیں منقول نہیں ہیں۔

⑤ کوئی شخص فرض نماز پڑھ رہا ہو اور پھر وہی جماعت سے ہونے لگیں تو اسکو چاہیئے کہ نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے، ہاں اگر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو اور کسی دوسرے وقت کی نماز میں تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو پھر نماز پوری کرلے۔ نماز پوری کرنے کے بعد اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور ظہر یا عشاء کا وقت ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے۔

⑥ اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے۔

⑦ اگر کوئی شخص ظہر یا جمعے کی پہلی چار رکعت سنت مؤکدہ شروع کر چکا ہو اور اس دوران امام فرضوں کے لیئے کھڑا ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ دو رکعت سنت پڑھ کر ہی سلام پھیر دے، اور پھر فرضوں کے بعد ان سنتوں کو پڑھ لے۔

⑧ جب امام فرض نماز پڑھانے کے لیئے کھڑا ہو جائے تو پھر سنتیں نہ پڑھی جائیں ہاں اگر یہ یقین ہو کہ فرضوں کی کوئی رکعت نہ جائے گی تو پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ فجر کی سنتیں چونکہ بہت زیادہ مؤکد ہیں۔ اس لیئے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر جماعت سے ایک رکعت ملنے کی امید ہو تب بھی پڑھ لی جائیں۔ اور اگر ایک رکعت ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھی جائیں۔

⑨ جب جماعت سے فرض ہو رہے ہوں اس وقت اگر کوئی سنتیں پڑھنا چاہے تو مسجد سے علیحدہ جگہ میں پڑھے، اور اگر یہ ممکن

نہ ہو تو پھر جماعت کی صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھے اور اگر اس کا بھی امکان نہ ہو تو پھر سنتیں نہ پڑھے، جماعت میں شامل ہو جائے۔ اِس لیئے کہ جس جگہ فرض کی نماز جماعت سے ہو رہی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۰) اگر کسی وقت تاخیر ہو جائے اور پوری جماعت ملنے کی اُمید نہ ہو، تب بھی مسجد ہی میں جاکر جماعت میں شرکت کرنی چاہیئے۔ توقع ہے کہ جماعت ہی کا اَجر و ثواب ملے گا بلکہ جماعت ہو چکی ہو، تب بھی خدا سے امید ہے کہ وہ جماعت کا اجر و ثواب بخشے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ (جماعت کے ارادے سے) مسجد گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے، تو خُدا اس بندے کو بھی ان لوگوں کی طرح جماعت کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ جو جماعت میں شریک ہوئے اور جماعت سے نماز اَدا کی، اور اس سے ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی"[1]

(۱۱) جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو وہ رکعت مل گئی۔ البتہ رکوع نہ مل سکے تو پھر سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت نہیں ملی۔

(۱۲) امام کے سوا ایک بھی دوسرا آدمی نماز میں شریک ہو جائے تو عام نمازوں میں جماعت صحیح ہو جاتی ہے البتہ جمعہ کی

---

[1] ابوداؤد، نسائی۔

جماعت کے لئے ضروری ہے کہ امام کے سوا کم از کم دو آدمی اور ہوں ورنہ جمعہ کی جماعت نہ ہوگی۔

جماعتِ ثانیہ کا حکم

مسجد میں حسبِ معمول پہلی جماعت ہو جائے اور پھر کچھ لوگ جو جماعت میں شامل نہ ہو سکے ہوں وہ مل کر دوسری جماعت کریں تو بعض صورتوں میں یہ جماعتِ ثانیہ جائز ہے اور بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔

(۱) مسجد میں اگر حسبِ معمول پہلی جماعت ہو چکی ہو اور کوئی اپنے گھر یا میدان میں دوسری جماعت کرے تو یہ جائز ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے اور نہ کوئی اختلاف۔

(۲) ایسی مسجد میں جو عام رہ گزر پر ہو، جس میں نہ امام مقرر ہو اور نہ مؤذن اور نہ نماز کا کوئی وقت ہی متعین ہو، یعنی وہ محلے کی مسجد نہ ہو تو اس میں جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔

(۳) اگر پہلی جماعت پورے اہتمام کے ساتھ بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ پڑھنا جائز ہے۔

(۴) اگر پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے کے نہ ہوں اور نہ مسجد کے معاملات اور انتظام میں ان لوگوں کا کوئی دخل ہو تو ایسی صورت میں بھی جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔

(۵) اگر جماعتِ ثانیہ کی ہیئت بدل دی جائے۔ تو کسی کراہت کے بغیر جماعتِ ثانیہ جائز ہے، ہیئت بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی جماعت میں امام نے جہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی

تھی، جماعتِ ثانیہ میں امام وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑا ہوا[1]

(۶) اوپر کے حالات و شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہوگی۔ یعنی کسی محلے کی مسجد میں محلے والوں نے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر جماعت سے حسبِ معمول نماز پڑھی، پھر اسی مسجد میں جماعت کے بعد کچھ لوگ پہنچے۔ اور انہوں نے اِس طرح جماعتِ ثانیہ سے نماز پڑھی کہ جماعت کی ہیئت بھی نہ بدلی تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ مکروہ تحریمی ہوگی۔

---

[1] علم الفقہ جلد ۲، بحوالہ رد المختار، امام ابو یوسف کے نزدیک اگر جماعت کی ہیئت بدل دی جائے تو جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ "کون ہے جو اس کے ساتھ احسان کرے، ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی"
البتہ کسی مسجد میں یہ شکل پیدا نہیں ہونی چاہیئے کہ پابندی کے ساتھ دوسری جماعت کا اہتمام ہونے لگے۔

امامت کا بیان

امام کا انتخاب

نماز کی امامت عظیم ترین دینی منصب اور گراں ترین ذمہ داری ہے یہ گویا رسولؐ کی جانشینی کا مقام ہے اس لیئے امام کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور ایسے شخص کو یہ فریضہ سونپنا چاہیئے جو بحیثیت مجموعی تمام نمازیوں سے زیادہ اشرف اور افضل ہو، جو علم و تقویٰ، ایثار و قربانی اور دین کی بصیرت و حکمت میں سب سے بہتر ہو، جو مسجد میں مسلمانوں کا امام بھی بن سکے، اور عملی زندگی میں ان کا راہنما اور قائد بھی بن سکے۔

مرض الموت میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تک جانے سے معذور تھے تو آپؐ نے اپنی نیابت کے لیئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کیا، جو بحیثیت مجموعی تمام امت میں سب سے زیادہ افضل تھے۔ خواتین نے دو بار یہ معذرت بھی کی کہ ابوبکرؓ نہایت نرم دل ہیں خود کو سنبھال نہ سکیں گے لیکن آپؐ نے تین بار یہی فرمایا:

"ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں"

اور پھر ابوبکرؓ ہی نے نماز پڑھائی۔ دراصل نماز دینی زندگی کا سرچشمہ ہے، نماز میں خدا کے حضور مسلمانوں کی نمائندگی کا مستحق وہی ہے جو اس منصب کا اہل ہو اور بحیثیت مجموعی دینی اوصاف میں

سب سے زیادہ افضل ہو۔

حضرت ابو مسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کا امام وہ شخص بنے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو، اگر اس وصف میں سب برابر ہوں، تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ جاننے والا ہو، اور اگر اس وصف میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو، اور اگر اس وصف میں بھی سب یکساں ہوں تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو"[1]

"زیادہ قرآن پڑھنے والا" وہ شخص ہے جس کو قرآن سے خصوصی شغف ہو، جو زیادہ تلاوت کر سکتا ہو اور قرآن کا حافظ ہو، اور اچھا قرآن پڑھ سکتا ہو، جو قرآن پر غور و فکر بھی کرتا ہو اور جس نے قرآن کی دعوت و حکمت کو اچھی طرح جذب بھی کیا ہو، اور اگر اس خوبی میں سب برابر ہوں تو پھر اس شخص کو امام بنایا جائے۔ جو سنت و شریعت سے زیادہ واقف ہو اور دین کے احکام و مسائل زیادہ جانتا ہو۔

ہجرت میں مقدم ہونے سے مُراد ایسا شخص ہے جو دین کی راہ میں سبقت کرنے اور دین کے لیئے ایثار و قربانی میں سب سے زیادہ پیش پیش رہتا ہو، اور اگر ان تمام اوصاف میں سارے نمازی برابر ہوں تو پھر اس شخص کو ترجیح دی جائے جو زیادہ

---

[1] صحیح مسلم

معتمر ہو۔

امامت کے مسائل

(۱) کسی خاتون کے لیئے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی امامت کرے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کوئی خاتون کسی مرد کی امامت نہ کرے[۱]"

(۲) اگر خواتین کی امامت خاتون کر رہی ہو تو وہ بیچ میں کھڑی ہو صف سے آگے نہ کھڑی ہو، چاہے مقتدی خاتون ایک ہو، یا ایک سے زائد ہوں۔

(۳) امام کے لیئے ضروری ہے کہ مقتدیوں کی ضرورت اور معذوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قرأت مختصر کرے اور رکوع وسجود بھی زیادہ لمبے نہ کرے، مقتدیوں کا خیال نہ کرتے ہوئے لمبی لمبی سورتیں پڑھنا اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرنا مکروہ تحریمی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے:

"جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو اسکو چاہیئے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے۔ اس لیئے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں۔ کمزور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، البتہ جب کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی چاہے طویل پڑھے[۲]"

حضرت معاذؓ عشاء کی نماز میں طویل سورتیں پڑھتے تھے یہاں

---

[۱] ابن ماجہ۔

[۲] بخاری ومسلم۔

تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت پہنچی۔ آپؐ حضرت معاذؓ پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا:

"معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو"

اور پھر ان کو ہدایت فرمائی کہ

"وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" اور "وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى"

اور "وَالضُّحٰى" اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى" جیسی سورتیں پڑھا کرو۔[1]

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں نماز پڑھانا شروع کرتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھاؤں، کہ میرے کان میں کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے ماں کے دل کو کتنا دکھ ہوگا۔"[2]

(۴) امام کی تکبیر مقتدیوں تک پہنچانے اور منتقل کرنے کے لئے جائز ہے کہ بیچ میں کچھ مکبر مقرر کر دیئے جائیں جو امام کی تکبیر سن کر تکبیر کہیں اور ان کی تکبیر پر مقتدی رکوع اور سجود اور دوسرے ارکان ادا کریں۔

(۵) فاسق، بدکار اور بدعتی آدمی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر کسی وقت ایسے لوگوں کے علاوہ کوئی شخص موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

---

[1] بخاری، مسلم۔

[2] بخاری

(۶) ہر فقہی مسلک والے شخص کو امام بنانا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اگر امام کی نماز اپنی فقہ کے اعتبار سے صحیح ہو جائے تو سارے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گی چاہے مقتدی کوئی بھی مسلک رکھتے ہوں۔

(۷) اگر کوئی شخص مغرب، عشاء یا فجر کی نمازِ فرض تنہا پڑھ رہا ہو اور اس کے پیچھے کوئی دوسرا شخص آکر مقتدی بن جائے تو اس امام پر واجب ہے کہ اب بلند آواز سے قرأت کرے، اور اگر سورہ فاتحہ یا اس کے بعد کی سورت پڑھ چکا ہے تب بھی بلند آواز سے دوبارہ پڑھے اس لیئے کہ ان نمازوں میں امام کے لیئے جہری قرأت کرنا واجب ہے، البتہ سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

(۸) کسی ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے جس کی بیماری سے عام طور پر لوگ نفرت اور گھن کرتے ہیں مثلاً جذام ہو یا برص ہو یا اسی طرح کی کوئی اور سخت بیماری ہو۔

(۹) کسی ایسے حسین نوجوان کو جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۱۰) جس شخص کی امامت سے مقتدی رضامند نہ ہوں، اس کو امامت نہ کرنی چاہیئے۔ قوم کی رضامندی کے خلاف امامت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۱) اگر کسی وقت کسی کے گھر پر جماعت سے نماز پڑھی جا رہی ہو تو وہاں صاحبِ خانہ ہی امامت کا حقدار ہے البتہ وہ خود کسی کو آگے بڑھا دے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو تو وہ مقرر امام ہی امامت کا مستحق ہے۔

البتہ وہ خود دوسرے کو امام بنا دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۲) اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو سارے نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے، نماز فاسد ہونے کی بات دورانِ نماز معلوم ہو یا نماز کے بعد معلوم ہو، ——— نماز کے بعد معلوم ہونے کی صورت میں امام کے لیئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کو اطلاع کرے تاکہ وہ اپنی نمازیں دوبارہ پڑھ سکیں۔

(۱۳) امام کی ذمہ داری ہے کہ مقتدیوں کو صفیں سیدھی اور درست رکھنے کی ہدایت کرے، نیز ہدایت کرے کہ لوگ مل مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں۔

(۱۴) مرد صرف خواتین کی امامت بھی کر سکتا ہے مگر اس صورت میں جب کہ خواتین میں اس کی کوئی محرم خاتون بھی ہو یا پھر ان خواتین کے علاوہ ایک مرد بھی شریک ہو۔

مشینی امامت کا حکم

ٹیپ ریکارڈ میں کسی امام کی آواز کو محفوظ کر کے یا گراموفون کے ذریعے نمازِ باجماعت کا ریکارڈ بنا کر اس کی اقتداء میں نماز باجماعت پڑھنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ریڈیو پر کوئی شخص دور دراز مقام سے امامت کرا رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نمازِ باجماعت پڑھنا بھی جائز نہیں[1]

---

[1] مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی ایک سوال کے جواب میں اس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے، ذیل میں ہم یہ سوال و جواب نقل کرتے ہیں: سوال :- ریڈیو ایک ایسا آلہ ہے جو ایک شخص کی آواز کو (باقی حاشیہ صفحہ ۳۴۰ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹ کا) سینکڑوں میل دور پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح گراموفون کے ریکارڈوں میں انسانی آواز کو محفوظ کر لیا جاتا ہے، اور پھر اسے خاص طریقوں سے دُہرایا جا سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام ہزاروں میل کے فاصلے سے بذریعہ ریڈیو امامت کرائے یا کسی آواز کو گراموفون ریکارڈ میں منضبط کر لیا گیا ہو اور اسے دہرایا جائے تو کیا ان آلاتی آوازوں کی اقتدار میں نماز کی جماعت کرنا جائز ہے۔

جواب:۔ ریڈیو پر ایک شخص کی امامت میں دور دراز کے مقامات کے لوگوں کا نماز پڑھنا یا گراموفون کے ذریعے نماز کا ریکارڈ اور پھر کسی جماعت کا اس کی اقتدار میں نماز پڑھنا اصولاً صحیح نہیں ہے۔ اس کے وجوہ آپ غور کریں تو خود آپ کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

امام کا کام محض نماز پڑھانا ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک طرح سے مقامی جماعت کا رہنما ہے، اس کا کام یہ ہے کہ اپنے مقام کے لوگوں سے شخصی ارتباط قائم کرے، ان کے اخلاق و معاملات، اور مقامی حالات پر نظر رکھے اور جب موقع وضرورت اپنے خطبوں میں یا دوسرے مفید مواقع پر اصلاح و ارشاد کے فرائض انجام دے، یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کی دوسری چیزوں کے ساتھ اس ادارہ میں بھی اب انحطاط رونما ہو گیا ہے۔ لیکن بہرحال نفس ادارہ کو تو اپنی اصلی صورت پر قائم رکھنا ضروری ہے اگر ریڈیو پر نمازیں ہونے لگیں یا گراموفون سے امامت و خطابت کا کام لیا جانے لگے تو امامت کی اصل روح ہمیشہ کے لیئے فنا ہو جائے گی۔

نماز دوسرے مذاہب کی طرح محض "پوجا" نہیں ہے لہذا اس کی امامت سے شخصیت کو خارج کر دینا اور اس میں "مشینیت" پیدا کر دینا دراصل اس کی قدر و قیمت ضائع کر دینا ہے۔

علاوہ بریں اگر کسی مرکزی مقام سے کوئی شخص ریڈیو (باقی حاشیہ صفحہ ۳۴۱ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰ کا) یا گراموفون کے ذریعے سے امامت و خطابت کے فرائض انجام دے اور مقامی اماموں کا خاتمہ کر دیا جائے تو یہ ایک ایسی مصنوعی یکسانیت ہوگی جو اسلام کی جمہوری رُوح کو ختم کر دے گی۔ اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ کو ترقی دے گی۔ یہ چیز ان نظامات کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہے، جن میں پوری پوری آبادیوں کو ایک مرکز سے کنٹرول کرنے اور تمام لوگوں کو ایک لیڈر کا بالکلیہ تابع بنا دینے کا اصول اختیار کیا گیا ہے، جیسے فاشزم اور کمیونزم، لیکن اسلام ایک مرکزی امام یا امیر کے اقتدار کو ایسا ہمہ گیر بنانا نہیں چاہتا کہ مقامی لوگوں کی باگ ڈور بالکل اس کے ہاتھوں میں چلی جائے۔ اور خود ان کے اندر اپنے مفاد کو سوچنے، اپنے معاملات کو سمجھنے اور ان کو طے کرنے کی صلاحیت ہی نشوونما نہ پا سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرن "خیرالقرون" میں "امام" محض پجاری کی حیثیت نہ رکھتے تھے جن کا کام چند مذہبی مراسم کو ادا کر دینا ہو بلکہ وہ مقامی لیڈر کے طور پر مقرر کیے جاتے تھے، ان کا کام تعلیم و تزکیہ اور اصلاحِ تمدن و معاشرت تھا، اور مقامی جماعتوں کو اس غرض کے لیے تیار کرنا تھا کہ وہ بڑی اور مرکزی جماعت کی فلاح و بہبود میں اپنی قابلیتوں کے مطابق حصہ لیں، ایسے اہم مقاصد ریڈیو سیٹ یا گراموفون سے کیونکر پورے ہو سکتے ہیں ــــ آلات انسان کا بدل کبھی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مددگار ہو سکتے ہیں۔ ان وجوہ سے میں سمجھتا ہوں کہ "مشینی امامت" اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

(رسائل و مسائل حصہ اول، صفحہ ۱۵۶، از ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

مقتدی کے احکام

مقتدی کے احکام یہ ہیں :

(۱) مقتدی کی نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ یہ بھی نیت کرے کہ میں اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہوں، نیت کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ وہ زبان سے بھی اظہار کرے محض دل سے ارادہ کرنا کافی ہے۔

(۲) مقتدی کے لیئے ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑا ہو، یا اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ آگے ہونے کے لیئے یہ کافی ہے کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے۔

(۳) مقتدیوں پر واجب ہے کہ وہ نماز کے سارے فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرے، البتہ نماز کی سنتوں میں امام کی موافقت کرنا ضروری نہیں، پس اگر امام شافعی مسلک کو مانتا ہو اور رکوع میں جاتے اور اُٹھتے رفع یدین کرتا ہو تو حنفی مسلک والے مقتدی کے لیئے اس سنت میں امام کی اتباع واجب نہیں اسی طرح فجر کی نماز میں اگر شافعی مسلک کا امام دُعائے قنوت پڑھے تو حنفی مسلک والے مقتدی کے لیئے قنوت ضروری نہیں، البتہ وتر کی نماز میں شافعی مسلک والا امام اگر رکوع کے بعد دُعائے قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی کو بھی دُعائے قنوت رکوع کے بعد

پڑھنا واجب ہے اِس لئے کہ وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا واجب ہے۔

(۴) اگر جماعت میں ایک ہی مقتدی ہو اور وہ بالغ مرد یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، البتہ مقتدی کوئی خاتون ہو تو پھر ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں پیچھے کھڑی ہو۔

(۵) پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے مقتدی کے لئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر پہلی صف میں جگہ نہ ہو تو دوسری صف میں تنہا کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے[۱] ایسی صورت میں مقتدی کو چاہیئے کہ اگلی صف میں کسی ایسے شخص کو پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ کھڑا کرلے جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ بآسانی پیچھے ہٹ آئے گا اور ناگوار محسوس نہ کرے گا۔ اور اگر اگلی صف میں کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہو تو پھر مجبوراً تنہا ہی کھڑا ہو جائے۔

(۶) مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرأت کے علاوہ تمام ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے، اگر کسی رُکن میں شریک نہ ہو سکا تو نماز درست نہ ہوگی مثلاً امام رکوع میں گیا اور پھر رکوع سے کھڑا ہوگیا لیکن مقتدی نے رکوع نہیں کیا یا امام کے اُٹھنے کے بعد کیا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر مقتدی کچھ تاخیر سے

---

[۱] حضرت وابصہ بن معبدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نماز پڑھ رہا ہے تو آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نماز دُہرائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

رکوع میں گیا یا کچھ پہلے چلا گیا۔ اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

مقتدی کی قسمیں

جماعت میں شریک ہونے کے لحاظ سے مقتدی تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱)۔ مُدرک، (۲) مسبوق، (۳) لاحق۔

۱۔ مُدرک

جو نمازی شروع سے آخر تک برابر امام کے ساتھ نماز میں شریک رہا ہو، اس کو مُدرک کہتے ہیں۔

۲۔ مسبُوق

وہ نمازی جو ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد جماعت میں شریک ہُوا ہو، اس کو مسبوق کہتے ہیں۔

۳۔ لاحق

وہ نمازی جو شروع سے جماعت میں شریک تو ہُوا لیکن شریک ہونے کے بعد اس کی ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں جاتی رہیں چاہے وضو جاتے رہنے کی وجہ سے یا سو جانے کی وجہ سے یا حدثِ اکبر ہو جانے کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ رہ سکا ہو، یا غیر معمولی ازدحام کی وجہ سے رکوع و سجود نہ کر سکا ہو، اس کو لاحق کہتے ہیں۔

مسبوق کے مسائل

مسبوق جماعت میں شریک ہو کر پہلے امام کے ساتھ وہ باقی نماز ادا کرے جو اسے امام کے ساتھ ملے، پھر جب امام نماز پوری کر کے

سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اور اپنی چھوٹی ہوئی نماز منفرد کی طرح ادا کرے یعنی قرأت بھی کرے اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی کرے اور اس ترتیب سے چھوٹی ہوئی نماز ادا کرے کہ پہلے قرأت والی رکعتیں پڑھے اور پھر بے قرأت والی رکعتیں پڑھے۔ اور جو رکعتیں اسکو امام کے ساتھ ملی ہیں، ان کے حساب سے قعدہ میں بیٹھے، مثلاً ظہر کی جماعت میں کوئی شخص تین رکعتیں ہو جانے کے بعد آکر شریک ہوا تو وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھنے کے بعد اُٹھ کھڑا ہو اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے، کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھے اور قعدۂ اولیٰ کرے، اس لئے کہ یہ رکعت اس کی ملی ہوئی پوری نماز کے حساب سے دوسری رکعت ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر پڑھے اور قعدہ نہ کرے اس لئے کہ یہ اس کی ملی ہوئی رکعت کے لحاظ سے تیسری رکعت ہے۔ پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے سورت نہ پڑھے اور قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے اور اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر دے۔

لاحق کے مسائل

لاحق پہلے اپنی وہ رکعتیں ادا کرے جو امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہیں، اور ان رکعتوں میں لاحق مقتدی کی طرح نماز ادا کرے یعنی قرأت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے اور اگر کوئی ایسا سہو ہو جائے جس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہو تو سجدۂ سہو بھی نہ کرے، پھر جب یہ چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کر چکے تو جماعت میں شریک ہو جائے، اور باقی نماز امام کے ساتھ پوری کرے، اور اگر اس دوران

میں امام نماز پڑھا کر فارغ ہوجائے تو یہ لاحق علیحدہ اپنی باقی نماز
بھی پوری کرلے۔ مثلاً ایک شخص امام کے ساتھ شروع سے شریک
جماعت ہوا، پھر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ
گیا، اب اس نے خاموشی سے جاکر وضو کیا، اتنے عرصے میں امام
نے ایک رکعت اور ادا کرلی، تو اب لاحق پہلے یہ گئی ہوئی رکعت
علیحدہ کھڑے ہوکر اس طرح ادا کرے جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے
یعنی قرأت وغیرہ نہ کرے، اور اگر اس دوران میں امام جماعت
سے فارغ ہوگیا تو لاحق اپنی باقی رکعتیں بھی علیحدہ ادا کرے۔

نماز میں قرأت کے مسائل

نماز میں قرأت کے مسائل یہ ہیں :

(۱) قرآن مجید کو صحیح پڑھنا واجب ہے، صحیح پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ہر حرف ٹھیک ادا ہو، اور ہمزہ، عین، یا ح، ہ، یا ذ، ض، ظ، ز وغیرہ کا فرق واضح ہو، اگر کوشش کے باوجود کوئی حرف صحیح ادا نہ ہو تو مجبوری ہے لیکن لاپرواہی میں غلط پڑھنا یا صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرنا گناہ ہے۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا کوئی بڑی آیت یا تین آیتیں پڑھنا واجب ہے، اور وتر، سنت، نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا واجب ہے اور فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت نہ ملانی چاہیئے صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دینا چاہیئے۔

(۳) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، چاہے فرض نماز ہو، یا واجب، سنت ہو یا نفل۔

(۴) پہلے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھنا یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی شخص پہلے کوئی دوسری سورت پڑھے اور پھر بعد میں سورۂ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا

نہ ہوگا۔

(۵) مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں، یعنی مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی سب نمازوں میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر کی نماز میں بھی امام کے لیئے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور اگر کبھی بھولے سے امام نے آہستہ قرأت کرلی تو سجدۂ سہو کرلینا ضروری ہے۔ اور اگر قصداً ایسا کیا تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔

(۶) ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں یعنی اس میں امام اور منفرد سب کے لیئے آہستہ قرأت کرنا واجب ہے، اور وتر کی نماز میں بھی منفرد کے لیئے آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

(۷) اگر کوئی فجر، مغرب، عشاء کی نماز تنہا پڑھ رہا ہو تو اس کے لیئے افضل یہ ہے کہ بلند آواز سے قرأت کرے۔

(۸) امام فجر، مغرب اور عشاء کی نماز قضاء پڑھا رہا ہو تو اس کے لیئے بھی بلند آواز سے قرأت کرنا ضروری ہے۔

(۹) جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے اسی کو دوبارہ دوسری رکعت میں پڑھنا جائز تو ہے لیکن ایسا کرنا بہتر نہیں ہے۔

(۱۰) سری نمازوں میں بھی زبان سے قرأت کرنا ضروری ہے محض خیال کرکے دل میں پڑھنا کافی نہیں ہے۔ اس طرح پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

(۱۱) قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیئے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۲) فرض نمازوں میں قصداً قرآن کی ترتیب کے خلاف

قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے، مثلاً کوئی "الکافرون" پہلی رکعت میں پڑھے اور "الم ترکیف" دوسری رکعت میں پڑھے، البتہ بھولے سے اگر ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔ اور اگر نوافل میں قصداً بھی اس ترتیب کے خلاف پڑھے تو مکروہ نہیں۔

(۱۳) ایک ہی سورت کی چند آیتیں ایک جگہ سے پڑھنا اور پھر دو آیتوں سے کم چھوڑ کر دوسری رکعت میں آگے سے چند آیتیں پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح اگر کوئی دو رکعتوں میں دو سورتیں اس طرح پڑھے کہ درمیان میں ایک چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں اس کو چھوڑ دے اور اگلی سورت پڑھ لے تو یہ مکروہ ہے، مثلاً پہلی رکعت میں "ابی لہب" پڑھی اور دوسری میں "الفلق" پڑھی اور درمیان میں "الاخلاص" چھوڑ دی تو یہ مکروہ ہے، ——— لیکن صرف فرض نمازوں میں ایسا کرنا مکروہ ہے، نوافل میں نہیں۔

(۱۴) ایک رکعت میں دو سورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ درمیان میں ایک یا ایک سے زائد سورتیں چھوڑ دی جائیں مکروہ ہے، لیکن یہ بھی صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہے، نوافل میں مکروہ نہیں۔

(۱۵) اگر کسی کو قرآن کی کوئی آیت بھی یاد نہ ہو، مثلاً کوئی نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا کسی نے نئی نئی نماز شروع کی ہو اور اس کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد نہ ہو تو جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش کرے اور اس دوران قرأت کے بجائے، سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ کہہ لیا کرے، لیکن یاد کرنے میں سستی نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔

نماز میں مسنون قرأت

(۱) سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھ لی جائے لیکن سفر کے علاوہ گھر پر قیام کے زمانے میں امام اور منفرد دونوں کے لیئے نمازوں میں بعض خاص مقدار کی سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

- نمازِ فجر اور نمازِ ظہر میں سورۂ حجرات[1] سے سورۂ بروج[2] تک کی سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان سورتوں کو طوالِ مفصل کہتے ہیں۔
- نمازِ عصر اور نمازِ عشاء میں سُورۂ طارق[3] سے سورۂ بینہ[4] تک کی سُورتوں میں سے پڑھنا مسنون ہے ان سُورتوں کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔
- نمازِ مغرب میں، "سُورۂ زلزال[5]" سے "سُورۂ الناس[6]" تک کی سُورتوں میں سے پڑھنا مسنون ہے۔ ان سُورتوں کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

(۲) کسی نماز کے لیئے کوئی خاص سورت اپنی طرف سے مقرر کر لینا شریعت کے خلاف ہے، البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن نمازوں میں جو سُورتیں اکثر پڑھا کرتے تھے۔ ان نمازوں میں ان کا

---

[1] یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا، چھبیسویں پارے کی ایک سُورت۔
[2] وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ، تیسویں پارے کی ایک سُورت۔
[3] وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، تیسویں پارے کی ایک سُورت۔
[4] لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، تیسویں پارے کی ایک سُورت۔
[5] اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔ تیسویں پارے کی ایک سُورت۔
[6] قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ تیسویں پارے کی ایک سُورت۔

پڑھنا مسنون ہے۔

- فجر کی سنتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پہلی رکعت میں سورہٗ "اَلْکَافِرُوْن"[1] اور دوسری رکعت میں سُورہٗ "اخلاص"[2] پڑھا کرتے تھے۔
- نمازِ وتر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورہٗ "اَلْاَعْلٰی"[3] دوسری رکعت میں سورہ "اَلْکَافِرُوْن" اور تیسری رکعت میں "اَلْاِخْلَاص" پڑھا کرتے تھے۔
- جمعہ کے دن فجر کی نماز میں آپؐ اکثر سُورہٗ اَلٓمّٓ سجدہ[4] اور سُورہٗ "اَلدَّھْر"[5] پڑھا کرتے تھے۔

(۳) جمعہ کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سُورہٗ "اَلْاَعْلٰی" اور سُورہٗ "اَلْغَاشِیَہ" کی تلاوت فرماتے یا سُورہٗ "اَلْجُمُعَہ" اور سُورہٗ "اَلْمُنَافِقُوْن" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں "اَلٓمّٓ تَنْزِیْل" اور "ھَلْ اَتٰی" اور جمعہ کی نماز میں سُورہٗ "اَلْجُمُعَہ" اور سُورہٗ "اَلْمُنَافِقُوْن" پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکَافِرُوْن ، تیسویں پارے کی سورت ہے۔
[2] قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ الخ۔ تیسویں پارے کی سورت ہے۔
[3] سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔ تیسویں پارے کی ایک سورت ہے۔
[4] الٓمّٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ اکیسویں[21] پارے کی سورت ہے۔
[5] ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ، انتیسویں[29] پارے کی ایک سورت ہے۔

(۴) فرض نمازوں کی پہلی رکعت میں قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے لمبی ہونی چاہیئے۔ اس لیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم پہلی رکعت میں دوسری رکعتوں کے بہ نسبت طویل قرأت فرماتے تھے۔

(۵) فجر کی نماز میں تمام نمازوں کی قرأت سے طویل قرأت کرنی چاہیئے اس لیئے کہ اس وقت سکون واطمینان زیادہ ہوتا ہے اور طبیعت بھی حاضر ہوتی ہے، نیز صبح وشام کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے ڈیڑھ گنی پڑھنا مسنون ہے[۲]

سجدۂ تلاوت

قرآنِ مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کی تلاوت کرنے یا سننے سے ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے نماز میں امام سے سُنے، یا خود پڑھے اور چاہے نماز کے باہر تلاوت کرے یا سُنے، اور چاہے پوری آیت تلاوت کرے یا سُنے یا صرف سجدے کے الفاظ ہی اگلے پچھلے الفاظ کے ساتھ ملا کر پڑھے ہر حال میں سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے[۳]

امام کے پیچھے قرأت کا حکم

امام کے پیچھے نماز میں مقتدی کو قرأت کرنا درست نہیں بلکہ

---

[۱] بخاری۔

[۲] شامی۔

[۳] سجدۂ تلاوت کے تفصیلی مسائل آسان فقہ حصہ دوم میں "سجدۂ تلاوت کے بیان" میں دیکھئے۔

آواز سے امام کے پیچھے قرأت کرنا تو مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ اس سے امام کی قرأت میں خلل پڑتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔

ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہؓ سے پوچھا:

"کیا تم میں سے کوئی میرے پیچھے قرأت کر رہا تھا؟"

ایک صحابیؓ نے کہا:

"جی ہاں میں قرأت کر رہا تھا۔"

ارشاد فرمایا:

"میں پوچھتا ہوں آخر تم لوگ مجھ سے قرآن پڑھنے میں کیوں جھگڑتے ہو۔"

آہستہ آواز سے امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تو نہیں ہے لیکن ضروری بھی نہیں ہے، اس لیے کہ امام کی قرأت سارے مقتدیوں کی قرأت قرار پاتی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس مقتدی کی قرأت قرار پاتی ہے۔"[1]

---

[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

امام محمدؒ نے یہ حدیث اپنی مؤطا میں دو سندوں سے بیان کی ہے، اور دونوں کے راوی نہایت معتبر ہیں۔ ایک سند میں تو امام (باقی حاشیہ صفحہ ۳۵۳ پر)

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا

امام جب بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو، مثلاً مغرب، عشاء اور فجر وغیرہ ساری جہری نمازوں میں، تو مقتدی کے لیئے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن جب امام آہستہ آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو مثلاً ظہر و عصر کی سری نمازوں میں تو معتدل مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیئے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے، امام محمدؒ نے بھی مقتدی کے لیئے احتیاطاً سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحسن قرار دیا ہے[1] جیسا کہ صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۳ کا) ابو حنیفہؒ ہیں اور ایک میں موسیٰ ابن ابی عائشہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری، مسلم کی شرطوں کے مطابق ہے اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے ایک راوی ابو حنیفہؒ تو ابو حنیفہؒ ہی ہیں، رہے ابن ابی عائشہؓ تو وہ بھی بڑے ہی پرہیزگار اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ان سے روایت کی ہے۔

[1] امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ سری نمازوں میں مقتدی کے لیئے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سری اور جہری دونوں ہی نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض قرار دیتے ہیں اور یہی مسلک اہل حدیث کا ہے۔ (علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۵۹، ۱۱۰)

[2] ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد۔ (ہدایہ جلد ۱، صفحہ ۱۰۱)

سجدۂ سہو کا بیان

سہو کے معنی ہیں بھول جانا۔ نماز میں بھولے سے کچھ کمی زیادتی ہو جانے سے جو خرابی آ جاتی ہے اس کی تلافی کے لیے نماز کے آخری قعدے میں دو سجدے کرنا واجب ہیں۔ ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

نماز کے آخری قعدے میں "التحیات" پڑھ لینے کے بعد داہنی جانب سلام پھیرے، اور "اللہ اکبر" کہہ کر سجدہ میں جائے، اطمینان سے سجدہ کرے، پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے سے اُٹھے، اطمینان سے بیٹھے اور پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے میں جائے اور اطمینان سے سجدہ کرے پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے سے اُٹھے اور قعدے میں بیٹھ جائے، اور حسبِ معمول "التحیات" درود شریف اور دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

وہ صورتیں جن میں سجدۂ سہو واجب ہے

(۱) نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے، مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا بھول جائے وغیرہ۔

(۲) کسی واجب کے ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے، چاہے تاخیر بھولے سے ہو جائے یا کچھ سوچنے کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص

سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خاموش کھڑا رہے اور پھر کچھ وقفے کے بعد کوئی سورت پڑھے۔

③ کسی فرض کے ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کو مقدم کر دیا جائے مثلاً قرأت کرنے کے بعد رکوع کرنے میں تاخیر[1] ہو جائے یا کوئی رکوع سے پہلے سجدہ میں چلا جائے۔

④ کسی فرض کو مکرر ادا کر دیا جائے، مثلاً دو رکوع کر لیے جائیں۔

⑤ کسی واجب کی کیفیت بدل دی جائے، مثلاً سِرّی نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر لی جائے یا جہری نمازوں میں آہستہ قرأت کر لی جائے، مثلاً ظہر و عصر میں بلند آواز سے قرأت کر لی، اور مغرب و عشاء یا فجر میں آہستہ قرأت کر لی۔

سجدۂ سہو کے مسائل

① نماز کے فرائض میں سے اگر کوئی فرض قصداً چھوٹ جائے، یا سہواً، تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا گیا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اور سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

② ایک واجب چھوٹ جائے یا ایک سے زیادہ بہرحال ایک ہی مرتبہ دو سجدے کرنا کافی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر نماز کے سارے واجبات چھوٹ جائیں تب بھی دو ہی سجدے کافی ہیں، دوسے

---

[1] یہاں تاخیر سے مراد اتنی دیر کا وقفہ ہے، جس میں آدمی ایک سجدہ یا ایک رکوع کر سکے۔

زیادہ سجدہ سہو کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) اگر کوئی بھولے سے حالتِ قیام میں سورۃ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ فاتحہ سے پہلے خدا کی حمد و ثناء پڑھی جاتی ہے اور التحیات میں بھی خدا کی حمد و ثناء ہے، ہاں اگر قرأت کے بعد یا دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے یا قرأت کے بعد التحیات پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۴) اگر بھولے سے قومہ[۱] رہ جائے یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ[۲] رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے

(۵) اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گیا اور بیٹھنے کے بجائے اُٹھ کر پوری طرح کھڑا ہوگیا تو پھر یاد آنے پر نہ بیٹھے، بلکہ نماز پوری کرکے قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرے، اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو تو بیٹھ جائے، اور اِس صورت میں سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۶) اگر کوئی دو یا چار رکعت والی فرض نماز میں قعدۂ آخیرہ[۳] بھول گیا، یا بیٹھنے کے بجائے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا، اب اگر اس کو سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے، تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو کرلے، سجدۂ سہو کرلینے کے بعد فرض نماز درست ہو جائے گی۔ اگر سجدہ کرلینے کے بعد یاد آیا کہ قعدۂ اخیرہ نہیں کیا ہے تو اب نہ بیٹھے بلکہ ایک رکعت اور ملاکر چار رکعت یا چھ رکعت پوری کرے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں

---

[۱] دیکھیئے فقہی اصطلاحات صفحہ ۴۷۔ [۲] دیکھیئے فقہی اصطلاحات صفحہ ۳۳۔

[۳] دیکھیئے فقہی اصطلاحات صفحہ ۴۶۔

ہے، اور یہ رکعتیں نفل قرار پائیں گی، فرض نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔ اور اگر مغرب کے فرضوں میں بھول ہوجائے تو پھر پانچویں رکعت نہ پڑھے۔ چوتھی رکعت میں بیٹھ کر نماز پوری کرلے، اِس لیئے کہ نفل کی رکعتیں طاق نہیں ہوتیں، آپؐ کا ارشاد ہے:

"نفل نماز کی رکعتیں دو دو ہیں"[1]

(۷) اگر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا دُعائے قنوت پڑھنا بھول جائے یا "التحیات" پڑھنا بھول جائے یا عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی زائد تکبیریں بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۸) مغرب، عشاء یا فجر کی جہری[2] نمازوں میں اگر امام نے بھولے سے قرأت آہستہ کی یا ظہر میں اور عصر کی سرّی[2] نمازوں میں امام نے بھولے سے قرأت بلند آواز سے کی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۹) اگر امام سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے اور سجدۂ سہو واجب ہوجائے تو مقتدی کو بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ اور اگر مقتدی سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو نہ مقتدی پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور نہ امام پر۔

(۱۰) اگر سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے، یا سورت پہلے پڑھے اور سورۂ فاتحہ بعد میں پڑھے تو سورۂ فاتحہ کے بعد پھر کوئی سورت پڑھے اور آخری قعدہ میں لازماً سجدۂ سہو کرے۔

(۱۱) اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت

---

[1] علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۱۸۔

[2] دیکھئے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۳۹۔

ملانا بھول جائے تو بعد کی رکعتوں میں سورت ملالے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔

(۱۲) اگر سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔

(۱۳) اگر کوئی چار رکعت والی فرض نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر تک بیٹھا جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے، اور پھر اُسے شبہ ہُوا کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے اور وہ سلام پھیرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لیئے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اب اگر سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور حسبِ قاعدہ سجدۂ سہو بھی کرے[1] اور سلام پھیرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو چھٹی رکعت اور ملالے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرلے، اِس صورت میں اِس کی فرض نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ دو زائد رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

(۱۴) چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں منفرد یا امام سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر سنت یا نفل نمازوں میں بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اِس لیئے کہ فرض نماز کی آخری رکعتوں میں سُورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے اور سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سُورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۱۵) اگر کوئی بھولے سے ایک رکعت میں دو رکوع کرے، یا ایک رکعت میں تین سجدے کرلے، یا سُورۂ فاتحہ دو بار پڑھ لے

---

[1] اِس لیئے کہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہو گئی۔

تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔[1]

(۱۶) اگر قعدۂ اُولیٰ میں التحیات پڑھنے کے بعد کوئی درود شریف پڑھنے لگے اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بقدر پڑھ لے یا اتنی دیر یونہی خاموش رہے تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر کسی مسبُوق سے اپنی باقی نماز پوری کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو نماز کے آخری قعدے میں اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۱۸) اگر کسی نے ظہر یا عصر کی فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھیں، لیکن یہ سمجھ کر کہ چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہے، اِس نے سلام پھیر دیا، اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو اپنی بقیہ دو رکعتیں پڑھ کر نماز پوری کرلے، اور سجدۂ سہو کرے۔

(۱۹) اگر کسی کو نماز میں شک ہو گیا کہ معلوم نہیں تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ تو اگر اِس کو اتفاق سے پہلی بار یہ شک ہُوا ہے، عام طور پر اس کو اِس طرح کے شک کی عادت نہیں ہے تو اسکو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور اگر اِس کو اکثر و بیشتر اِس طرح کا شک ہوتا ہی رہتا ہے تو پھر وہ اپنے گمانِ غالب پر عمل کرے، اور اگر کسی طرف زیادہ گمان نہ ہو تو پھر کم رکعتوں کا اعتبار کرے، مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو جائے کہ معلوم نہیں تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار۔ اور کسی طرف گمانِ غالب بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہی سمجھے کہ تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور ایک رکعت اور پڑھ کر چار رکعت پوری کرے اور سجدۂ سہو ہر صورت میں کرے۔

---

[1] اِس لیئے کہ سورۂ فاتحہ کا ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

(۲۰) نماز کی سنتیں یا مستحبات چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مثلاً نماز کے شروع میں ثناء پڑھنا بھول جائے یا رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھنا بھول جائے یا رکوع میں جانے اور اُٹھنے کی دُعا بھول جائے یا دُرود شریف اور اس کے بعد کی دُعا بھول جائے تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

(۲۱) نماز میں کوئی ایسی کوتاہی ہوگئی جس کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگیا ہے لیکن اس نے نماز پوری کرلی اور سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ سہو رہ گیا، اب اگر اس نے قبلے کی طرف سے رُخ نہیں پھیرا ہے اور کسی سے بات چیت بھی نہیں کی ہے، تو فوراً سجدۂ سہو کرلے اور پھر "التحیات" درود اور دُعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(۲۲) اگر کسی نے ایک رکعت میں بھولے سے ایک ہی سجدہ کیا، اب اگر "قعدۂ اخیرہ" کی "التحیات" پڑھنے سے پہلے پہلے پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں یا جب بھی یاد آئے تو سجدہ ادا کرے اور حسبِ قاعدہ سجدۂ سہو کرے اور اگر "التحیات" پڑھ لینے کے بعد سجدہ یاد آیا تو سجدہ ادا کرنے کے بعد "التحیات" پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرکے حسبِ قاعدہ نماز پوری کرے۔

(۲۳) اگر سفر کے دوران جب کہ قصر کا پڑھنا واجب ہے کسی نے بھولے سے قصر کرنے کے بجائے پوری چار رکعت نماز پڑھی، اور دوسری رکعت میں بیٹھ کر "التحیات" پڑھ لی، تو اس صورت میں بھی آخری رکعت میں قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اور اس صورت میں یہ نمازِ قصر اِس طرح صحیح ہوجائے گی کہ پہلی دو

رکعتیں فرض قرار پائیں گی اور آخری دو رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

قضا نماز پڑھنے کا بیان

کوئی فرض یا واجب نماز اپنے مقرر وقت پر ادا نہ کی جاسکی، اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جارہی ہے تو اس کو قضا پڑھنا کہتے ہیں۔ اور اگر وقت کے اندر پڑھی جارہی ہے تو اس کو ادا کہتے ہیں۔

قضا نماز کا حکم

(۱) فرض نماز کی قضا فرض ہے اور واجب یعنی وتر کی قضا واجب ہے۔

(۲) نذر اور منت کی مانی ہوئی نماز کی قضا بھی واجب ہے۔

(۳) نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہوجاتی ہے، اگر کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑجائے تو اس کی قضا واجب ہے۔

(۴) سنت مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے، البتہ فجر کی سنتیں چونکہ بہت اہم ہیں اور حدیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے اس لیئے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر فجر کے فرض اور سنت دونوں قضا ہوگئے ہوں تو زوال سے پہلے پہلے دونوں کی قضا پڑھی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے سنت کی قضا نہ پڑھی جائے، اور اگر فجر کے فرض وقت پر پڑھ لیئے ہوں اور صرف سنتیں رہ گئی ہوں، تو یہ سنتیں سورج نکل آنے کے بعد

زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں، زوال کے بعد نہیں۔ اسکے علاوہ کوئی سنت یا نفل نماز وقت پر نہ پڑھی جاسکے تو اُس کی قضا واجب نہیں ہے۔

⑤ ظہر کی وہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں کسی وجہ سے نہ پڑھی جاسکی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھی جاسکتی ہیں، ان سنتوں کو فرضوں کے بعد دو سنتوں سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور بعد میں بھی صحیح ہے، البتہ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد ان کی قضا واجب نہیں ہے۔

قضا نماز کے مسائل وہدایات

① کسی مجبوری اور معذوری کے بغیر بلا وجہ نماز قضا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کے لیئے حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اگر غفلت اور بے شعوری میں کبھی ایسی کوتاہی ہوگئی ہو، تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیئے اور آئندہ کے لیئے اپنے خدا سے اصلاحِ حال کا پختہ عہد کرنا چاہیئے۔

② اگر کبھی واقعی عذر اور مجبوری کی وجہ سے کبھی نماز قضا ہوجائے تو اس کی قضا پڑھنے میں خواہ مخواہ ٹال مٹول نہ کرنا چاہیئے بلکہ جتنی جلد ممکن ہو قضا پڑھ لینی چاہیئے۔ بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے، اور پھر زندگی کا بھی کیا اعتبار ہوسکتا ہے کہ موقع نہ ملے اور آدمی اِس حال میں خُدا کے حضور پہنچے کہ اِس کے سر یہ گناہ بھی ہو کہ موقع ملنے کے باوجود اس نے تاخیر کی اور قضا نماز نہ پڑھ سکا۔

③ اگر کبھی وقت کئی افراد کی نماز قضا ہوجائے، مثلاً اجتماعی سفر کے دوران وقت پر نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے، یا خدانخواستہ

کسی محلے میں کوئی حادثہ پیش آجائے اور سارے لوگوں کی نماز قضاء ہو جائے، یا کچھ لوگ سوتے رہ جائیں اور سب کی نماز قضا ہو جائے تو اس صورت میں سب کو یہ نماز جماعت کے ساتھ قضا پڑھنی چاہیئے۔ اگر سِرّی نماز قضا ہوئی ہو تو قضا جماعت میں سِرّی قرأت ہونی چاہیئے اور اگر جہری نماز قضا ہوئی ہو تو جہری قرأت ہونی چاہیئے[1]

(۴) کسی اکیلے آدمی کی نماز کبھی قضا ہو جائے، تو بہتر یہ ہے کہ وہ خاموشی سے گھر میں قضا پڑھ لے، اگر غفلت سے قضا ہوئی ہے تو یہ گناہ ہے اور گناہ کا لوگوں پر ظاہر کرنا خود گناہ ہے، اور اگر کسی مجبوری سے قضا ہوئی ہے تب بھی لوگوں پر اس کا اظہار کرنا معیوب اور مکروہ ہے، اگر مسجد میں بھی قضا پڑھے تو کوئی حرج نہیں لیکن لوگوں سے اس کا اظہار کرنا صحیح نہیں۔

(۵) قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لینی چاہیئے۔ ہاں اگر ممنوع یا مکروہ وقت یاد آئے تو انتظار کرنا چاہیئے جب ممنوع یا مکروہ وقت نکل جائے اُس وقت پڑھنی چاہیئے۔

(۶) اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں، تو ان کی قضا

---

[1] ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ رات بھر چلتا رہا اور رات کے آخر میں قافلے نے پڑاؤ کیا، اور اُترتے ہی نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ فجر کا وقت نکل گیا اور سب سوتے رہ گئے۔ پھر جب سورج طلوع ہوا تو اس کی گرمی سے قافلے والوں کی آنکھ کھلی نبی اکرمؐ نے فوراً ہی اذان کہلوائی اور جماعت سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔

میں دیر نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے جلد ہی قضا پڑھ لینی چاہیئے اگر ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری قضا نمازیں پڑھ لی جائیں، یہ بھی ضروری نہیں ہے، کہ عصر کی قضا عصر کے وقت ہی پڑھی جائے اور ظہر کی قضا ظہر کے وقت ہی پڑھی جائے، بلکہ جب موقع ملے ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھ کر اپنی قضا نمازیں پوری کر لینی چاہیئیں۔

(۷) کسی غفلت شعار نے عرصے تک نماز نہیں پڑھی، اور اسی طرح اس نے مہینے اور سال بے حسی اور بے عملی میں گزار دیئے پھر خدا نے اس کو توبہ کی توفیق بخشی، تو اس پر ان ساری نمازوں کی قضا واجب ہے جو توبہ کرنے سے پہلے قضاء ہوئی ہیں۔ توبہ کرنے سے نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو امید ہے کہ خدا معاف فرما دے لیکن جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ معاف نہ ہوں گی اُنکی قضاء پڑھنا واجب ہے۔

(۸) اگر کسی کی مہینوں اور سالوں کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں، تو اس کو چاہیئے کہ وہ قضا شدہ نمازوں کا اندازہ کر کے قضا پڑھنا شروع کر دے اور اس صورت میں قضا پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس وقت کی قضا نماز پڑھنی چاہے اس وقت کا نام لیکر کہے میں اس وقت کی سب سے پہلی یا اس وقت کی سب سے آخری نماز پڑھتا ہوں، مثلاً قضا شدہ نمازوں میں سے فجر کی نماز قضا پڑھنا چاہے تو کہے میں فجر کی سب سے پہلی یا سب سے آخری نماز قضا پڑھتا ہوں اور اسی طرح پڑھتا رہے یہاں تک کہ ساری نمازوں کی قضا پوری ہو جائے۔

(۹) سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں، ان کی قضا اگر

حالتِ اقامت میں پڑھی جائے تو قصر کرنا چاہیئے، اور دورانِ اقامت کی قضا نمازیں اگر سفر کی حالت میں پڑھی جائیں تو پوری پڑھنی ہوں گی۔ یعنی ظہر، عصر اور عشار کی چار رکعت پڑھی جائیں گی۔

(۱۰) صرف وتر کی نماز قضا ہوئی اور وتر کے علاوہ کسی نماز کی قضا بھی اس کے ذمہ نہیں ہے تو وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر یہ یاد رکھتے ہوئے کہ وتر کی قضا پڑھنی ہے اور پہلے فجر کی نماز ادا کر لی تو وتر کی قضا پڑھنے کے بعد فجر کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

(۱۱) اگر کوئی مریض حالتِ مرض میں اشاروں سے نماز ادا کر سکتا تھا لیکن اس کی کچھ نمازیں قضا ہوگئیں تو اس کو چاہیئے کہ اپنے وارثوں کو یہ وصیت کر دے کہ مرنے کے بعد اس کے تہائی مال میں سے ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں، ایک قضا نماز کا فدیہ سوا سیر گیہوں، یا ڈھائی سیر جو ہوتے ہیں، اور ان کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے[۱]

(۱۲) اگر کسی مریض میں کمزوری کی وجہ سے اتنی سکت بھی نہ رہے کہ وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکے، یا جنون اور غشی کی ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ چھ نمازوں تک اُسے کچھ ہوش ہی نہ ہو تو ایسے مریض پر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، ہاں اگر پانچ نمازوں کے بعد ہوش آ جائے اور چھٹی نماز کے وقت ہوش ہو تو پھر ان ساری نمازوں کی قضا پڑھنا واجب ہوگی۔

(۱۳) جن لوگوں نے اپنی نادانی سے زندگی کا ایک حصہ نماز

---

[۱] علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶۔

سے غفلت میں گزار دیا اور بے شمار نمازیں قضا ہوگئیں، پھر خدا نے ان کو دین کا شعور بخشا تو ان کو سب سے پہلی فکر یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا پڑھیں، جس کی نہایت آسان شکل یہ ہے کہ پانچوں وقت کے فرض ادا کرنے کے ساتھ جو سنتیں اور نوافل بالعموم پڑھے جاتے ہیں ان کو سنت اور نفل کی نیت سے پڑھنے کے بجائے چھوٹے ہوئے فرضوں کی قضا کے طور پر پڑھتے رہیں یہاں تک یہ گمان غالب ہو جائے کہ پچھلی سب نمازوں کی قضا ہو چکی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ آدمی پانچوں وقت کے ادا فرضوں کے ساتھ نوافل اور سنن کا تو اہتمام کرے لیکن چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا سے غافل رہے یا ان کے معاملے میں سستی اور کسل سے کام لے، چھوڑے ہوئے فرض کی حیثیت قرض کی ہے، اور یہ بالکل بے معنی بات ہے کہ قرض ادا کرنے سے غفلت برتتے ہوئے آدمی خیرات کرے، ہاں اگر چھوڑے ہوئے فرضوں کی قضا کا پورا پورا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ آدمی پانچوں نمازوں کے اوقات میں سنتیں اور نوافل پڑھے تو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرما لے۔

(۱۴) جمعہ کی نماز کی قضا نہیں ہے لہٰذا جمعہ کی جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کے بجائے ظہر کی چار رکعت قضا پڑھنی چاہیئے۔

(۱۵) کوئی شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز باطل ہوگئی تو اب اس نماز کی قضا نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ نمازِ عید کی قضا نہیں ہے[1] اور

---

[1] اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ تنہا بھی عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں، چاہے عیدگاہ میں جماعت نہ ملے یا کوئی مریض ہو اور عیدگاہ نہ جا سکے۔

وقت کے اندر تنہا ادا بھی نہیں پڑھ سکتا اِس لیئے کہ نماز عید کے لیئے جماعت شرط ہے۔

(۱۶) اگر عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کسی عذر کی بنا پر پہلے دن نہیں پڑھی جا سکی تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن قضا پڑھ سکتے ہیں اور عیدالاضحیٰ کی نماز تیرہ تاریخ تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔

صاحب ترتیب اور اسکی قضا نماز کا حکم

بالغ ہونے کے بعد جس بندۂ مومن کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو یا زندگی میں پہلی ہی بار ایک یا دو نمازیں قضا ہوئی ہوں، چاہے مسلسل ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں، یا پہلے کبھی اگر قضا ہوئی ہوں تو ان سب کی قضا پڑھ چکا ہو اور اب اس کے ذمے صرف یہی ایک دو یا زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا ہو تو ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں "صاحب ترتیب" کہتے ہیں۔ صاحب ترتیب کے لیئے قضا نماز پڑھنے میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی یہ کہ وہ جب تک چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے، اگلے وقت کی ادا نماز نہیں پڑھ سکتا، مثلاً کسی کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء یعنی ایک شب و روز کی پانچ نمازیں قضا ہو گئی ہیں، تو جب تک وہ ان پانچ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے اگلے دن کی نماز فجر ادا پڑھنا اِس کے لیئے درست نہیں اور اگر جانتے بوجھتے پڑھ لے گا تو ادا نہ ہوگی بلکہ قضا شدہ نمازیں پڑھنے کے بعد فجر کی یہ نماز پھر پڑھنی ہوگی، ہاں اگر کبھی صاحب ترتیب کو اپنی قضا نماز پڑھنا یاد نہ رہے اور وہ ادا نماز پڑھ لے تو پھر یاد آنے پر اس نماز کو دُہرانا ضروری نہیں، یہ ادا نماز درست ہو جائے گی۔ دتو

کی قضا کا بھی وہی حکم ہے۔ جو دوسری نمازوں کا ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ قضا شدہ نمازیں بھی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری ہیں۔ یعنی پہلے فجر کی نماز، پھر ظہر کی اور پھر عصر کی' اسی طرح پانچوں نمازیں ترتیب سے پڑھنا ہوں گی۔ اور اگر اس نے فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی قضا پھر پڑھنا ہوگی، اسی طرح اگر ظہر کی قضا پڑھنے سے پہلے عصر اور مغرب کی قضا پڑھ لی تو ظہر کی قضا پڑھنے کے بعد پھر عصر اور مغرب کی قضا پڑھنی ہوگی۔

جس شخص کی پانچ نمازوں سے زیادہ قضا ہو جائیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہتا، اور قضا نمازوں کے پڑھنے میں اس کے لئے ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے، جب موقع پائے اور جس وقت کی نماز قضا پڑھنی چاہے پڑھ لے اور یہ بھی جائز ہے کہ قضا نمازیں پڑھنے سے پہلے اگلے وقت کی ادا نماز پڑھ لے، ترتیب کی پابندی صرف "صاحب ترتیب" کے لئے ہے۔

معذور اور بیمار کی نماز

(۱) مرض کیسا ہی شدید ہو، نماز جہاں تک ہوسکے وقت پر ادا کرنا چاہیئے اگر نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کی سکت نہ ہو تو نہ سہی جو ارکان ادا کرنے کی طاقت ہو یا صرف اشارے ہی سے ادا کرنے کی طاقت ہو تب بھی نماز وقت پر ادا کرنا چاہیئے[1]

(۲) جہاں تک ممکن ہو کھڑے ہوکر نماز پڑھے اگر پوری نماز میں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو جتنی دیر تک کھڑا رہ سکتا ہو اتنی ہی دیر قیام کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی معذور یا مریض صرف تکبیر تحریمہ کہنے کے لیئے ہی کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ کھڑے ہوکر ہی تکبیر تحریمہ کہے اور پھر بیٹھ کر نماز پوری کرے، کھڑے ہونے کی قوت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

(۳) اگر کوئی کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے بالکل ہی معذور ہو یا کمزوری کی وجہ سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے

---

[1] فقہائے دین نے یہاں تک تاکید کی ہے، کہ اگر کوئی خاتون دردِ زہ کی تکلیف میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور خاتون کے ہوش وحواس قائم ہوں تو اُس کو چاہیئے کہ جس طرح بھی کھڑے یا بیٹھے نماز پڑھ سکے جلد پڑھ لے، اس لیئے کہ نفاس کا خون آنے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور نماز پڑھنے کی قدرت ہوتے ہوئے قضا کرنا گناہ ہے۔

سے چکر آتا ہو، یا کھڑے ہونے سے غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو، یا اگر کھڑا ہو بھی جائے تو رکوع اور سجود ادا کرنے کی سکت نہیں ہے تو ایسی تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۴) بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اگر ممکن ہو تو مسنون طریقے سے بیٹھے جس طرح "التحیات" پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں لیکن اس طرح بیٹھنا اگر ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح بسہولت بیٹھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھے، اگر رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہو تو اشاروں سے کام لے۔

(۵) اشاروں سے رکوع و سجود ادا کرنے میں آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے، سر سے اشارہ کرنا چاہیئے، رکوع میں کسی قدر کم سر جھکائے اور سجدے میں نسبتاً زیادہ جھکائے۔

(۶) اگر سجدہ کرنے کے لئے زمین تک پیشانی لے جانے کی طاقت نہ ہو تو صرف اشارہ کافی ہے، تکیہ وغیرہ کو پیشانی تک اُٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۷) اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو یا غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو، یا مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو، یا زخم کے ٹانکے وغیرہ کھلنے کا خطرہ ہو تو پھر لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ آدمی چت لیٹ کر قبلے کی طرف پیر کرے لیکن پیر پوری طرح نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر ذرا اونچا کرلے اور اشاروں سے رکوع و سجود کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر شمال کی جانب سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو جس طرح ممکن ہو ادا کرلے۔

(۸) اگر کسی مریض کی کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ اشاروں

سے نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو، تو پھر اُس وقت نماز نہ پڑھے، صحت مند ہونے پر اس کی قضا کرے، اور اگر یہی کیفیت پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک قائم رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ نمازیں معاف ہیں، اسی طرح اگر کمزوری کی وجہ سے غشی کی کیفیت طاری ہو، اور چھ نمازوں کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی تندرست آدمی پر یکایک بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے۔ اور بے ہوشی کی یہ کیفیت چھٹی نماز کے وقت رہے تو یہ نمازیں معاف ہیں ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

(۹) اگر کسی پر نماز کے دوران مرض کا حملہ ہو جائے، اور وہ کھڑے ہونے سے معذور ہو جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھنے سے بھی معذور ہو تو لیٹ کر پڑھے۔ رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہو تو اشاروں سے رکوع سجود کرے غرض باقی نماز جس طرح بھی پڑھ لینے کی قوت رکھتا ہو اسی طرح پڑھ لے۔

(۱۰) چلتی کشتی، جہاز، ریل وغیرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں اگر گرنے کا اندیشہ ہو یا چکر آنے اور متلی ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ جب تک کھڑے ہونے کی طاقت اور سہولت ہو، کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔

(۱۱) تندرستی کے دنوں میں کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور پھر وہ بیمار پڑ گیا تو ان نمازوں کی قضا پڑھنے کے لیئے اس کو بیماری سے اُٹھنے اور صحتیاب ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہیئے بلکہ بیماری کے دوران ہی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ممکن ہو ان کی قضا پڑھ لینی چاہیئے۔

(۱۴) اگر کسی بیمار آدمی کا بستر وغیرہ نجس ہو اور دوسرے بستر کا مہیا ہونا ممکن نہ ہو، یا بستر بدلنے میں غیر معمولی زحمت اور تکلیف ہو تو پھر نجس بستر پر ہی نماز پڑھ لینا درست ہے[1]

---

[1] بہشتی زیور۔

نمازِ قصر کا بیان

مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نماز مختصر کرے، یعنی جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے، خدا کا ارشاد ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ (النساء: ۱۰۱)

"اور جب تم لوگ زمین میں سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر تم نماز میں قصر کرو۔"

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یہ ایک صدقہ ہے جو خدا نے تم پر کیا ہے تمہیں چاہیئے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔[۱]

نمازِ قصر کا حکم

اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر کے لیے نمازِ قصر پڑھنا واجب ہے اگر پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔[۲]

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اور ابوبکرؓ اور

---

[۱] بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ۔

[۲] علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۳۰، درمختار وغیرہ۔

عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ سفروں میں رہا ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے دو رکعت فرض سے زیادہ نماز پڑھی ہو۔[1]"

قصر صرف ان نمازوں میں ہے جن میں چار رکعت فرض ہیں، جیسے ظہر، اور عصر اور عشاء، اور جن میں دو یا تین رکعتیں فرض ہیں ان میں کوئی کمی نہ ہوگی، فجر اور مغرب میں دو اور تین رکعتیں ہی پڑھنی ہوں گی۔

سفر میں سنت اور نفل کا حکم

نمازِ فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اور مغرب کی سنتوں کو بھی پڑھ لینا بہتر ہے، باقی اوقات کی سنتوں میں اختیار ہے، بہتر یہ ہے کہ اگر آدمی کا سفر جاری ہو تو صرف فرض پڑھے اور سنتیں چھوڑ دے اور اگر سفر کے دوران کہیں ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھ لے[2] البتہ وتر کی نماز بہرحال پڑھے، اس لیئے کہ نمازِ وتر واجب ہے، سنت، نفل، اور وتر کی رکعات میں قصر نہیں ہے جتنی رکعتیں حضر میں پڑھی جاتی ہیں اتنی ہی سفر میں بھی پڑھی جائیں گی۔

قصر کی مسافت

جب کوئی مسافر کسی ایسے مقام کا سفر کرنے کے لیئے نکلے جو اس کی بستی سے تین دن کی مسافت پر ہو تو اس پر قصر واجب ہے، تین دن کی مسافت اندازاً چھتیس میل ہے، اگر کوئی شخص درمیانی چال سے روزانہ صبح سے زوال تک چلے تو وہ تین دن میں

---

[1] بخاری، مسلم۔

[2] در مختار۔

چھتیس میل سے زیادہ نہ چل سکے گا۔ لہٰذا جو شخص بھی کم ازکم چھتیس میل[1] کے سفر پر گھر سے نکلے چاہے وہ پیدل سفر کر کے تین دن میں وہاں پہنچے یا تیز رفتار سواری کے ذریعے چند گھنٹوں میں پہنچے۔ بہر حال اس کے لیئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سفر کے دوران نمازِ قصر پڑھے[2]

---

[1] علم الفقہ، جلد دوم، صفحہ ۱۲۱، اور بہشتی زیور میں قصر کی مسافت ۴۸ میل بتائی گئی ہے۔

[2] مولانا مودودیؒ صاحب نے اس پر جو وضاحت فرمائی ہے اُس سے اس حقیقت پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے کہ شریعت کے نزدیک سفر کا مفہوم کیا ہے؟ کسی نے مولانا سے سوال کیا تھا:

"قصرِ صلوٰۃ انگریزی میلوں کے حساب سے کتنے لمبے سفر میں واجب ہے؟"

مولانا نے جواب میں لکھا:

"فقہاء کی آراء اس معاملے میں مختلف ہیں چنانچہ قصرِ صلوٰۃ کے لیے کم ازکم ۹ میل اور زیادہ سے زیادہ ۴۸ میل کا نصاب سفر مقرر کیا گیا ہے، اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں کوئی ارشاد منقول نہیں ہے، اور نص صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا گیا ہے ان کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر کے لیئے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک نقطۂ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگایا جاسکے شارع کا منشا نہیں ہے، شارع نے سفر کے مفہوم کو عرفِ عام پر چھوڑ دیا ہے اور یہ بات ہر شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ کب وہ سفر میں ہے اور کب وہ سفر میں نہیں ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۸ پر)

قصر شروع کرنے کا مقام

سفر پر روانہ ہونے کے بعد مسافر جب تک آبادی کے اندر رہے پوری نماز پڑھتا رہے اور جب آبادی سے باہر نکل جائے تو پھر قصر کرے بستی کا اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہو تو اس میں قصر نہ کرے، پوری نماز پڑھے، اور اگر آبادی سے باہر ہو تو پھر پوری نماز نہ پڑھے، بلکہ قصر کرے۔

قصر کی مدت

مسافر جب تک اپنے وطنِ اصلی کو نہ پہنچ جائے برابر قصر کرتا رہے البتہ دورانِ سفر اگر کسی مقام پر ۱۵ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے تو وہ مقام اس کا وطنِ اقامت[1] قرار پائے گا، اور وطنِ اقامت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، چاہے پندرہ دن قیام کی نیت کرنے کے بعد کسی وجہ سے وہاں پندرہ دن سے کم ہی قیام کر سکے، اور اگر کسی مقام پر ۱۵ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو لیکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۷ کا) ظاہر ہے کہ اگر ہم شہر سے تفریح کے لیے نکلتے ہیں یا گاؤں سے خرید و فروخت کے لیے شہر جاتے ہیں تو کبھی مسافر ہونے کا احساس ہمارے ذہن میں نہیں ہوتا، بخلاف اس کے جب واقعۃً سفر در پیش ہوتا ہے تو ہم مسافرت کی کیفیت خود محسوس کرتے ہیں اسی احساس کے مطابق قصر اور اتمام کیا جا سکتا ہے البتہ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شرعی معاملات میں صرف اس شخص کا فتوائے قلب معتبر ہے جو شریعت کی پابندی کا ارادہ رکھتا ہو نہ کہ بہانہ بازی کا۔"

(رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۱۶۷)

[1] دیکھئے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۵۴۔

کسی وجہ سے وہاں بار بار رُک جانا پڑے اور اس طرح مہینوں گزر جائیں، تب بھی وہ وطنِ اقامت قرار نہ پائے گا اور وہاں قصر ہی کرتا رہے گا۔

قصر کے متفرق مسائل

① اگر سفر کے دوران کسی وقت بھولے سے چار رکعت نماز پڑھی لیکن اس طرح کہ دوسری رکعت میں بیٹھ کر "التحیات" پڑھ لی ہے تو سجدۂ سہو کرلے۔ اس صورت میں دو رکعت فرض ہوں گے اور دو رکعت نفل ہوں گے۔ اور یہ نماز درست ہوجائے گی، اور اگر دوسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات نہ پڑھی تو پھر یہ چاروں رکعتیں نفل قرار پائیں گی اور نمازِ قصر دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

② سفر کے دوران اگر کئی مقامات پر ٹھہرنے کا ارادہ ہو، کہیں پانچ دن، کہیں بارہ دن لیکن کسی مقام پر بھی پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے تو پورے سفر میں قصر کرنا ہوگا۔

③ اگر شادی کے بعد کوئی خاتون مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی یعنی شوہر کے گھر مستقل قیام رہنے لگا ہے تو اس کا وطنِ اصلی اب وہ مقام ہے جہاں وہ شوہر کے ساتھ رہتی ہے، اب اگر وہ وہاں سے سفر کرکے میکے آئے اور یہ مقام اس کے وطنِ اصلی سے کم از کم چھتیس میل کے فاصلے پر ہو تو اس کو میکے میں قصر کرنا ہوگا۔ ہاں اگر سسرال میں چند یوم کے لیے گئی ہے اور میکے ہی میں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ ہے تو پھر اس کا وطنِ اصلی وہی رہے گا جو شادی سے پہلے تھا۔

④ اگر کوئی خاتون اپنے شوہر کے ساتھ سفر کر رہی ہو یا کوئی

ملازم اپنے آقا کے ساتھ سفر کر رہا ہو یا کوئی لڑکا اپنے والد کے ساتھ سفر کر رہا ہو یعنی سفر کرنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو اس سفر میں دوسرے کا تابع اور پابند ہو، تو اس تابع کی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اِس صورت میں اگر وہ خاتون یا ملازم وغیرہ پندرہ دن سے زیادہ کی نیت بھی کرلیں تب بھی مقیم قرار نہ پائیں گے جب تک کہ خاتون کا شوہر اور ملازم کا آقا، پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ کرے۔

(۵) مقیم لوگ مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، مسافر امام کو چاہیئے کہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد اپنے مسافر ہونے کا اعلان کر دے تاکہ مقیم مقتدی اپنی باقی دو رکعتیں پڑھ لیں۔

(۶) اور مسافر کے لیئے مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اس صورت میں وہ امام کی اتباع میں پوری چار رکعت فرض پڑھے گا یعنی قصر نہ کرے گا۔

(۷) اگر کسی نے ابھی قیام کے بارے میں کوئی نیت ہی نہیں کی تھی، یا پندرہ دن سے کم کی نیت کی تھی، لیکن نماز کے دوران ہی پندرہ دن یا اِس سے زیادہ قیام کرنے کی نیت کرلی تو اب یہ شخص یہ نماز بھی پوری پڑھے، قصر نہ پڑھے۔

(۸) سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں گھر پہنچنے کے بعد اس کی قضا دو ہی رکعت پڑھے، یعنی قصر کی قضا کرے تو قصر پڑھے، اور اگر حالتِ اقامت میں کچھ نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور پھر فوراً سفر کرنا پڑے تو سفر کے دوران چار ہی رکعت قضا پڑھے قصر نہ کرے۔

سفر میں جمع بین الصلاتین

سفر حج کے دوران جمع بین الصلاتین یعنی دو وقت کی نمازوں کو اکٹھا پڑھنا مسنون ہے۔ ۹ ذوالحج کو میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اذان ایک بار کہی جاتی ہے اور اقامت دونوں نمازوں کے لیئے الگ الگ ہوتی ہے[1] اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشار کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں نماز مغرب پڑھ لے تو نماز درست نہ ہوگی اس کو دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی۔

سفر حج کے علاوہ کسی دوسرے سفر میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں، البتہ جمع صوری جائز ہے۔ جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ پہلی نماز کو مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے، اسی طرح بظاہر تو یہ معلوم ہو گا کہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھی گئیں لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی گئیں[2]

---

[1] چونکہ عصر کی نماز مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے اس لیئے لوگوں کو اطلاع دینے کے لیئے عصر کی اقامت الگ سے کہی جاتی ہے۔ (علم الفقہ)

[2] اہل حدیث کے نزدیک ہر سفر میں جمع بین الصلاتین جائز ہے نہ صرف جمع صوری جائز ہے، جمع حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ دو وقتوں کی نمازیں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھی جائیں، اور اس کی (باقی حاشیہ صفحہ ۳۸۲ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۱ کا) دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ دوسری نماز کو وقت سے پہلے ہی نماز کے وقت میں ایک ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً زوال کے بعد ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز کے ساتھ ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھ لی جائے، اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازیں ملا کر ایک ساتھ پڑھ لی جائیں، مثلاً ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے عصر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھ لیا جائے اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں، اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ جمع صوری بھی جائز ہے جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی، حسب ضرورت مسافر کو جس میں سہولت ہو اس پر عمل کرے۔ خواہ سفر جاری ہو یا کسی مقام پر قیام کر لیا ہو۔ یہ ساری صورتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ

"اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں گھر ہی پر سورج ڈھل جاتا تو آپؐ پہلے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے اور اگر گھر پر سورج نہ ڈھلتا تو آپؐ چل پڑتے اور جب عصر کا وقت آجاتا تو اُتر کر ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے، اسی طرح جب روانہ ہونے سے پہلے گھر پر ہی غروب ہو جاتا تو آپؐ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھ کر چلتے اور اگر گھر پر سورج غروب نہ ہوتا تو آپؐ روانہ ہو جاتے، اور جب عشاء کا وقت ہوتا تو اُتر کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھ لیتے۔"

(مسند احمد)

اور معاذ بن جبلؓ غزوۂ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں آفتاب کے ڈھلنے سے پہلے اگر کوچ فرماتے تو ظہر کی نماز کو مؤخر فرماتے اور (باقی حاشیہ صفحہ ۳۸۳ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۲ کا) عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے، اور جب آفتاب ڈھلنے کے بعد کوچ فرماتے تو ظہر ہی کے وقت میں ظہر اور عصر کو ملا کر ایک ساتھ پڑھ لیتے پھر چلتے اور جب آفتاب غروب ہونے سے پہلے روانہ ہوتے تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھتے اور اگر سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہوتے تو عشاء کو مغرب کی نماز کے ساتھ ہی ملا کر پڑھ لیتے" (ترمذی)

نمازِ جمعہ کا بیان

یوم جمعہ کی فضیلت

جمعہ کا دن خُدا کے نزدیک تمام دنوں میں افضل اور ممتاز ہے اس میں خدا نے چھ ایسی امتیازی خوبیاں جمع فرما دی ہیں، جو اور کسی دن میں نہیں ہیں اور اسی لیئے اِس کو جمعہ کہتے ہیں پہلی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس دن مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے وہ کسی مرکزی مقام پر ذکر اللہ کے لیئے جمع ہوتے ہیں اور ایک عظیم جماعت بنا کر نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں، اسی لیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا ہے[1] زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب اس دن کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے، اِسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا، جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے، یہود کے یہاں ہفتہ کا دن عبادت کے لیئے مخصوص تھا۔ کیونکہ اسی دن خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی

---

[1] ایک بار جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانو! یہ وہ دن ہے جس کو خدا نے تمہارے لیئے عید کا دن قرار دیا ہے لہٰذا تم اس دن غسل کرو۔ اور جسکو خوشبو میسر ہو تو کیا حرج ہے اگر وہ اسکو استعمال کرے اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو۔ (مؤطا، ابن ماجہ)

تھی۔ عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے ممیز کرنے کے لیے اتوار کا دن از خود مقرر کر لیا۔ اگرچہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا نہ انجیل ہی میں کہیں اس کا ذکر ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے ایک سرکاری حکم کے ذریعہ سے اسی کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔ اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممتاز کرنے کے لیے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لیے اختیار کیا۔ اور اسی بنا پر اس کو مسلمانوں کی عید کا دن کہتے ہیں، اس کے علاوہ پانچ دوسری خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"جمعہ کا دن سارے دنوں میں افضل اور ممتاز ہے، خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ تمام دنوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ اس کا مرتبہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ ہے، اس دن میں پانچ ایسی خصوصیات ہیں (جو اور دنوں میں نہیں ہیں)"

۱۔ اسی دن خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا۔

۲۔ اسی دن خدا نے آدمؑ کو زمین پر (خلیفہ بنا کر) اتارا۔

۳۔ اسی دن ان کی وفات ہوئی۔

۴۔ اسی دن میں ایک ایسی مقبول گھڑی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں اپنے خدا سے جو حلال اور پاکیزہ چیز مانگتا ہے وہ ضرور اس کو عطا کر دی جاتی ہے۔

۵۔ اور اسی دن قیامت آئے گی۔ خدا کے مقرب فرشتے

آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ، دریا، کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو یوم جمعہ سے لرزتے اور ڈرتے نہ ہوں[1]

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"دنیا میں ہماری آمد کا زمانہ سب کے بعد ہے لیکن قیامت کے روز ہم سب سے آگے (جنت میں) جانے والے ہیں۔ اہل یہود و نصاریٰ کو ہم سے پہلے کتاب ہدایت دی گئی تھی، اور ہمیں بعد میں دی گئی۔ اور ان سب پر تعظیم جمعہ فرض کی گئی تھی، لیکن ان لوگوں نے اس میں اختلاف کیا، اور خدا نے ہمیں (اس پر قائم رہنے کی توفیق بخشی لہذا یہ سب ہی ہم سے پیچھے ہیں یہود کل کے دن (سینچر) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ پرسوں کے دن (اتوار) کی تعظیم کرتے ہیں[2]"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا اہتمام جمعرات ہی سے شروع کر دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے:

"جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے[3]"

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"یوم جمعہ کے فیوض و برکات سے درحقیقت وہی مومن مالا مال ہوتا ہے جو اس کے انتظار میں گھڑیاں

---

[1] ابن ماجہ

[2] بخاری، مسلم۔

[3] مشکوٰۃ۔

گنتا رہتا ہے اور وہ غفلت شعار تو انتہائی بدنصیب ہے
جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ کب جمعہ آیا اور وہ صبح کو لوگوں
سے یہ پوچھے کہ آج کون سا دن ہے[1]

نمازِ جمعہ کی فرضیت

جمعہ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے قبل مکہ معظمہ ہی میں آگیا تھا۔ لیکن مکہ معظمہ کے سنگین حالات میں یہ ممکن نہ تھا کہ مسلمان کوئی اجتماعی عبادت کر سکیں اس لیئے آپؐ وہاں اس حکم پر عمل نہ کر سکے، البتہ جو لوگ آپؐ سے پہلے ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے تھے ان کے سردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کو آپؐ نے تحریری حکمنامہ لکھا۔

فَإِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهِ عِنْدَ الزَّوَالِ
مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَقَرَّبُوا إِلَى اللهِ تَعَالَى بِرَكْعَتَيْنِ۔

"جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے
تو دو رکعت نماز پڑھ کر خدا کے حضور تقرب حاصل کرو۔"

یہ حکمنامہ پاکر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بارہ افراد کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا[2]

اور حضرت کعب ابن مالکؓ اور ابن سیرینؒ کا بیان یہ ہے کہ اس سے بھی پہلے مدینے کے انصار نے بطور خود ہی آپس کے مشورے سے یہ فیصلہ طے کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن مل کر اجتماعی عبادت کریں گے۔ اور اس غرض کے لیئے انہوں نے یہودیوں کے یوم سبت اور عیسائیوں کے اتوار کو چھوڑ کر یوم جمعہ کا انتخاب کیا

---

[1] احیاء العلوم۔
[2] دار قطنی۔

اور مدینہ میں پہلا جمعہ اسعد بن زرارہؓ نے بیاضہ کے علاقہ میں ۴۰ افراد کے ساتھ ادا کیا۔[1]

پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو راہ میں چار دن قبا کے مقام پر قیام فرمایا اور پانچویں روز جمعہ کے دن وہاں سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور آپ نے وہیں پہلا جمعہ ادا فرمایا۔[2]

نمازِ جمعہ کا حکم اور فضیلت و اہمیت

جمعہ کی نماز فرض عین ہے، قرآن و سنت اور اجماعِ اُمت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے، نیز شعائرِ اسلامی میں اس کا عظیم مرتبہ ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر محض سستی اور لاپرواہی سے اس کو چھوڑے وہ فاسق ہے، قرآن میں ہدایت ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (الجمعہ: ۹)

"مومنو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لیے دوڑ جایا کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو۔"

ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز ہے اور ذکر اللہ کے لیے دوڑنے

---

[1] مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ۔

[2] ابن ہشام۔

سے مراد اہتمام اور توجہ کے ساتھ جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کی ہے، اور اس غیر معمولی تاکید کی حکمت یہ ہے کہ دوسری عام نمازیں تو جماعت کے بغیر پڑھی جاسکتی ہیں وقت نکل جائے تو قضا بھی پڑھی جاسکتی ہیں لیکن نمازِ جمعہ نہ تو بغیر جماعت پڑھی جاسکتی ہے اور نہ وقت نکل جانے کے بعد اس کی قضا ہوسکتی ہے، اس لئے اذان سننے کے بعد یہ ہرگز جائز نہیں کہ "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کا مخاطب" خرید و فروخت میں لگا رہے یا کسی اور مشغولیت کی طرف توجہ دے، حقیقت یہ ہے کہ ان چند لمحوں میں خدا کے حضور سجود و قیام کرنے اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے کا لازوال فائدہ دنیوی مصروفیات اور کاروبار کے قلیل اور ناپائیدار فائدے سے کہیں زیادہ ہے بشرطیکہ آدمی علم و شعور سے کام لے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جمعہ کی نمازِ باجماعت ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے غلام، عورت، بچے اور بیمار کے"[1]

"جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر نمازِ جمعہ لازم ہے پھر جو کسی کھیل تماشے یا کاروباری مصروفیت کی خاطر اس سے بے پروائی برتے تو خدا اس سے بے نیازی برتے گا اور وہ پاک بے نیاز ہے"[2]

"جو کوئی کسی معذوری اور ضرورت کے بغیر نمازِ جمعہ چھوڑ دے، اس کا نام منافق کی حیثیت سے

---

[1] ابوداؤد۔

[2] دارقطنی

اِس کتاب[1] میں لکھ دیا جائے گا جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔[2]

اور ارشاد فرمایا:

"میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیئے کھڑا کر جاؤں، اور خود جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز میں آنے کے بجائے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔"[3]

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرمؐ کو ممبر پر یہ فرماتے سُنا:

"لوگوں کو چاہیئے کہ وہ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ خدا ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔"[4]

اور فرمایا:

"جس نے جمعہ کی اذان سُنی اور پھر نماز کے لیئے نہیں آیا، پھر دوسرے جمعہ کو سُنی اور نہیں آیا اِسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا اس کے دل پر مہر لگا دی

---

[1] اس کتاب سے مُراد لوحِ محفوظ ہے، یعنی یہ کتاب انسان کی دسترس سے باہر ہے اس کا لکھا وہی مٹا اور بدل سکتا ہے جو اس کا لکھنے والا ہے۔

[2] مشکوٰۃ کتاب الجمعہ۔

[3] صحیح مسلم۔

[4] صحیح مسلم۔

جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔"[1]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں :

"جمعہ قرآن و سنت کی رو سے فرض ہے اور اس کی فرضیت پر اُمت کا اجماع ہے۔"[2]

"جمعہ ایک ایسا فرض ہے جس کی فرضیت کو محکم کرنے والی چیز قرآن و سنت ہے اور جو شخص اس کا منکر ہو اس کے کفر پر امت کا اجماع ہے۔"[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :

"جس غفلت شعار نے مسلسل کئی جمعے ترک کر دیئے اس نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا۔"[4]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے :

"جو شخص جمعہ کے دن نہایا دھویا، اور اپنے بس بھر اس نے طہارت و نظافت کا پورا پورا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل لگایا، خوشبو لگائی اور دوپہر ڈھلتے ہی اول وقت مسجد میں جا پہنچا اور دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے نہیں ہٹایا (یعنی ان کے سروں اور کندھوں پر سے پھاندنے، صفوں کو چیر کر گزرنے، یا دو بیٹھے ہوئے

---

[1] طبرانی۔

[2] مشکوٰۃ کتاب الجمعہ۔

[3] صحیح مسلم۔

[4] صحیح مسلم۔

نمازیوں کے بیچ میں جا بیٹھنے کی غلطی نہیں کی بلکہ جہاں جگہ ملی وہیں خاموشی سے بیٹھ گیا) اور نماز سنت وغیرہ ادا کی جو بھی خدا نے اس کے حصے میں لکھ دی تھی، پھر جب خطیب ممبر پر آیا تو خاموش (بیٹھا خطبہ سنتا) رہا تو ایسے شخص کے وہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے، جو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے[1]"

اور حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جمعہ میں آنے والے کے تین کردار ہیں:

۱۔ ایک وہ جو آکر فضول باتوں میں لگ جاتا ہے۔ اس کے حصے میں ان فضول باتوں کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔

۲۔ دوسرا وہ جو آکر خدا سے دعائیں کرتا ہے، اگر خدا چاہے گا تو اس کی دعائیں قبول فرمائے گا۔ اور نہ چاہے گا تو قبول نہ فرمائے گا۔

۳۔ تیسرا وہ جو آکر نہایت سکون اور خاموشی کیساتھ بیٹھ جاتا ہے نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو دکھ پہنچاتا ہے تو اس شخص کا یہ حسن عمل آئندہ جمعہ تک کی کوتاہیوں کے لیئے اور مزید تین دن کی کوتاہیوں کے لیئے کفارہ ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے[2]:

---

[1] بخاری۔

[2] ابوداؤد۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا
"جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کے لیئے دس گنا اجر ہے"

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ "جو کوئی جمعے کے دن خوب اچھی طرح غسل کرے اور سویرے ہی مسجد میں پیدل چل کر پہنچ جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر سکون کے ساتھ خطبہ سنے اور خطبہ کے دوران کوئی لغو کام نہ کرے تو ایسے شخص کو ہر قدم کے صلے میں ایک سال کی عبادت کا اجر و ثواب ملے گا ـــــ ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔[1]"

نمازِ جمعہ کی شرطیں

نمازِ جمعہ صحیح اور واجب ہونے کے لیئے شریعت نے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں، اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو جمعہ واجب نہ ہو گا۔ ان شرطوں کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو ایسی ہیں جو نماز کی ذات میں پائی جانی ضروری ہیں، ان کو شرائطِ وجوب کہتے ہیں، کچھ شرطیں ایسی ہیں جن کا وجود خارج میں پایا جانا ضروری ہے۔ ان کو شرائطِ صحت کہتے ہیں۔

شرائطِ وجوب

نمازِ جمعہ واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

---

[1] جامع ترمذی۔

(۱) مرد ہونا، عورت پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔
(۲) آزاد ہونا، غلام پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔
(۳) بالغ ہونا اور عاقل ہونا، بچے اور مجنون پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔
(۴) مقیم ہونا، مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔
(۵) صحیح اور تندرست ہونا۔ بیمار اور معذور پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

بیمار سے مراد ایسا بیمار ہے جو جامع مسجد تک نہ جا سکتا ہو، رہا وہ معمولی بیمار جو چل پھر سکتا ہو اور جامع مسجد تک پہنچنے کی سکت رکھتا ہو تو اس پر جمعہ واجب ہے۔

معذور دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ ایک وہ جس کی ذات میں کوئی عذر ہو مثلاً اپاہج ہو۔ نابینا ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے مسجد تک نہ جا سکتا ہو، دوسرا معذور وہ ہے جس کو خارج سے کوئی عذر لاحق ہو گیا ہو مثلاً طوفانی بارش ہو رہی ہو، یا راستے میں کوئی موذی جانور ہو یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔

شرائطِ وجوب نہ پائے جانے کی صورت میں نمازِ جمعہ کا حکم

نماز جمعہ واجب تو اسی شخص پر ہوگی جس میں یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں، یعنی صرف اسی عاقل بالغ آزاد مرد پر نماز جمعہ واجب ہوگی۔ جو صحت مند اور مقیم ہو لیکن کوئی ایسا شخص جس میں یہ ساری شرطیں یا کچھ شرطیں نہ پائی جائیں وہ اگر نماز جمعہ پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوگی یعنی اس کو نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد نمازِ ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ مثلاً کوئی خاتون مسجد میں جا کر نماز جمعہ پڑھ لے تو ان کی نمازِ جمعہ درست ہوگی اور پھر ان کو ظہر کی نماز

پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

شرائطِ صحت

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ اگر یہ پانچ شرطیں پوری نہ ہوں تو نمازِ جمعہ درست نہ ہوگی اور ان شرائط کے بغیر اگر کچھ لوگ نمازِ جمعہ پڑھیں گے تو ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ظہر کی نماز پڑھیں، شرائطِ صحت یہ ہیں:

(۱) مصرِ جامع۔
(۲) وقتِ ظہر۔
(۳) خطبہ۔
(۴) جماعت۔
(۵) اذنِ عام۔

اور اگر اسلامی حکومت ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ مسلمان حکمران خود یا اس کا کوئی مقرر کردہ نائب قیامِ جمعہ کا نظم کرے۔

شرائطِ جمعہ کی توضیح

(۱) مصرِ جامع

جنگل، دیہات اور عارضی قیام گاہوں میں نمازِ جمعہ درست نہیں۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے:

"جمعہ اور عیدین کی نمازیں مصرِ جامع کے سوا کسی دوسری جگہ درست نہیں[1]

---

[1] مصنف عبدالرزاق۔

مصرِ جامع سے مراد ہر وہ شہر یا بڑی بستی ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں، کہ اگر وہ سب اس بستی کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس میں اُن سب کے لیے گنجائش نہ ہو[1]

---

[1] مصرِ جامع کی تعریف عام طور پر حنفی فقہاء نے یہی کی ہے، لیکن اس کے علاوہ بہت سی تعریفیں منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار ہو وہ مصر ہے یا مصر وہ ہے جہاں ہر پیشہ کا آدمی اپنے پیشے سے بسراوقات کرسکتا ہو، یا یہ کہ امامِ وقت جس مقام کو مصر قرار دے اور اقامتِ جمعہ کا حکم کرے وہی مصر ہے، یا یہ کہ مصر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں بازار اور سڑکیں اور محلے ہوں اور کوئی حاکم ایسا ہو جو ظالم سے مظلوم کا انصاف لے اور کوئی عالم ایسا ہو جس کی طرف مسائل میں رجوع کیا جاسکے، اس کے علاوہ بھی فقہاء سے بہت سی تعریفیں منقول ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصرِ جامع کا کوئی ایک واضح اور متعین مصداق نہیں ہے کہ دو ٹوک انداز میں یہ فیصلہ دیا جاسکے کہ نمازِ جمعہ صرف شہر میں پڑھی جاسکتی ہے گاؤں میں پڑھنا جائز نہیں۔ دراصل فقہاء نے مصرِ جامع کی شرط کے اصل مقصود ہی کو اہمیت دی ہے اور اس مقصود کو اپنے اپنے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس میں دو باتیں خاص طور پر فقہاء نے ملحوظ رکھی ہیں، ایک یہ کہ نمازِ جمعہ چونکہ نہایت مؤکد اور اہم فرض ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ مسلمان اس کو ادا کرنے کے لیے جمع ہوں، اور اس عظیم فریضہ کی سعادت سے حتی القدور کوئی محروم نہ رہے، دوسرے یہ کہ نمازِ جمعہ لوگ منتشر طور پر الگ الگ بستیوں میں ادا نہ کریں بلکہ کسی ایک مرکزی مقام پر ادا کریں جہاں مسلمانوں کا بڑے سے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۷ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۶ کا) بڑا اجتماع ہو سکے۔ مولانا مودودیؒ مصر جامع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے جہاں تک احکام پر غور کیا ہے اس سے مجھے شریعت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کو منتشر طور پر چھوٹے چھوٹے قریوں میں الگ الگ ادا کرنا مقاصد جمعہ کے لئے مفید نہیں، اس لئے شارعؑ نے حکم دیا کہ جمعہ "مصر جامع" میں کیا جائے، مصر جامع کا لفظ خود اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس سے مراد کوئی ایسی بستی ہے جو چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو یکجا کرنے والی، یا جامع الجماعات ہو، یعنی جہاں بہت سی چھوٹی بستیوں کے لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ ادا کریں، اس غرض کے لئے دو کانوں اور بازاروں اور آبادی کی تعداد اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو مصر کی جامعیت میں کوئی دخل نہیں ہے، نہ اقامت جمعہ سے ان اجزائے مصر کا براہ راست کوئی تعلق ہے کہ جمعہ کی نماز اپنی صحت کے لئے بازار اور بہت سی دکانیں مانگتی ہو، اس کے لئے صرف ایک ایسی بستی کی ضرورت ہے، جو مرکزی حیثیت رکھتی ہو تاکہ اطراف کے منتشر مسلمان وہاں مجتمع ہو جائیں، اگر کوئی بڑا شہر موجود ہے جسے تمدن نے خود ہی ایک مرکزی حیثیت دے رکھی ہو تو بہت اچھا ورنہ امام وقت جس بستی کو مناسب سمجھے "مصر جامع" قرار دے کر اطراف کے لوگوں کو وہاں جمع ہونے کا حکم دے سکتا ہے چنانچہ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

وَلَوْ مَصَّرَ الْاِمَامُ مَوْضِعًا وَاَمَرَهُمْ بِالْاِقَامَةِ فِيْهِ جَازَ وَلَوْ مَنَعَ اَهْلَ مِصْرَ اَنْ يَجْمَعُوْا لَمْ يَجْمَعُوْا۔

"اگر امام کسی جگہ کو مصر ٹھہرائے اور لوگوں کو وہاں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے تو وہاں نماز جائز ہے اور اگر کسی مقام کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے سے منع کر دے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۸ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۷ کا) تو ان کو قائم نہ کرنا چاہیئے" (جلد اول صفحہ ۴۰۹)

لیکن اگر امام موجود نہ ہو تو جس طرح مسلمانوں کی تراضی سے جمعہ قائم ہو سکتا ہے اور جس طرح ان کی تراضی سے قاضی مقرر ہو سکتا ہے اسی طرح ان کی تراضی امام کی قائم مقام بن کر کسی بستی کو "مصرِ جامع" بھی ٹھہرا سکتی ہے۔ پھر ایک نہایت ہی معقول اور عملی تجویز پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے مصر کی جو تعریف کی ہے اس کو اختیار کرنے سے اکثر و بیشتر دیہاتی مسلمانوں کے لیئے بلکہ خانہ بدوش مسلمانوں کے لیئے بھی صحیح شرعی طریقے پر جمعہ ادا کرنا ممکن ہو جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دیہی علاقوں کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کیا جائے جن کا دور مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ۴-۵ میل سے لے کر ۸-۹ میل تک ہو ان حلقوں میں ایک مرکزی مقام کو مسلمان باشندوں کی باہمی رضامندی سے مصرِ جامع قرار دیا جائے، اور گرد و پیش کے دیہات کو توابعِ مصر قرار دے کر اعلان کر دیا جائے کہ اس کے مسلمان باشندے وہاں آکر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ یہ نظام نہ صرف احادیثِ صحیحہ کی رُو سے درست ہوگا بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے بھی خلاف نہ ہوگا۔ فقہا نے توابعِ مصر کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ بعض لوگوں نے توابعِ مصر کی حد نو میل مقرر کی ہے بعض نے دو میل، بعض نے چھ میل اور بعض کہتے ہیں کہ "جس مقام سے مصر میں آکر نماز ادا کرنے کے بعد آدمی رات ہونے سے پہلے پہلے اپنے گھر پہنچ سکے وہ توابعِ مصر میں شمار ہوگا۔ صاحب بدائع نے اسی آخری تعریف کو پسند کیا ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ الجمعۃ (باقی حاشیہ صفحہ ۳۹۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۸ کا)

على من آواه الليل الى اهله۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ اس پر فرض ہے جو نمازِ جمعہ پڑھ کر رات سے پہلے اپنے گھر پہنچ سکے۔"

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم و العوالى۔

"لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے۔"

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا هل عسى ان يتخذ الصبة من الغنم على راس ميل او ميلين فتعذر عليه الكلاء فيرتفع ثم تجئ الجمعة فلا يجئ ولا يشهدها (ثلاثا) حتى يطبع على قلبه۔

"حضورؐ نے فرمایا کہ سنو! تم میں سے ایک شخص بکریوں کا ریوڑ لیے ہوئے چارے کی تلاش میں تو میل دو میل چلا جائے مگر جب جمعہ آئے تو اس میں شریک ہونے کے لیے یہاں نہ آئے (یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا۔ پھر فرمایا) ایسے شخص کے دل پر مہر لگائی جائے گی۔"

ان احادیث اور فقہا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ توابع مصر کی حد چھ سات میل یا اس کے قریب قریب ہے، جہاں کے باشندے نماز پڑھ کر شام تک اپنے گھر پہنچ سکیں۔ اس حد کے اندر رہنے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۰ پر)

دیہات میں جمعہ کی نماز

مصرِ جامع کی اس شرط کو نظر انداز کر کے ہر ہر چھوٹی بستی اور ہر چھوٹے بڑے دیہات میں جگہ جگہ منتشر طور پر نمازِ جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں [1] بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مل جل کر آپس کی رضامندی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۹ کا) والے تمام مسلمانوں پر خواہ وہ مستقل دیہات میں رہتے ہوں یا خانہ بدوش ہوں، مصرِ جامع میں حاضر ہو کر نمازِ جمعہ ادا کرنا فرض ہے جیسا کہ ابن ہمام نے فتح میں لکھا ہے:

وَمَنْ كَانَ من مكان من توابع المصر فحكمه حكم اهل المصر فى وجوب الجمعة عليه بان ياتى المصر فيصليها فيه۔ (جلد اول صفحہ ۴۱۱)

"اور جو شخص توابع مصر میں سے کسی جگہ ہو اس کے لیے خود اہلِ مصر کی طرح جمعہ واجب ہے اسے مصر میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنی چاہیئے۔"

[1] اہلِ حدیث کے نزدیک شہر یا بڑی بستی کی کوئی قید نہیں ہے جہاں بھی جماعت کے لیے چند آدمی موجود ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بحرین سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مکتوب بھیج کر دریافت فرمایا کہ بحرین میں جمعہ پڑھا جائے یا نہیں امیر المومنینؓ نے جواب میں لکھا، جَمِّعُوْا حَيْثُمَا كُنْتُمْ "تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھو" (ابن خزیمہ) اور یہ کہ علامہ ابن حزم محلی میں فرماتے ہیں ــــــ گاؤں میں جمعہ صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کی شکل میں الگ الگ بسا ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے بنی مالک (باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۱ پر)

اور مشورے سے کسی ایک مرکزی بستی کو نماز جمعہ کے لیے مقرر کریں اور آس پاس کے دیہاتوں اور بستیوں سے مسلمان وہاں جمع ہو کر نماز جمعہ ادا کریں۔

علامہ ابنِ ہمام فرماتے ہیں:

"اور جو شخص شہر کے مضافات کا رہنے والا ہو اس پر بھی اہلِ مصر کی طرح جمعہ فرض ہے اور لازم ہے کہ وہ وہاں جا کر نماز پڑھے"[1]

مضافاتِ شہر سے آس پاس کی وہ بستیاں مراد ہیں جہاں سے نماز جمعہ میں شریک ہونے والے، رات آنے سے پہلے پہلے اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس پہنچ سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جمعہ اس پر فرض ہے جو رات تک اپنے بال بچوں تک پہنچ سکتا ہو"[2]

اور حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ:

"لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں اور مدینے کے مضافات سے نمازِ جمعہ کے لیے آیا کرتے تھے، گرد سے اٹے ہوئے اور پسینہ بہہ رہا ہوتا، ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ ان لوگوں میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۰ کا) بنی بیاضہ میں مسجد تعمیر کرائی اور اسی بستی میں نماز جمعہ پڑھی جو نہ تو کوئی بڑا گاؤں تھا اور نہ شہر تھا۔ (اسلامی تعلیم بحوالہ عون المعبود شرح ابی داؤد)

[1] فتح القدیر جلد ۱، صفحہ ۴۱۴۔

[2] ترمذی۔

ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ نے فرمایا کیا بہتر ہوتا کہ تم آج کے دن غسل کر لیا کرتے[1]

(۲) وقت ظہر

ظہر کے وقت سے پہلے بھی نمازِ جمعہ درست نہیں اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد بھی درست نہیں، اور اگر نماز جمعہ پڑھنے کے دوران میں ظہر کا وقت جاتا رہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ چاہے قعدۂ اخیرہ بھی تشہد کے بقدر کیا جا چکا ہو — اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا بھی نہیں ہے۔

(۳) خطبہ

نماز جمعہ سے پہلے وقت کے اندر خطبہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اگر وقت ہونے سے پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر خطبہ نماز کے بعد پڑھا گیا تب بھی نماز نہ ہوگی[2]

(۴) جماعت

خطبہ شروع ہونے کے وقت سے اختتام نماز تک امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی موجود رہیں اور یہ تینوں آدمی وہ ہوں جو امامت کر سکیں۔ اگر عورت یا نابالغ لڑکے ہی ہوں تو نماز نہ ہوگی[3]

---

[1] بخاری۔

[2] علم الفقہ۔ جلد ۲، صفحہ ۱۴۷۔

[3] ہدایہ میں ہے:

لَا یَجُوْزُ اِقَامَتُہَا اِلَّا لِلسُّلْطَانِ اَوْ لِمَنْ اَمَرَہُ السُّلْطَانُ۔

"جمعہ کی نماز اقامت سلطان یا سلطان کے مامور کردہ کسی نمائندے کے بغیر جائز نہیں۔"

⑤ اذنِ عام

یعنی ایسی عام جگہ پر علی الاعلان نماز پڑھی جائے جہاں ہر ایک کو آنے اور نماز پڑھنے کی کھلی اجازت ہو اور کسی کے لیے بھی کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو، اگر کسی ایسے مقام پر نمازِ جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا وہاں کے دروازے بند کرکے نماز پڑھی جائے تو نمازِ جمعہ درست نہ ہوگی مثلاً کوئی رئیس اپنی کوٹھی میں نماز جمعہ کا نظم کرے لیکن وہاں عام لوگوں کو پہنچنے کی اجازت نہ ہو تو نماز نہ ہوگی۔

نمازِ جمعہ کے لیے مسلمان حکمران کی شرط

فقہ کی کتابوں میں قیامِ جمعہ کے لیے سلطان کی شرط بھی ہے۔ یعنی مسلمان حکمران خود یا اس کا کوئی نمائندہ جمعہ قائم کرے، اس شرط کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان حکمران کے فرائض میں ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ نماز جمعہ کی اقامت کا اہتمام کرے اور اس عظیم اجتماع میں نگرانی کا نظم قائم کرنے تاکہ امن وامان قائم رہے اور کوئی ہنگامہ نہ ہو، رہے وہ ممالک جہاں غیر مسلم برسرِ اقتدار ہیں تو وہاں اس شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مسلمانوں سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا، بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ مل جل کر باہمی رضامندی سے نماز جمعہ پڑھیں، فقہاء نے اس شرط کی یہی حیثیت سمجھی ہے اور واضح طور پر یہی فتویٰ دیا ہے کہ جن ممالک میں غیر مسلم حکمران مسلط ہیں وہاں مسلمانوں کو خود نماز جمعہ کا اہتمام کرنا چاہیئے[1]

---

[1] فقہ کی مشہور کتاب شامی میں ہے:

• وَامَّا فِی بِلَادٍ عَلَیْهَا وُلَاةٌ کُفَّارٌ فَیَجُوْزُ (باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۴ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۳ کا)

لِلْمُسْلِمِیْنَ اقامۃ الجُمَع وَالاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین وَیَجِبُ عَلَیْهِم طلب وَالٍ مسلم۔

"رہے وہ ممالک جہاں کافر حکمران مسلط ہیں تو انہیں مسلمانوں کے لیئے درست ہے کہ وہ جمعہ اور عیدین کا بطور خود اہتمام کریں، اور وہاں مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جو قاضی بنا یا جائے وہ ان کا قاضی ہوگا اور ان پر مسلم حکمران کی طلب اور اس کے لیئے جدو جہد واجب ہے۔"

اور مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے تو نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ جن ملکوں میں غیر مسلم حکومتیں قائم ہو جائیں وہاں کے مسلمانوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے، مغلیہ دور کے بعد جب ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو یہ مسئلہ اٹھا کہ یہاں اب جمعہ پڑھا جائے یا نہیں، بعض جامد قسم کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ جمعہ کے لیئے مسلمان حکمران کی شرط ہے۔ اس لیئے اب ہندوستان میں جمعہ نہ پڑھنا چاہیئے لیکن مولانا عبدالحیؒ صاحب فرنگی محل نے دو ٹوک انداز میں وضاحت کی کہ ہندوستان میں مسلمان حکمران نہ رہنے کے باوجود مسلمانوں پر جمعہ واجب ہے۔

انہ لا شک فی وجوب الجمعۃ وصحۃ ادائھا فی بلاد الھند التی غلبت علیہ النصارٰی وجعلوا علیھا وُلَاۃً کفارا و ذلک باتفاق المسلمین وَتراضیھم ومن افتی بسقوط الجمعۃ لِفقد شرط السلطان فقد ضَلَّ وَاَضَلَّ۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بلاد ہند میں جہاں (باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۵ پر)

جمعہ کی سنتیں

جمعہ کی سنتیں آٹھ ہیں، اور یہ سب مؤکدہ ہیں۔

چار رکعت فرضوں سے پہلے (ایک سلام سے)۔

اور چار رکعت فرضوں کے بعد (ایک سلام سے[1]) یہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔

صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں چار فرضوں سے پہلے، اور چھ فرضوں کے بعد، پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) پھر دو رکعت[2]

جمعہ کے احکام و آداب

(۱) جمعہ کے دن طہارت و نظافت کا اہتمام کرنا، بال اور ناخن کٹوانا، بہتر سے بہتر لباس جو میسر ہو، زیب تن کرنا، خوشبو لگانا، اور پہلے سے جامع مسجد جا پہنچنا مسنون ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص جمعہ کے دن نہائے، اچھے کپڑے پہنے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴ کا) نصاریٰ کا غلبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے کافر حکام مقرر کر دیئے ہیں۔ جمعہ واجب ہے اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق اور رضامندی سے اس کا ادا کرنا درست ہے جس کسی نے سقوط جمعہ کا فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔"

(تفہیمات دوم از مولانا مودودیؒ، صفحہ ۴۱۰)

[1] علم الفقہ، جلد ۲۔

[2] عین الہدایہ جلد اول، باب صلوٰۃ الجمعہ۔

اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے اور جمعہ کی نماز کے لیے آئے، اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہ پھاندے۔ پھر کچھ نماز پڑھے جو خدا نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے اور امام کے آنے سے نماز ختم ہونے تک خاموش رہے تو اس کے اس عمل سے ان سارے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی جو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے تھے[1]

(۲) اگر اہتمام کے باوجود کبھی غلطی سے یا کسی کوتاہی سے جمعہ کی نماز نہ ملے تو پھر ظہر کی چار رکعت فرض پڑھنی چاہیئے اور کچھ صدقہ و خیرات کر دینا چاہیئے، اسی طرح وہ معذور جو کسی کی تیمارداری یا طوفانی بارش کی وجہ سے یا دشمن وغیرہ کے خوف سے مسجد میں نہ جاسکتا ہو وہ بھی ظہر کی چار رکعت فرض پڑھے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہی نماز جمعہ بھی پڑھائے لیکن کسی وجہ سے اگر کوئی دوسرا شخص نماز جمعہ پڑھا دے تو یہ بھی درست ہے[2] البتہ یہ ضروری ہے کہ نماز جمعہ وہی شخص پڑھائے جس نے خطبہ سنا ہے، اگر کوئی ایسا شخص نماز پڑھائے گا جس نے خطبہ نہ سنا ہو تو نماز نہ ہوگی۔

(۴) بستی کے سارے لوگ ایک ہی جامع مسجد میں جمع ہو کر نماز جمعہ پڑھیں تو یہ زیادہ بہتر ہے، لیکن شہر یا بڑے قصبے میں کئی کئی مقامات پر نمازِ جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے[3]

---

[1] ابوداؤد۔

[2] درمختار۔

[3] بحرالرائق۔

⑤ شہر میں یا ایسی بستی میں جہاں نمازِ جمعہ ہوتی ہو، نمازِ جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے[1] اور اگر کوئی بیمار یا معذور آدمی پڑھے تو مکروہ تنزیہی ہوگا۔ معذور اور بیمار آدمی کو نمازِ جمعہ ہو جانے کے بعد نمازِ ظہر پڑھنا چاہیئے۔

⑥ بیمار اور معذور لوگ جن پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں۔ جمعہ کے دن ایسے لوگوں کو نمازِ ظہر جماعت سے ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

⑦ نمازِ جمعہ خطبے کے مقابلے میں لمبی پڑھنی چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"نمازِ جمعہ کا طویل ہونا اور خطبہ مختصر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ خطیب دین کی گہری سمجھ اور بصیرت رکھتا ہے لہٰذا تم نماز طویل پڑھو[3] اور خطبہ مختصر دو[4]"

⑧ اگر کوئی مسبوق قعدۂ آخیرہ میں آکر جماعت میں شامل ہو جائے یا سجدۂ سہو کے بعد تشہد میں آکر شریک ہو جائے۔ تب بھی اس کی نمازِ جمعہ درست ہے، جب امام سلام پھیرے، تو وہ

---

[1] علم الفقہ، جلد ۲۔

[2] درمختار۔

[3] طویل نماز سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ خطبے کے مقابلے میں طویل ہو ورنہ نماز میں مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے اعتدال کا خیال رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ خود صحیح مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپؐ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔

[4] صحیح مسلم۔

کھڑے ہو کر نماز جمعہ کی دو رکعت ہی ادا کرے۔

(۹) جمعہ کا اہتمام پنج شنبہ کے دن ہی سے کرنا چاہیئے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ آپؐ پنجشنبہ کے دن سے ہی اہتمام شروع فرما دیتے تھے[۱]

(۱۰) جمعہ کے دن ذکر و تسبیح، تلاوتِ قرآن، دُعا اور استغفار، صدقہ و خیرات، مریضوں کی عیادت، جنازے کی شرکت گورستان کی سیر اور دوسرے نیکی اور بھلائی کے کاموں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"پانچ نیکیاں ایسی ہیں کہ جو شخص ان کو ایک دن میں کرے گا خدا اسکو اہلِ جنت میں لکھ دے گا۔

۱۔ بیمار کی عیادت کرنا۔

۲۔ جنازے میں شریک ہونا۔

۳۔ روزہ رکھنا۔

۴۔ نماز جمعہ پڑھنا۔

۵۔ غلام کو آزاد کرنا۔

اور حضرت ابو سعیدؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی

---

[۱] مشکوٰۃ۔

[۲] ابنِ حبان۔ ظاہر ہے کہ نمازِ جمعہ جمعہ کے دن ہی پڑھی جا سکتی ہے اس لیئے مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں کام جمعہ کے دن انجام دینے والا جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا، اس کے لیئے دوسرے جمعہ تک ایک نور روشن رہے گا"[1]

اور حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کی شب میں سورۂ "الدُّخان" کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کے لیئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"[2]

نیز آپ نے فرمایا:

"جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں جو دُعا بھی مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے"[3]

یہ گھڑی کون سی ہے اس سلسلے میں علماء کے کئی قول ہیں جن میں دو قول زیادہ صحیح مانے گئے ہیں، ایک یہ ــــ کہ جب امام خطبے کے لیئے ممبر پر آتا ہے اس وقت سے نماز ختم ہونے تک کا وقت جمعہ کا وہی مقبول وقت ہے، دوسرا یہ ــــ کہ وہ جمعہ کے دن کے وہ آخری لمحات ہیں، جب سورج غروب ہونے لگے، مناسب یہ ہے کہ ان دونوں ہی اوقات میں دُعا کا اہتمام کیا جائے۔

---

[1] نسائی۔

[2] جامع ترمذی۔

[3] بخاری۔

(۱۱) جمعہ کی نماز کے لیے بہت پہلے سے مسجد پہنچنے کی کوشش مستحب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص جمعہ کے روز نہایت اہتمام کے ساتھ اس طرح نہایا جس طرح پاکی حاصل کرنے کے لیے غسل کیا جاتا ہے۔ پھر اول وقت مسجد میں جا پہنچا تو اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی کی، اور جو اس کے بعد دوسری ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا گائے یا بھینس کی قربانی کی، اور جو اس کے بعد تیسری ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا سینگ والا مینڈھا قربان کیا، اور جو اس کے بعد چوتھی ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا خدا کی راہ میں انڈا قربان کیا، پھر جب خطیب خطبہ دینے کیلئے نکل آتا ہے تو فرشتے مسجد کا دروازہ چھوڑ دیتے ہیں (اور اپنا رجسٹر بند کر کے) خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آ بیٹھتے ہیں"[۱]

(۱۲) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ "آلم السجدہ" اور سورہ "الدھر" پڑھنا سنت ہے۔

(۱۳) جمعہ کی نماز میں سورہ "الجمعۃ" اور سورہ "المنافقون" یا سورہ "الاعلیٰ" اور "الغاشیۃ" پڑھنا سنت ہے۔

(۱۴) مسجد میں جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے لوگوں کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند پھاند کر جانا مکروہ ہے اس سے لوگوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی کوفت بھی اور ان کی

---

[۱] بخاری، مسلم۔

توجہ اور یکسوئی میں بھی خلل پڑتا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لئے کھڑا ہوا کہ اس کے مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو خدا تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔"[1]

(۱۵) جمعہ کے دن کثرت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدمؑ کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت آئے گی لہٰذا اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا درود و سلام میرے حضور پیش ہوتا ہے۔"

صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! آپؐ کا جسم تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

"خدا نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔"[2]

خطبے کے احکام و آداب

۱ خطیب دو خطبے دے۔ خطبہ اولیٰ میں سامعین کو دین کے احکام بتائے اور عمل پر ابھارے[3] اور دوسرے میں قرآنِ مجید کی کچھ آیتیں

---

[1] طبرانی۔

[2] ابوداؤد، نسائی۔

[3] ظاہر ہے خطبہ کا یہ بنیادی مقصد کما حقہ اسی وقت (باقی حاشیہ صفحہ ۴۱۲ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۱ کا) حاصل ہو سکتا ہے جب خطیب سامعین کو اسی زبان میں خطاب کرے جس کو سامعین سمجھتے ہوں، لیکن عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ دینے کے مسئلہ میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ خطبۂ اولیٰ جو فی الواقع وعظ و ارشاد اور تذکیر و تفہیم کے لیے ہے۔ وہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی دیا جا سکتا ہے البتہ خطبۂ ثانیہ لازمًا عربی میں ہونا چاہیئے اور جہاں مسلمانوں کا کوئی بین الاقوامی اجتماع ہو تو وہاں عربی زبان ہی میں دونوں خطبے ہونے چاہییں اس موضوع پر مولانا مودودیؒ اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہونا یہ چاہیئے کہ خطبہ کا ایک حصہ (یعنی خطبۂ ثانیہ) تو لازمًا عربی میں ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے آل و اصحاب پر صلوٰۃ وسلام اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے لیئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ جس میں احکام اور مواعظ اور ضروریات زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تعلیمات ہوں وہ ایسی زبان میں ہونا چاہیئے۔ جس کو حاضرین یا ان کی اکثریت سمجھتی ہو، اور اس غرض کے لیئے بھی زیادہ تر ان زبانوں کو ترجیح دی جانی چاہیئے جو مسلمانوں میں بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہوں، مثلاً ہندوستان میں صوبہ وار زبانوں اور مقامی بولیوں کے بجائے زیادہ تر اردو زبان کا خطبہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسے قریب قریب ہر صوبے کے مسلمان سمجھتے ہیں البتہ دور دراز گوشوں میں جہاں اردو سمجھنے والے کم ہیں مقامی زبانوں کو بھی خطبے کے لیئے استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع ہو وہاں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ نہ ہونا چاہیئے ——— (تفہیمات جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

علماءِ اہلِ حدیث بھی عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ دینے کو جائز بلکہ مستحسن سمجھتے ہیں، مولانا عبدالسلام بستوی تحریر (باقی حاشیہ صفحہ ۴۱۳ پر)

پڑھے رسولؐ پر درود بھیجے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کے لیئے دُعا کرے۔

(۲) خطیب کو چاہیئے کہ ہر جمعہ کے لیئے مناسب حال مؤثر اور جامع خطبے کو تیار کرے اور ملک و ملت کے حالات اور ملت کے درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایات دے، دین کی روشنی میں اپنے مسائل کو حل کرنے پر اُبھارے اور تدبیریں بتائے، مسلمانوں کو ان کے دینی اور منصبی فرائض یاد دلائے اور ان میں دین و ملت کی تڑپ پیدا کرے، ــــ اگرچہ یہ بھی جائز ہے کہ کتاب سے دیکھ کر کوئی مرتب خطبہ پڑھ دیا جائے، اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کبھی کبھی بطور تبرک خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مستند منقول خطبہ پڑھ کر سُنا دیا جائے۔ لیکن جمعہ کا خطبہ دراصل اس لیئے ہے کہ مسلمانوں کا ذمہ دار فطری انداز میں ہر ہفتہ تسلسل اور نظم و ترتیب کے ساتھ مسلمانوں کو دین کے احکام سنائے ان کی ذمہ داریاں واضح کرنے اور پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۲ کا) فرماتے ہیں:

"خطبہ کے معنی ہیں حاضرین کو خطاب کرکے وعظ و نصیحت کرنے کے ہیں اور نصیحت اسی وقت مفید ہو سکتی جب سننے والوں کی زبان میں کی جائے، لہذا سننے والوں کی زبان میں خطبہ پڑھنا چاہیئے۔ اگر سننے والے عربی دان ہوں تو عربی زبان میں اور اگر کسی دوسری زبان والے ہوں تو اسی زبان میں خطبہ دیا جائے۔ صرف عربی زبان ہی میں خطبہ دینا فرض نہیں ہے بلکہ عربی عبارت پڑھ پڑھ کر لوگوں کی زبان میں ترجمہ کرکے بھی سمجھا دینا چاہیئے۔

(اسلامی تعلیم حصہ ۴، صفحہ ۱۲۰)

کی روشنی میں ان کی رہنمائی کرے، اس لیئے بہتر یہی ہے کہ خطیب خطبے کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیئے حالات کی مناسبت اور ضرورت کے لحاظ سے مسائل بیان کرے اور ہدایات دے، اور صرف کتاب پڑھ کر سنانے پر اکتفا نہ کرے[1]

(۳) خطیب پہلا خطبہ دے کر ممبر پر اتنی دیر بیٹھ جائے جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں تلاوت کی جا سکیں یا تین بار "سبحان اللہ" کہا جا سکے۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ دے ــــ پہلے خطبہ میں نہایت مؤثر انداز میں جوش و وقار کے ساتھ قوم کو دین کے احکام بتائے اور عمل پہ ابھارے، خطبہ میں مؤثر، پُر وقار اور پر جوش انداز اختیار

---

[1] مولانا مودودی صاحب خطبے کے اصل مقصد پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں!
"دراصل یہ چیز اسلئے مشروع نہیں کی گئی تھی کہ لوگ ہفتہ میں ایک بار نماز سے پہلے رسمی طور پر اسی قسم کی ایک چیز سن لیں جیسی مسیحی گرجاؤں میں درس (Sermon) کے نام سے سنائی جاتی ہے بلکہ اس کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا ایک متحرک اور کارفرما پرزہ بنایا گیا تھا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ لازمی طور پر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے اللہ پاک کے احکام سنائے جائیں دین کی تعلیمات ان کے ذہن نشین کی جائیں۔ ان کی جماعت میں یا ان کے افراد میں جو کچھ خرابیاں رونما ہوں، ان کی اصلاح کی جائے قومی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف انہیں توجہ دلائی جائے نیز اسلامی حکومت میں امام [illegible] براہ راست خود اپنی حکومت کی پالیسی پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے اور وہیں عوام الناس میں سے ہر ایک کو اس سے سوال کرنے اور اس کے سامنے اپنی بات کہنے کا موقع حاصل ہو۔
(تفہیمات جلد دوم، صفحہ ۲۳۵)

کرنا مستحب ہے، ــــ اور دوسرے خطبے میں قرآن کی کچھ آیات اور درود و سلام اور اصحاب رسولؐ اور عام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

④ خطبہ نماز کے مقابلے میں مختصر ہونا چاہیئے، نماز کے مقابلے میں خطبہ طویل دینا مکروہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"نماز کا طول اور خطبہ کا اختصار، خطیب کی سوجھ بوجھ اور ذہنی بصیرت کی علامت ہے، لہٰذا تم نماز طویل پڑھو اور خطبہ مختصر دو"[1]

⑤ خطبے کے دوران خاموش بیٹھ کر توجہ اور یکسوئی سے خطبہ سننا واجب ہے خواہ سننے والا خطیب کے قریب ہو یا دور بیٹھا ہو

⑥ خطبے کے وقت خطیب کے قریب بیٹھنا، اور خطیب کی طرف رُخ کرنا مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ خطبہ میں حاضر رہو اور امام سے قریب رہو[2]

⑦ جب خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے تو پھر نہ نماز پڑھی جائے، نہ بات چیت کی جائے، دورانِ خطبہ نماز پڑھنا، گفتگو کرنا، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونا، کھانا، پینا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے خطبے کی سماعت میں خلل پڑتا ہو مکروہ تحریمی ہے، اور دورانِ خطبہ کسی کو شرعی احکام بتانا اور نیکی کی تلقین کرنا بھی ممنوع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] مسلم

[2] مشکوٰۃ

"جو شخص اس وقت گفتگو کرتا ہے جب خطیب خطبہ دے رہا ہو تو اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو، اور جو شخص دورانِ خطبہ دوسرے سے یہ کہے "چپ رہو" اس کا جمعہ نہیں ہے"[۱]

البتہ دورانِ خطبہ قضا نماز پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

(۸) خطبے کے دوران میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو دل میں درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

(۹) دوسرے خطبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحابؓ، ازواجِ مطہرات بالخصوص خلفائے راشدینؓ، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ اسلامی حکومت کے سربراہ کے لیے دعا کرنا بھی جائز ہے البتہ خلافِ واقعہ اور مبالغہ آمیز تعریف و توصیف مکروہِ تحریمی ہے[۲]

(۱۰) رمضان کے آخری جمعہ (جمعۃ الوداع) کے خطبہ میں فراق و وداع کے مضامین پڑھنا اگرچہ ممنوع نہیں ہیں لیکن چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے نہ فقہ کی مستند کتابوں ہی میں کہیں اس کا ذکر ہے اس لیے مستقل طور پر اس طرح کے مضامین پڑھنا مناسب نہیں۔ اس طرح عوام ایک ایسی بات کو جو صرف مباح ہے، سنت سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ آج کل جمعۃ الوداع کے خطبے کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے، اور وداعی خطبہ نہ پڑھنے والے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور عام لوگ جمعۃ الوداع

---

[۱] مسند احمد، طبرانی

[۲] علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۸، بحوالہ درمختار۔

کی ایک مستقل شرعی حیثیت سمجھنے لگے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس اہتمام سے پرہیز کیا جائے۔[1]

(۱۱) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر جماعت شروع کر دینا سنت ہے۔ خطبے اور نماز کے درمیان کسی دنیوی کام میں لگنا مکروہِ تحریمی ہے، اور اگر یہ وقفہ طویل ہو جائے، مثلاً خطیب کھانا کھانے بیٹھ جائے، یا کسی سے کاروباری معاملہ طے کرنے لگے تو خطبہ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، ہاں اگر کوئی دینی ضرورت پیش آجائے جس کا کرنا اسی وقت ناگزیر ہو مثلاً کسی کو شرعی حکم بتانا ہے یا وضو کی ضرورت ہے، یا خطبے کے بعد معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت تھی[2] تو اس وقفے میں کوئی کراہت نہیں اور نہ اس صورت میں خطبہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

نماز اور خطبے میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

خطبے میں ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے اور نماز میں بھی ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔[3]

---

[1] علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۸۔

[2] واضح رہے کہ خطبے کے لئے طہارت شرط نہیں ہے حد یہ ہے کہ اگر بھولے سے کسی نے حالتِ جنابت میں بھی خطبہ پڑھ دیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا اَوْ عَلٰی غَیْرِ طَهَارَةٍ جَازَ۔ (ہدایہ جلد ۱) اور اگر خطیب نے بیٹھ کر یا پاک نہ ہونے کی حالت میں خطبہ دیا تو یہ جائز ہے)

[3] مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ، اس مسئلہ پر مفصل اظہار خیال کرنے کے بعد [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۱۸ پر)

اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی حرمت

جمعہ کی پہلی اذان سنتے ہی سارا کاروبار اور خرید و فروخت ختم کر کے خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے اہتمام کے ساتھ روانہ ہو جانا چاہیئے۔ اس لیئے کہ جمعہ کی اذان سننے کے بعد خرید و فروخت کرنا حرام ہے۔ قرآنِ حکیم میں واضح ہدایت ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ (الجمعہ ۹)

"اے ایمان والو! جب نماز کے لیئے جمعہ کے دن اذان ہو تو دوڑ پڑو اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دو"

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ "ذِكْرِ اللّٰهِ" سے مراد خطبہ ہے یا پھر خطبہ اور نماز دونوں ہیں۔ اور "نُوْدِیَ" میں جس اذان کا ذکر ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۷ کا) "فقہاء رحم اللہ علیہم کی مذکورہ تصریحات سے اور صحابہ کرام کے تحویلِ قبلہ والے عمل سے قوی پہلو یہی ہے کہ فسادِ نماز کا حکم نہیں ہونا چاہیئے۔" (آلات جدیدہ کے شرعی احکام صفحہ ۸۹)۔

اور مولانا مودودیؒ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز بلکہ مستحسن قرار دیئے جانے کے واضح دلائل دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"یہ دلائل ہیں جن کی بنا پر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو نہ صرف جائز بلکہ احسن سمجھتا ہوں اور میرا وجدان تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ آلہ موجود ہوتا، تو آپؐ یقیناً اس کو نماز اور اذان اور خطبے میں استعمال فرماتے، جس طرح آپؐ نے غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کا ایرانی طریقہ بلا تامل اختیار فرمایا۔"

(تفہیمات، جلد ۲، صفحہ ۳۸۰)

اس سے مراد وہ اذان ہے جو خطبہ سے پہلے خطیب کے سامنے دی جاتی ہے نہ کہ وہ اذان جو خطبے سے بہت پہلے یہ اطلاع دینے کے لیئے دی جاتی ہے کہ جمعہ کا وقت شروع ہو چکا ہے، حدیث میں حضرت سائبؓ بن یزید کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف یہی ایک اذان دی جاتی تھی اور یہ اس وقت دی جاتی تھی جب خطیب ممبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر ابوبکرؓ وعمرؓ کے دور میں جب مدینہ کی آبادی کافی بڑھ گئی تو انہوں نے ایک اور اذان رائج فرمائی جو مدینے کے بازار میں ان کے مکان زوراء پر دی جاتی تھی[1]

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "نُوْدِیَ" سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزولِ قرآن کے وقت تھی، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی اذان، بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہؓ کے اجماع سے مقرر ہوئی، لیکن حرمتِ بیع میں اس اذان کا حکم بھی مثل حکم اذانِ قدیم کے ہے کیونکہ اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے البتہ اذانِ قدیم میں یہ حکم منصوص اور قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی ہوگا۔

خطبے کا مسنون طریقہ

طہارت اور صفائی کا پورا اہتمام کرنے کے بعد خطیب ممبر پر سامعین کی طرف رُخ کر کے بیٹھے اور مؤذن خطیب کے سامنے اذان دے۔

اذان ختم ہوتے ہی خطیب ممبر پر کھڑا ہو جائے، اور دل میں "اَعُوْذُ

---

[1] بخاری، ابوداؤد، نسائی۔

بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ کر بلند آواز سے خطبہ شروع کرے۔

پہلے خدا کی حمد و ثنا کرے۔

پھر توحید و رسالت کی شہادت دے۔

اور پھر نہایت وقار، جوش اور اہمیت[1] کے ساتھ جامع اور مختصر وعظ و تذکیر کرے، پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائے[2]

اور پھر دوبارہ کھڑے ہوکر خطبۂ ثانیہ شروع کرے۔

خطبۂ ثانیہ میں حمد و ثنا اور شہادت کا اعادہ کرے، قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے، اور آپؐ کے آل و اصحاب بالخصوص خلفائے راشدین اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے لیے دعا کرے اور پھر عام مسلمانوں کے لیے دُعا کرکے خطبہ پورا کرے اور خطبہ ختم کرتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہوجائے۔

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو جوش و جذبے میں آپؐ کی آواز بلند ہوجاتی اور آنکھیں سرخ ہوجاتیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ خطبہ دیتے وقت نبیؐ کی کیفیت یہ ہوتی کہ جیسے کوئی شخص کسی ایسے دشمن کی فوج سے اپنے لوگوں کو خبردار کررہا ہو جو چڑھائی کرنے ہی والا ہو۔

[2] اتنی دیر جس میں تین بار "سُبْحَانَ اللّٰہ" کہا جاسکے۔

نبیؐ کے خطبے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو خطبے ارشاد فرمائے ہیں، ان کے کچھ حصے حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔ یہ خطبے نہایت ہی فصیح و بلیغ، مؤثر، جامع، مختصر اور زوردار ہیں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر ہم آپؐ کا ایک خطبہ نقل کرتے ہیں کہ کبھی کبھی بطور تبرک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اور اس کا مطلب خیز ترجمہ بھی خطیب سنا دیا کرے۔

تبوک کا ایک جامع خطبہ

خدا کی بہترین حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[1]

أَمَّا بَعْدُ:

۱۔ فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ۔

۲۔ وَأَوْثَقَ الْعُرَى كَلِمَةُ التَّقْوَى۔

۳۔ وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ۔

۴۔ وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ۔

۵۔ وَأَشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ اللهِ۔

---

[1] خطبے کے ہر ہر جملے پر نمبر دے کر وہی نمبر ترجمے کے جملوں پر بھی دے دیئے ہیں تاکہ ترجمہ آسانی سے سمجھا جاسکے۔

۶۔ وَاَحْسَنَ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔

۷۔ وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا۔

۸۔ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا۔

۹۔ وَاَحْسَنَ الْهُدٰى هُدَى الْاَنْبِيَاءِ۔

۱۰۔ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ۔

۱۱۔ وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى۔

۱۲۔ خَيْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ۔

۱۳۔ خَيْرُ الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ۔

۱۴۔ وَشَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ۔

۱۵۔ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

۱۶۔ وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى۔

۱۷۔ شَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ۔

۱۸۔ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

۱۹۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا۔

۲۰۔ وَمَنْ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا هُجْرًا۔

۲۱۔ وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ۔

۲۲۔ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔

۲۳۔ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى۔

۲۴۔ وَرَاْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

۲۵۔ وَخَيْرُ مَا وُقِرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ۔

۲۶۔ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ۔

۲۷۔ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

۲۸۔ وَالْغُلُوْلُ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ۔

۲۹۔ وَالسَّكَرُ كَيٌّ مِنَ النَّارِ۔

۳۰۔ وَالشِّعْرُ مِنْ اِبْلِيْسَ۔

۳۱۔ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ۔

۳۲۔ وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَاكُلُ مَالِ الْيَتِيْمِ۔

۳۳۔ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ۔

۳۴۔ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔

۳۵۔ وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَوْضِعِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ۔

۳۶۔ وَالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ۔

۳۷۔ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ۔

۳۸۔ وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكِذْبِ۔

۳۹۔ وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ۔

۴۰۔ وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ۔

۴۱۔ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔

۴۲۔ وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

۴۳۔ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ۔

۴۴۔ وَمَنْ يَتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ۔

۴۵۔ وَمَنْ يَغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ۔

۴۶۔ وَمَنْ يَعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۴۷۔ وَمَنْ يَكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ۔

۴۸۔ وَمَنْ يَصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ۔

۴۹۔ وَمَنْ يَتَّبِعِ السُّمْعَةَ يُسَمِّعِ اللّٰهُ۔

۵۰۔ وَمَنْ يَصْبِرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهٗ۔

۵۱۔ وَمَنْ يَّغْضِ اللّٰهَ يُغْنِ بِهٖ اللّٰه [1]

پھر آپؐ نے تین بار استغفار پڑھا اور خطبہ ختم فرمایا۔

ترجمہ:۔

۱۔ ہر کلام سے زیادہ سچا کلام خدا کی کتاب ہے۔

۲۔ سب سے زیادہ بھروسے کے قابل کلمۂ تقویٰ ہے۔

۳۔ ساری ملتوں سے زیادہ بہتر ملت ابراہیمی ہے۔

۴۔ تمام طریقہائے زندگی سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۵۔ ہر بات سے زیادہ عظمت وشرف والی بات خدا کا ذکر ہے۔

۶۔ تمام بیانوں سے بہتر بیان، قرآن ہے۔

۷۔ بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

۸۔ بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔

۹۔ بہترین طریقۂ عمل انبیاء کا طریقۂ عمل ہے۔

۱۰۔ شہداء کی موت سب سے زیادہ مجد وشرف کی موت ہے۔

۱۱۔ بدترین اندھاپن یہ ہے کہ آدمی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہو جائے۔

۱۲۔ بہترین عمل وہ ہے جو فائدہ بخش ہو۔

۱۳۔ بہترین رویّہ وہ ہے جس کی لوگ پیروی کر سکیں۔

۱۴۔ بدترین بے نوری دل کی بے نوری ہے۔

۱۵۔ اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۱۶۔ اور وہ تھوڑا مال جو آدمی کی ضرورتوں کے لئے کافی ہو اس مال سے بہت اچھا ہے جو زیادہ ہو اور آدمی کو غفلت میں مبتلا کر دے۔

۱۷۔ بدترین عذر خواہی وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

---

[1] زاد المعاد، جلد اول، صفحہ ۲۶۲۔

۱۸۔ بدترین شرمندگی قیامت کے دن کی شرمندگی ہے۔

۱۹۔ کچھ لوگ جمعہ کی نماز کو تو آتے ہیں لیکن ان کے دل پیچھے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲۰۔ اور وہ بہت کم خدا کا ذکر کر پاتے ہیں۔

۲۱۔ جھوٹی زبان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

۲۲۔ عظیم ترین تونگری دل کی تونگری ہے۔

۲۳۔ سب سے بہتر توشہ تقویٰ کا توشہ ہے۔

۲۴۔ حکمت و دانائی کی بنیاد خدائے عزوجل کا خوف ہے۔

۲۵۔ دل میں بٹھانے اور جمانے والی بہترین چیز یقین ہے۔

۲۶۔ شک اور تذبذب کفر کی علامت ہے۔

۲۷۔ نوحہ اور ماتم (بین کر کرکے رونا چلانا) جاہلیت کا کام ہے۔

۲۸۔ چوری اور خیانت عذاب جہنم کا سامان ہے۔

۲۹۔ بدمست ہونا آگ میں تپنا ہے۔

۳۰۔ (لغو) شعرگوئی شیطانی کام ہے۔

۳۱۔ شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

۳۲۔ بدترین غذا یتیم کا مال کھانا ہے۔

۳۳۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

۳۴۔ واقعی بدبخت وہ ہے جو پیدائشی بدبخت ہو۔

۳۵۔ اور تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ زمین میں جانے والا ہے۔

۳۶۔ اور معاملہ آخرت میں پیش ہونے والا ہے۔

۳۷۔ عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے۔

۳۸۔ اور بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔

۳۹۔ جو چیز چلی آرہی ہے وہ بہت قریب ہے۔

۴۰۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

۴۱۔ اور مومن سے جنگ کرنا کفر (کی علامت) ہے۔

۴۲۔ مومن کا گوشت کھانا (یعنی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔

۴۳۔ مومن کا مال دوسرے کے لئے ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون حرام ہے۔

۴۴۔ جو خدا سے بے نیازی برتتا ہے خدا اس کو جھٹلاتا ہے۔

۴۵۔ جو دوسروں کی عیب پوشی کرتا ہے خدا اس کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

۴۶۔ جو دوسروں کو معاف کرتا ہے خدا اس کو معاف فرماتا ہے۔

۴۷۔ جو غصے کو پی جاتا ہے خدا اس کو اس کا صلہ عطا فرماتا ہے۔

۴۸۔ جو نقصان پر صبر کرتا ہے خدا اس کو اس کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

۴۹۔ جو شخص دوسروں کی برائیوں کے پیچھے پڑتا ہے خدا اس کو رسوا کر کے رہتا ہے۔

۵۰۔ جو صبر کا رویّہ اختیار کرتا ہے خدا اس کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے۔

۵۱۔ اور جو نافرمانی کا رویہ اختیار کرتا ہے خدا اس کو سخت سزا دیتا ہے۔

عید کا بیان

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے دیکھا کہ مدینے کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں جن میں وہ کھیل تفریح کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔

آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ دو دن کیسے ہیں؟

لوگوں نے بتلایا کہ:

"ہم لوگ اسلام سے پہلے ان دو دنوں میں کھیل تفریح کرتے اور خوشیاں مناتے تھے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"خدا نے ان دو دنوں کے بدلے میں ان سے زیادہ بہتر دو دن مقرر فرمائے ہیں، ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن۔"

عید الفطر کی حقیقت

ماہِ شوال کی پہلی تاریخ کو مسلمان عید الفطر کا تہوار مناتے ہیں، یہ تہوار دراصل اسی حقیقی مسرت کا اظہار ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے ماہِ صیام میں، روزہ، تراویح، تلاوتِ قرآن اور صدقہ و خیرات وغیرہ کی جو عبادات مقرر فرمائی تھیں، بندے ان کو بحسن و خوبی ادا کرنے میں خدا کی توفیق اور دستگیری سے کامیاب ہوئے۔

عیدالاضحیٰ کی حقیقت

ماہِ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو مسلمان عیدالاضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں یہ تہوار دراصل اس عظیم قربانی کی یادگار ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام نے خدا کے حضور پیش فرمائی تھی، حضرت ابراہیمؑ خدا کا اشارہ پاکر خوشی خوشی اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا کی رضا کے لیئے قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے یہ جان کر کہ خُدا کی مرضی یہی ہے۔ خوشی خوشی اپنی گردن تیز چھری کے نیچے رکھ دی، قربانی کی اس بے مثال تاریخ کی یادگار مناکر مسلمان اپنے قول وعمل سے اِس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کے پاس جان و مال کی جو متاع ہے اسی لیئے ہے کہ خدا کے اشارے پر اس کو خُدا کی راہ میں قربان کر دیں، وہ جانوروں کی گردن پر چھری رکھ کر اور ان کا خون بہاکر خُدا سے یہ عہد کرتے ہیں کہ پروردگار جس طرح ہم تیری رضا کے لیئے جانوروں کا خون بہا رہے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر اسی طرح ہم اپنا خون بھی تیری راہ میں بہانے سے دریغ نہ کریں گے۔ اور اگر یہ سعادت نصیب ہوئی تو ہم تیرے مسلم اور وفادار بندے ثابت ہوں گے۔

عیدُالفطر کے دن مسنون کام

عیدالفطر کے دن بارہ کام مسنون ہیں:

(۱) اپنی آرائش وزیبائش کا اہتمام کرنا۔

(۲) غسل کرنا (نمازِ فجر کے بعد نمازِ عید کیلئے غسل کرے)

(۳) مسواک کرنا۔

(۴) عمدہ سے عمدہ لباس پہننا (جو بھی میسر ہو چاہے نیا ہو

یا دُھلا ہُوا ہو۔)

⑤ خوشبو استعمال کرنا۔

⑥ صبح کو بہت جلد اٹھنا۔

⑦ عیدگاہ میں بہت سویرے پہنچنا

⑧ عیدگاہ جانے سے پہلے ہی صدقۂ فطر ادا کر دینا۔

⑨ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

⑩ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا، عیدگاہ میں نماز کے لیئے جانا سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز ہمیشہ عیدگاہ میں پڑھتے تھے۔ حالانکہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کی غیر معمولی فضیلت وعظمت ہے۔[1]

⑪ ایک راستے سے پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (واپسی میں اگر سواری سے آئیں تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

⑫ راستے میں آہستہ آہستہ تکبیر پڑھنا۔ تکبیر یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

عیدُالاضحیٰ کے دن مسنون کام

عیدالاضحیٰ کے دن بھی وہ سارے کام مسنون ہیں جو عیدالفطر کے دن مسنون ہیں، البتہ دو باتوں میں فرق ہے۔

① عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔

---

[1] البتہ ایک بار بارش ہو رہی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی میں عید کی نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ عید الفطر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کے لیئے جانے سے پہلے ضرور کچھ کھا پی لیتے، اور عید الاضحیٰ کے دن آپؐ عیدگاہ سے واپس آنے پر ہی کچھ کھاتے[1]

(۲) عید الاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مسنون ہے۔

نمازِ عید

عید کے دن دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔

عید کی نماز کی صحت اور وجوب کے لیئے بھی وہی ساری شرطیں ہیں جو جمعہ کی نماز کے لیئے ہیں، البتہ عید کی نماز کے لیئے خطبہ شرط نہیں نیز جمعہ کا خطبہ فرض ہے لیکن عیدین کا خطبہ سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیت

دو رکعت نمازِ عید[2] واجب کی نیت کرتا ہوں، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ۔ اور اگر کوئی عربی میں نیت کرنا چاہے تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْوَاجِبِ صَلٰوۃَ عِیْدِ الْفِطْرِ[3] مَعَ سِتِّ تَکْبِیْرَاتٍ وَّاجِبَۃٍ۔

نمازِ عید کی ترکیب

نمازِ عید کی نیت کرکے "اللہ اکبر" کہتا ہوا کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے

---

[1] جامع ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں:
"تو آپؐ قربانی کا گوشت تناول فرماتے"

[2] اگر عید الفطر کی نماز ہو، تو عید الفطر کہے اور عید الاضحیٰ کی نماز ہو تو عید الاضحیٰ کہے۔

[3] اور عید الاضحیٰ میں الفطر کے بجائے "الاضحیٰ" کہے۔

اور پھر ہاتھ باندھے اور ثناء پڑھے۔

پھر تین بار "اللہ اکبر" کہے اور ہر بار تکبیر تحریمہ کی طرح کان کی لو تک ہاتھ اُٹھائے، اور تکبیر کے بعد لٹکائے، ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرا رہے کہ تین بار "سُبْحَانَ اللہ" کہہ سکے۔

تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے، اور تعوّذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت ملائے۔

اور پھر حسب معمول رکوع و سجود وغیرہ کرکے دوسری رکعت کے لیئے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر سورت ملائے۔

پھر رکوع میں جانے کے بجائے تین تکبیریں کہہ کر ہاتھ لٹکائے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور پھر حسب قاعدہ نماز پوری کرے۔

نمازِ عید کا وقت

جب سورج اچھی طرح چمک جائے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ نمازِ عیدین میں تاخیر نہ کی جائے۔ البتہ یہ مسنون ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نماز ذرا جلد پڑھ لی جائے اور عیدالفطر کی نماز اس کے مقابلے میں کچھ تاخیر سے۔

نمازِ عید کے مسائل

(۱) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے تو پھر وہ شخص تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیئے کہ عید کی نماز کے لیئے جماعت شرط ہے،

اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ شخص بھی اس نماز کی قضا نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے، البتہ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ تو پھر پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز، عید کے دن نہ پڑھی جا سکی ہو تو دوسرے روز پڑھ سکتے ہیں، اور اگر یہی صورت عید الاضحیٰ میں ہو جائے۔ تو ۱۲ ذوالحجہ تک پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) کسی عذر کے بغیر عید الاضحیٰ کی نماز میں ۱۲ ذوالحجہ تک تاخیر کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے، اور عید الفطر کی نماز میں کسی عذر کے بغیر تاخیر کرنا قطعاً جائز نہیں۔

(۴) عیدین کی نماز کے لیئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

(۵) خواتین[1] اور وہ دوسرے لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ

نمازِ عید میں خواتین اور بچوں کی شرکت

[1] علمائے اہلِ حدیث کے نزدیک نماز عیدین میں خواتین اور بچوں کی شرکت مسنون ہے۔ اس لیئے کہ عید بھی جمعہ کی طرح شعائرِ اسلام میں سے ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خواتین کو تاکید کی ہے کہ وہ عیدگاہ میں جایا کریں، حضرت اُمِ عطیہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کنواری اور جوان لڑکیوں کو، پردہ نشین خواتین کو اور ان خواتین کو بھی جو حالتِ حیض میں ہوں، عیدگاہ میں لے جایا کریں البتہ وہ خواتین جو حالتِ حیض میں ہوں، عیدگاہ میں نماز کی جگہ سے الگ بیٹھیں، اور تکبیر کہتی رہیں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں۔ میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! بعض خواتین کو چادر وغیرہ میسر نہیں ہوتی، وہ کیسے عیدگاہ میں جائیں) فرمایا جس خاتون (باقی حاشیہ صفحہ ۴۳۳ پر)

پڑھیں۔ ان کیلئے نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا کہ امام تکبیریں کہہ چکا ہے اور قرأت کر رہا ہے، تو وہ نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لیں۔ اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو نیت باندھ کر رکوع میں تسبیح کے بجائے تکبیریں کہے لیکن ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر پوری تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے اُٹھ جائے، تو یہ بھی امام کی اقتداء میں کھڑا ہو جائے۔ اس صورت میں جو تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

(۷) اگر امام عید کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں خیال آئے تو حالتِ رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے۔ اور اگر قیام کرنے کیلئے رکوع سے اُٹھ جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۸) عیدگاہ میں یا جہاں عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو، وہاں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عید کی نماز سے پہلے بھی اور عید کی نماز کے بعد بھی [۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۱ کا) کے پاس چادر (برقعہ) ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی بہن کو چادر میں لے چلے۔ (بخاری و مسلم، ترمذی)

اور حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ نمازِ عید میں نبی ؐ کیساتھ گیا۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ دیا۔ اسکے بعد آپؐ خواتین کے مجمع کے پاس تشریف لے گئے، اور آپؐ نے انکو وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی۔ (بخاری)

[۱] حضرت عبداللہ ابن عباس رض بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز کیلئے نکلے تو صرف آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ نہ ان دو رکعتوں سے پہلے آپؐ نے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۷۰)

⑨ جس شخص کو عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی جماعت نہ ملے تو وہ ان نمازوں کی قضا نہ پڑھے، اسلئے کہ نماز عید کی قضا نہیں ہے[1]

⑩ عید کی نماز شہر میں کئی جگہ بالاتفاق جائز ہے، جو لوگ عیدگاہ جانے سے معذور ہوں ان کے لیئے شہر میں نمازِ عید کا اہتمام کرنا بہتر ہے تاکہ وہ بھی سہولت کے ساتھ نماز عید ادا کر سکیں۔

⑪ عید کی نماز میں قرأت جہر سے کرنی چاہیئے اور اگر وہ سُورتیں پڑھی جائیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، تو زیادہ بہتر ہے۔ آپؐ کبھی "سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی" اور "سُوْرَۃُ الْغَاشِیَہ"[2] پڑھتے تھے۔ اور کبھی "سُوْرَۃُ قٓ" اور "سُوْرَۃُ الْقَمَر"[3] پڑھا کرتے۔

خطبۂ عید کے مسائل

① عیدین کا خطبہ سنت ہے لیکن اس کا سننا واجب ہے۔

② عیدین کا خطبہ نمازِ عیدین کے بعد پڑھنا سنت ہے حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جاتے، وہاں سب سے پہلے آپؐ نماز ادا فرماتے پھر آپؐ لوگوں کی طرف پلٹتے اور ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے، لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپؐ وعظ و تلقین فرماتے، دین کے احکام بتلاتے، اور اگر کبھی آپؐ کو کسی طرف لشکر

---

[1] اہلِ حدیث کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو عید کی نماز جماعت سے نہ ملے تو تنہا دو رکعت پڑھ لے۔ (اسلامی تعلیم جلد ۲)

[2] احمد، ترمذی۔

[3] ترمذی، ابوداؤد۔

روانہ کرنا ہوتا یا لوگوں کو کوئی خاص ہدایت دینی ہوتی تو ہدایات دیتے، اور پھر واپس گھر تشریف لے آتے[1]

(۳) دو خطبے پڑھنا اور دونوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر جمعہ کے خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں، مسنون ہے۔

(۴) عیدین کے خطبوں میں، تکبیر کہے، — پہلے خطبے میں نو مرتبہ کہے اور دوسرے خطبے میں سات مرتبہ کہے۔

(۵) عید الفطر کے خطبے میں صدقۂ فطر وغیرہ کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبے میں قربانی اور تکبیر تشریق وغیرہ کے احکام و مسائل کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔

تکبیر تشریق

(۱) ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں اور دسویں تاریخ کو یوم النحر، اور گیارہویں اور تیرہویں تاریخ کو ایام تشریق اور ان پانچ ایام میں فرض نمازوں کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اسکو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

(۲) تکبیر تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر و حمد اللہ ہی کے لیئے ہے۔"

(۳) تکبیر تشریق یوم عرفہ کی فجر سے شروع کر کے تیرہویں ذوالحجہ

---

[1] بخاری، مسلم۔

کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا چاہیئے۔یعنی کل تیئس ۲۳ اوقات کی نماز کے بعد پڑھنا واجب ہے۔

(۴) تکبیر تشریق بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے البتہ خواتین کو آہستہ آواز سے کہنا چاہیئے۔

(۵) خواتین اور مسافر پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب نہیں لیکن یہ لوگ اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں جس پر تکبیر تشریق واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔

(۶) تکبیر تشریق نماز کے بعد فوراً پڑھنا چاہیئے اور اگر کبھی نماز کے بعد کوئی ایسا کام کیا جو نماز کے منافی ہے، مثلاً قہقہہ لگایا۔ یا بات چیت کر لی، یا مسجد سے باہر چلا گیا، تو پھر تکبیر نہ کہے، ہاں اگر وضو جاتا رہے تو بغیر وضو تکبیر پڑھنا بھی جائز ہے۔اور وضو کے بعد پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۷) اگر امام تکبیر تشریق کہنا بھول جائے، تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ فوراً تکبیر شروع کر دیں، تاکہ امام کو بھی یاد آجائے، خاموش رہ کر امام کا انتظار نہ کریں کہ امام پڑھے تو وہ بھی پڑھیں۔

موت اور بیماری کا بیان

عیادت کے مسائل و آداب

مریض کو پوچھنے کے لئے جانے اور اس کا حال معلوم کرنے کو عیادت کہتے ہیں، مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور جس مریض کا کوئی عزیز اور رشتہ دار نہ ہو جو اس کی دیکھ بھال کر سکے تو ایسے مریض کی تیمارداری مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کا بڑا اہتمام فرماتے نہ صرف مسلمانوں کی عیادت فرماتے بلکہ غیر مسلموں کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے، آپؐ نے عیادت کی بڑی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید کرتے ہوئے اس کے کچھ آداب بھی بتائے ہیں:

(۱) آپؐ نے عیادت کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی اہمیت و فضیلت یوں واضح فرمائی ہے:

- قیامت کے روز خدا فرمائے گا،

  "اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟"

  بندہ کہے گا:

  "پروردگار! آپ ساری کائنات کے رب، بھلا میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟"

خدا کہے گا:

"میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو تونے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے وہاں پاتا"[1]

- "جب کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس سے ملاقات کے لیے جاتا ہے تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے، تم بڑے مبارک ہو، تمہارا چلنا مبارک ہے تم نے جنت میں اپنے لیے ٹھکانا بنالیا"[2]

(۲) مریض کے پاس بیٹھ کر اس سے تسلی تشفی کی باتیں کی جائیں۔ صبر و شکر کی تلقین کی جائے اور اس کا ذہن اس کی طرف متوجہ کیا جائے کہ بیماری بھی دراصل خدا کی رحمت ہے، اس لیے کہ مومن کو معمولی سے معمولی جو تکلیف بھی پہنچتی ہے وہ اس کی کوتاہیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو دریافت فرماتے:

كَيْفَ تَجِدُكَ۔

"کہیے طبیعت کیسی ہے؟"

پھر تسلی دیتے اور فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْشَاءَ اللهُ۔

"گھبرانے کی بات نہیں خدا نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے کا سبب بنے گی"

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مسلم۔

[2] ترمذی۔

فرمایا:

"مسلمان کو جو بھی مصیبت ہو، جو بھی بیماری، جو بھی پریشانی، جو بھی کڑھن، جو بھی رنج، جو بھی اذیت اور جو بھی غم واندوہ پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو خدا اس کے سبب اسکے گناہ مٹا دیتا ہے۔"[1]

اور حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اسکی مہلتِ عمل کے بارے میں اس کا غم غلط کرو اور تسلی تشفی کی باتیں کرو۔ اگرچہ تمہاری ان باتوں سے قضا تو نہیں ٹل سکتی لیکن مریض ضرور خوشی محسوس کرے گا۔"[2]

(۴) مریض کے پاس بیٹھ کر اس کے لیئے دعائے خیر کرنا بھی مسنون ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہم میں سے جب بھی کوئی شخص بیمار پڑتا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے، اور دعا فرماتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔[3]

---

[1] بخاری، مسلم۔

[2] جامع ترمذی، ابن ماجہ۔

[3] بخاری، مسلم۔

"اے انسانوں کے پروردگار! اس مریض کا دُکھ دور کر دے، اس کو شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا دینا تو تیرا ہی کام ہے ایسی کامل شفا عطا فرما کہ بیماری کا نام و نشان نہ رہے۔"

(۴) مریض سے اپنے لیے بھی دُعا کرانی چاہیئے، اس لیئے کہ مرض کی حالت میں اس کا دل خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

"جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے اپنے لیئے بھی دُعا کی درخواست کرو۔ مریض کی دُعا ایسی ہے جیسی فرشتوں کی دُعا[1]" (فرشتے خدا کی مرضی پاکر ہی دعا کرتے ہیں اور ان کی دُعا قبول ہوتی ہے۔)

(۵) مریض کے پاس زیادہ بیٹھنا مناسب نہیں، ہاں اگر کسی وقت محسوس ہو کہ مریض کی خواہش ہے اور اس کو تشفی ہو رہی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ:

"مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا اور شور و شغب نہ کرنا مسنون ہے[2]"

(۶) غیر مسلم کی عیادت کرتے وقت موقع پاکر حکمت کے ساتھ ایمان و اسلام کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے۔ بیماری میں دل نرم ہوتے ہیں۔ اور حق کو قبول کرنے کا جذبہ بھی نسبتاً زیادہ بیدار ہوتا ہے۔

---

[1] ابن ماجہ۔

[2] بخاری۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو آئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھے، پھر اس سے کہا:

"دینِ حق قبول کر لو"

لڑکا اپنے باپ کا منہ تکنے لگا جو وہیں موجود تھا، باپ نے کہا:

"ابوالقاسم کی بات مان لے"

چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے اس کے گھر سے نکلے:

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچا لیا"[1]

قریب المرگ کے احکام و آداب

(۱) جب ایسی علامات ظاہر ہونے لگیں جس سے ظاہر ہو کہ مریض کا آخری وقت ہے تو اسکو داہنی کروٹ پر اس طرح لٹانا کہ اس کا منہ قبلے کی طرف کرنا اور سر اونچا کر دینا بھی مسنون ہے اور اگر ایسا کرنے میں بھی زحمت ہو تو پھر مریض کو جس طرح سکون ملے اسی حالت پر چھوڑ دیں۔

(۲) مریض کے پاس بیٹھ کر سکون کے ساتھ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے رہیں لیکن مرنے والے سے پڑھنے کے لیئے نہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جان کنی کے نازک وقت میں انکار کر دے یا بدحواسی میں کوئی

---

[1] بخاری۔

اور نامناسب بات زبان سے نکال بیٹھے اور مریض جب ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پھر خاموش ہو جانا چاہیئے ہاں اگر پھر مریض دُنیا کی کوئی بات کرے تو پھر تلقین کرنا چاہیئے تاکہ اس کا آخری کلمہ، کلمۂ طیبہ ہو۔ مریض کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مرنے والوں کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تلقین کرو۔"[1]

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کا آخری کلام "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" ہو وہ جنت میں جائے گا۔"[2]

(۳) جان کنی کے وقت مریض کے پاس سُورۂ یٰسین پڑھنا بھی مستحب ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

"تم اپنے مرنے والوں پر سُورۂ یٰسین کی تلاوت کیا کرو۔"[3]

(۴) آخری وقت میں مرنے والے کے پاس صالح اور خدا ترس لوگوں کا بیٹھنا بھی بہتر ہے کہ خدا ان کی برکت سے رحمت فرماتا ہے۔[4]

(۵) مرض الموت میں مریض کے پاس خوشبو وغیرہ سلگانا بھی مستحب ہے۔

---

[1] مسلم۔

[2] ابوداؤد،

[3] ابوداؤد، ابن ماجہ۔

[4] فتاویٰ عالمگیری۔

(۶) جان نکلنے کے بعد اس کی آنکھیں نہایت نرمی کے ساتھ بند کر دیں، اور اس کا منہ کپڑے کی ایک پٹی سے باندھ دیا جائے۔ پٹی باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے سے اوپر کی طرف لے جائی جائے اور سر کے اوپر دونوں سروں میں گرہ لگا دی جائے۔ اور میت کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے جائیں۔

آنکھیں بند کرتے وقت یہ دُعا بھی پڑھ لینی چاہیئے:

اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔

"اے اللہ! اس کی مشکل کو آسان فرما دے، اور اس کو سہولت عطا فرما ان معاملات میں جو اس کے بعد پیش آنے والے ہیں اور اس کو اپنے دیدار سے مشرف فرما، اور اس ٹھکانے کو جہاں یہ جا رہا ہے اس کے حق میں بہتر بنا دے اس ٹھکانے سے جہاں سے یہ رخصت ہو رہا ہے۔"

(۷) عزیزوں کے مرنے پر رنج اور صدمہ تو فطری بات ہے جو ہونا ہی چاہیئے۔ اسی طرح آنسو ٹپک پڑنا بھی فطری بات ہے، لیکن بین کر کر کے رونا، یا منہ پیٹنا یا گریبان پھاڑنا ہرگز صحیح نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔

(۸) مرنے کے بعد شکوہ شکایت کی باتیں زبان پر لانا یا اپنے آپ کو کوسنا اور اپنے حق میں بددُعائیں کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اپنے حق میں ہمیشہ دُعا ہی کیا کرو اس لئے کہ تم جو

دعا کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے جاتے ہیں۔[1]

(۹) مرنے والے کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا چاہیئے۔ اگر کچھ برائیاں ہوں بھی تو ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف خوبیوں پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو۔ اور ان کی برائیوں سے زبان کو بند رکھا کرو"۔[2]

غسلِ میت کے احکام

(۱) موت کے بعد میت کے غسل اور تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ یہ مناسب نہیں کہ کسی مسلمان کی میت دیر تک گھر والوں کے درمیان رہے۔[3]

(۲) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اگر کوئی میت لاوارث ہو تو اس کے غسل کی ذمہ داری اجتماعی طور سے مسلمانوں پر ہے، اگر غسل دیئے بغیر کوئی میت دفن کر دی جائے تو وہ سارے ہی مسلمان گنہگار ہوں گے جن کو اس کا علم تھا اور انہوں نے غفلت برتی۔

(۳) اگر میت غسل دیئے بغیر قبر میں اتار دی گئی۔ لیکن ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی ہے۔ تو اس کو نکال کر غسل دینا ضروری ہے۔ ہاں

---

[1] مسلم۔

[2] ابوداؤد۔

[3] ابوداؤد۔

اگر مٹی ڈال دی گئی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہیئے۔

(۴) اگر میت کا کوئی عضو خشک رہ جائے اور کفن دینے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر دھو دینا چاہیئے ہاں اگر کوئی معمولی سا حصّہ خشک رہ جائے مثلاً کوئی انگلی خشک رہ گئی یا اس کے بقدر کوئی اور حصّہ خشک رہ گیا تو اس صورت میں کفن اتارنے اور دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار غسل دینا مسنون ہے۔

(۶) میت کو وہی شخص غسل دے سکتا ہے، جس کے لیئے میت کا دیکھنا جائز ہو، لہذا مرد عورت کو اور عورت مرد کو غسل نہیں دے سکتے۔ البتہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اس لیئے کہ عدت کے وقت تک وہ مرنے والے شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی۔ لیکن شوہر کے لیئے اپنی عورت کو غسل دینا جائز نہیں اس لیئے کہ عورت کے مرتے ہی نکاح ختم ہوگیا[1]

(۷) نابالغ لڑکی اور لڑکے کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

(۸) اگر میت کا کوئی عزیز ہو تو بہتر یہی ہے کہ وہ خود غسل دے، اور اگر وہ غسل دینے کا طریقہ نہ جانتا ہو تو پھر کوئی بھی صالح اور پرہیزگار آدمی غسل دے سکتا ہے۔

(۹) کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مرجائے تو اس کی میت کو غسل دینا فرض ہے، اور اگر مرا ہوا پیدا ہو تو اس کو غسل دینا فرض تو نہیں

---

[1] اہلِ حدیث کے نزدیک شوہر کیلئے اپنی بیوی کو غسل دینا جائز ہے۔

ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے۔

غسل میت کا مسنون طریقہ

میت کو تختے پر لٹا کر اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں اور ایک کپڑا ناف سے لے کر زانو تک ڈال دیا جائے، تاکہ شرم گاہ پر نگاہ نہ پڑے، پھر ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر میت کو استنجا کرایا جائے، پھر وضو، اور وہ اس طرح کہ پہلے چہرہ دھلایا جائے پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ، پھر مسح اور پھر دونوں پاؤں، منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے، یہ جائز ہے کہ روئی تر کر کے دانتوں مسوڑھوں پر اور ناک میں پھیر دی جائے ہاں اگر موت حالت جنابت یا حالت حیض ونفاس میں ہوئی ہو تو پھر ایسا کرنا ضروری ہے پھر ناک منہ اور کانوں میں روئی وغیرہ بھر دی جائے تاکہ پانی اندر نہ پہنچے، پھر سر دھویا جائے بیسن کھلی یا صابن وغیرہ جو چاہیں استعمال کریں۔ پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر بیری کے پتے پڑا ہوا پانی نیم گرم حالت میں تین مرتبہ سر سے پاؤں تک اتنا ڈالیں کہ بائیں کروٹ تک پہنچ جائے، پھر داہنی کروٹ لٹا کر اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا جائے، پھر میت کو اپنے جسم کا سہارا دے کر ذرا بٹھایا جائے، اور آہستہ آہستہ اس کے شکم کو ملا جائے اگر کچھ غلاظت وغیرہ نکلے تو صاف کر دی جائے، مگر وضو اور غسل دوبارہ نہ کرایا جائے پھر بائیں کروٹ لٹا کر کافور پڑا ہوا پانی تین بار بہا دیا جائے اور بدن کسی کپڑے سے پونچھ دیا جائے۔

کفن کے مسائل

(۱) میت کو غسل دینے کے بعد کپڑے سے اس کا جسم پونچھ

کر خشک کر دیں اور اس کے بعد اس کو کفن پہنا دیں۔

(۲) میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔

(۳) کفن کے مصارف کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو زندگی میں میت کے کفیل رہے ہوں البتہ جس میت کا کوئی کفیل نہ رہا ہو، اور خود میت نے بھی کچھ مال نہ چھوڑا ہو، تو اس کا کفن تمام مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی فرض ہے، چاہے کوئی ایک شخص مصارف کی ذمہ داری لے لے یا باہم چندہ کر کے کفن مہیا کریں۔

(۴) بالغ اور نابالغ اور اسی طرح محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

(۵) کفن کے لیئے وہی کپڑے استعمال کیئے جائیں جن کا پہننا میت کے لیئے زندگی میں جائز تھا، خواتین کو ریشمی یا رنگین کپڑے کا کفن دینا جائز ہے۔ لیکن مرد کے لیئے خالص ریشمی کپڑے کا کفن اور اور اسی طرح زعفرانی رنگ کا کفن نہ دیا جائے۔

(۶) زیادہ قیمتی کپڑے کا کفن بنانا مکروہ ہے، اور زیادہ گھٹیا اور معمولی کپڑے کا کفن بھی نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ زندگی میں میت جس معیار کا کپڑا پہنتا رہا ہے اسی معیار کا کفن ہونا چاہیئے۔

(۷) کفن سفید کپڑے کا دینا بہتر ہے، چاہے کپڑا نیا ہو یا پرانا ہو۔

(۸) بعض لوگ زندگی میں اپنے کفن کا انتظام کر لیتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ زندگی میں اپنی قبر کھدوا کر تیار رکھنا مکروہ ہے۔

(۹) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں:

۱۔ کفنی ۲۔ ازار ۳۔ چادر۔

کفنی یا کُرتہ گلے سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیئے۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیئے اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی ہو تاکہ سر اور پاؤں دونوں طرف سے باندھی جا سکے، واضح رہے کہ کفنی یا کُرتے میں، آستین یا کلی نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۰) عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں:

۱۔ کفنی یا کُرتہ ۲۔ ازار ۳۔ سر بند ۴۔ سینہ بند ۵۔ چادر۔

کفنی گلے سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیئے اور اس میں کلی یا آستین نہ ہو۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیئے اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی ہونی چاہیئے۔ سر بند تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیئے، جو سر سے اُڑھا کر چہرے پر ڈال دیا جائے، باندھا یا لپیٹا نہ جائے، سینہ بند، سینے سے لے کر رانوں تک لمبا ہو اور اتنا چوڑا کہ بندھ سکے۔

(۱۱) کسی وقت مسنون کفن میسّر نہ ہو تو پھر مرد کے لیئے دو کپڑے، ازار اور چادر، اور عورت کے لیئے تین کپڑے ازار، چادر اور سر بند بھی کافی ہے، اور یہ بھی میسّر نہ ہو تو پھر جتنا کپڑا مہیا ہو سکے وہی کافی ہے اور بدن کا جو حصہ کھلا رہ جائے اس کو گھاس پھوس سے چھپا دیا جائے۔

(۱۲) کوئی بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے، تو اس کو کسی صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیئے۔ اس کو اوپر کی تفصیل کے مطابق مسنون کفن دینا ضروری نہیں۔

کفن پہنانے کا طریقہ

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دی جائے، چادر کے اوپر ازار بچھا دیا جائے، اور میت کو کفنی پہنا کر ازار پر لٹا دیا جائے، اور ازار کو اس طرح لپیٹیں

کہ اس کی داہنی جانب کا سِرا بائیں جانب کے اوپر رہے، یعنی پہلے بائیں جانب سے لپیٹیں، پھر داہنی جانب سے اور پھر اسی طریقے کے مطابق چادر کو بھی لپیٹ دیں۔

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دیں، اور اس کے اوپر ازار، پھر عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، اور دائیں بائیں کفنی کے اوپر سے سینے پر ڈال دیئے جائیں، پھر سر بند یا دوپٹہ سر سے اُڑھا کر منہ پر ڈال دیں، نہ باندھیں اور نہ لپیٹیں، اس کے بعد میّت کو ازار پر لٹا کر پہلے ازار اوپر کے قاعدے کے مطابق اس طرح لپیٹیں کہ داہنی جانب کا کنارہ اوپر رہے پھر اسی طریقے کے مطابق سینہ بند کو لپیٹ دیں اور پھر چادر لپیٹ کر کسی دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف کفن کو باندھ دیں، اور کمر کے پاس بھی باندھ دیں کہ ہوا سے راستے میں کھل نہ جائے۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ میت کے لئے خدائے رحمٰن و رحیم سے دعا ہے اور کوئی بھی دُعا جب مسلمان جمع ہو کر کرتے ہیں تو اس اجتماعیت کی برکت سے دعا میں رحمتِ الٰہی کو متوجہ کرنے اور شرفِ قبولیت پانے کی زبردست تاثیر اور خاصیت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے جنازے کی نماز میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہو سکیں بہتر ہے، لیکن محض اس غرض سے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہو سکیں نماز میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

نمازِ جنازہ کا حکم

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اس کی فرضیت کتاب و سنت سے ثابت ہے، اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

نمازِ جنازہ کے فرائض

نمازِ جنازہ میں دو فرض ہیں:

۱۔ چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور نمازِ جنازہ میں رکوع و سجود وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔

۲۔ قیام کرنا۔ کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں اسی طرح سواری کی حالت میں بھی کسی عذر کے بغیر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نمازِ جنازہ میں تین سنتیں ہیں:

۱۔ خدا کی حمد و ثنا کرنا۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

۳۔ میت کے لیئے دُعا کرنا۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صفیں[۱] بنا دی جائیں اور میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ نمازِ جنازہ کی نیت کریں (میں نے نیت کی کہ نمازِ جنازہ پڑھوں جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لیئے دُعا ہے)۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور پھر دوسری نمازوں کی طرح باندھ لیں، اور ثناء پڑھیں:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ[۲]

---

[۱] اگر لوگ بہت زیادہ ہوں تو پھر زیادہ صفیں بنالی جائیں مگر صفوں کی تعداد طاق رہے اور اگر افراد امام کے علاوہ چھ ہوں تب بھی مستحب یہ ہے کہ تین صفیں بنائی جائیں۔ پہلی صف میں تین افراد، دوسری میں دو اور تیسری میں ایک (ردالمحتار، علم الفقہ، جلد۲)۔

سنن ابی داؤد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

"جس میت پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھ لیں وہ بخش دیا جاتا ہے"

[۲] اے اللہ تو پاک و برتر ہے اپنی حمد و ثناء کے ساتھ، اور تیرا نام خیر و برکت والا ہے، اور تیری بزرگی اور بڑائی بہت بلند ہے اور تیری (باقی حاشیہ صفحہ ۴۵۲ پر)

ثناء پڑھنے کے بعد پھر تکبیر کہیں لیکن ہاتھ نہ اٹھائیں۔

پھر درود شریف پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے[1]

پھر ایک بار تکبیر کہیں لیکن ہاتھ باندھے رہیں اور اس بار میت کے لیے مسنون دعا پڑھیں۔

اور پھر چوتھی بار تکبیر کہیں اس بار بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اور تکبیر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں (امام بلند آواز سے تکبیریں کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے)۔

بالغ میت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ[2]

"اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مُردوں، ہمارے ان لوگوں کو جو حاضر ہیں اور ان کو جو غائب ہیں، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو، ہماری عورتوں کو تو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے تو اس کو ایمان کے ساتھ موت دے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۱ کا) تعریف بڑی عظمت والی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

[1] درود شریف صفحہ پر دیکھئے۔

[2] ترمذی عن ابی ہریرۃ

نابالغ میّت کی دُعا

اگر نابالغ لڑکے کی میت ہو تو یہ دُعا پڑھی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو یہ دُعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً۔

"اے اللہ! اس بچے یا بچی کو ہماری نجات و آسائش کے لیئے آگے جانے والا بنا، اور اس کی جُدائی کے صدمہ کو ہمارے لیئے باعثِ اجر و ذخیرہ بنا اور اس کو ہماری ایسی شفاعت کرنے والا بنا جو قبول کر لی جائے"

جس شخص کو نمازِ جنازہ کی یہ دُعائیں یاد نہ ہوں وہ صرف یہ کہہ لے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ[۱]

اور اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو صرف چار تکبیریں ہی کہہ لے، تب بھی نماز ہو جائے گی۔

یہ بڑی محرومی اور عبرت کی بات ہے کہ مسلمان اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نمازِ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوسکیں اور اجتماعی طور پر اس دُعائے مغفرت کی سعادت سے بھی محروم رہیں، کبھی ناپاکی کا عذر کریں اور کبھی نمازِ جنازہ نہ جاننے کا، دوسروں کے سامنے جنازہ رکھ کر ان سے تو نمازِ جنازہ پڑھنے کی خاموش درخواست کریں اور

---

[۱] اے اللہ! تو سارے مومن مردوں اور ساری مومن عورتوں کی مغفرت فرما دے۔

اور خود دور کھڑے تماشا دیکھتے رہیں۔

جنازے کے متفرق مسائل

(۱) نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی نمازِ جنازہ پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بالغ ہو یا نابالغ ہو[۱] لیکن جنازے کی نماز میں اہتمام کے ساتھ شریک ہونا چاہیئے اس لیئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے میں شرکت کو مسلمان میت کا حق قرار دیا ہے[۲]

(۲) نمازِ جنازہ ان مساجد میں پڑھنا مکروہ ہے جو پنج وقتہ نمازوں کے لیئے بنائی گئی ہیں اور اسی طرح ان مساجد میں بھی مکروہ ہے جو نمازِ جمعہ اور عیدین کے مقصد سے بنائی گئی ہیں ہاں جو مسجد یں خاص طور پر نمازِ جنازہ ہی کے لیئے بنائی گئی ہوں ان میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں۔

(۳) اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک جنازے کی نماز الگ الگ پڑھائی جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھ لی جائے، اور بہتر یہ ہے کہ سب جنازے ایک ہی لائن میں اس طرح رکھے جائیں کہ سب کے سر شمال کی جانب ہوں اور پیر جنوب کی جانب، اور امام اپنے سے قریب والے جنازے کے سینے کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے تو سب جنازوں کا سینہ مقابلے میں رہے گا۔

---

[۱] علم الفقہ بحوالہ در مختار، دار المختار وغیرہ۔
[۲] مسلم۔

(۴) جنازے کی نماز ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جائے گی جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، البتہ جنازے کی نماز قہقہہ مار کر ہنسنے سے فاسد نہ ہوگی اور اگر مرد کے برابر یا سامنے کوئی خاتون کھڑی ہو جائے تو اس سے بھی فاسد نہ ہوگی۔[1]

(۵) اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں تاخیر سے پہنچا، جب کہ کچھ تکبیریں ہو چکی تھیں تو وہ آتے ہی یکایک امام کے ساتھ شامل نہ ہو جائے بلکہ انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو یہ بھی تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے، اور اس کی یہ تکبیر، تکبیرِ تحریمہ سمجھی جائے گی پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ شخص مسبوق کی طرح اپنی چھوٹی ہوئی تکبیریں کہہ کر اپنی نماز پوری کرے۔

(۶) اگر کوئی شخص حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر کی حالت میں ہو اور یہ خوف ہو کہ وضو یا غسل کرنے میں نمازِ جنازہ نہ مل سکے گی تو ایسی صورت میں تیمم کر کے جنازہ میں شریک ہو جانا جائز ہے اسلئے کہ نمازِ جنازہ کی قضا نہیں ہے۔

(۷) جنازے کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق، اسلامی حکومت کا سربراہ ہے وہ نہ ہو تو پھر اس کا مقرر کیا ہوا شہر کا حکمران ہے، یہ لوگ نہ ہوں تو پھر شہر کا قاضی نماز پڑھائے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کا نائب پڑھائے، اور جہاں یہ سب ذمہ دار موجود نہ ہوں تو پھر محلہ کا امام پڑھائے، لیکن اسی صورت میں کہ جب میت کے قریبی عزیزوں میں کوئی شخص علم اور تقویٰ کے لحاظ سے اس امام سے افضل نہ ہو ورنہ قریبی عزیز اور ولی ہی جنازہ پڑھانے

---

[1] علم الفقہ

کا زیادہ مستحق ہے اور پھر جس کو بھی ولی اجازت دے وہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

⑧ نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً جنازہ قبرستان لے جانا چاہیئے۔

⑨ میت اگر چھوٹے بچے کی ہو تو اس کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر قبر تک لے جائیں، تھوڑی دیر ایک شخص اُٹھائے پھر دوسرا اسی طرح باری باری بدلتے ہوئے لے جائیں۔

⑩ میت اگر بڑے آدمی کی ہو تو اس کو چارپائی وغیرہ پر لے جائیں۔ چارپائی کے چاروں پایوں کو چار آدمی ہاتھوں سے اُٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ کر لے چلیں۔

⑪ کسی ضرورت اور معذوری کے بغیر جنازے کو سواری سے لے جانا مکروہ ہے اور کوئی عذر ہو تو کسی کراہت کے بغیر جائز ہے۔

⑫ جنازے کو ذرا تیز قدموں سے لے جانا مسنون ہے لیکن اس قدر تیز بھی نہیں کہ میت ہلنے لگے۔

⑬ جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا مستحب ہے، اگرچہ آگے چلنا بھی جائز ہے، لیکن سارے لوگ آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے۔

⑭ جنازے کے ساتھ جانیوالے جنازہ اتارنے سے پہلے نہ بیٹھیں، جنازہ اتارنے سے پہلے کسی عذر کے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے۔

⑮ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کوئی سواری پر ہو تو اس کو جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیئے۔

⑯ جنازے کے ساتھ چلنے والے بلند آواز سے کوئی ذکر اور دُعا نہ کریں، اس لیئے کہ بلند آواز سے جنازے کے ساتھ دُعا اور ذکر وغیرہ مکروہ ہے۔

(۱۷) جنازے کے ساتھ خواتین کا جانا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ

جنازہ اٹھانا اور کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازے کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اُٹھا کر کم از کم دس قدم چلے پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اُٹھا کر اسی طرح کم از کم دس قدم چلے پھر پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر اُٹھا کر کم از کم دس قدم چلے، اسی طرح جنازہ لے کر چلنے کی مقدار کم از کم چالیس قدم ہو جائیگی [له]

دفن کے مسائل

(۱) میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، جس طرح غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

(۲) قبر کی لمبائی میت کے قد کے مطابق ہونی چاہیئے اور گہرائی میت کے قد سے آدھی ہونی چاہیئے۔ سیدھی قبر کے مقابلے میں بغلی قبر زیادہ بہتر ہے، ہاں اگر زمین ایسی نرم ہو کہ قبر بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

(۳) میت کو قبر میں اتارتے وقت جنازے کو قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو قبر میں اُتاریں

(۴) میت کو قبر میں رکھتے وقت "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" کہنا مستحب ہے۔

(۵) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر قبلہ رُخ کر

له حدیث میں ہے کہ جو شخص جنازے کو اُٹھا کر چالیس قدم چلے۔ اسکے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دینا مسنون ہے۔

(۶) عورت کی میت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرنا مستحب ہے اور اگر میت کا بدن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

(۷) قبر میں مٹی ڈالنے کی ابتدار سرہانے کی طرف سے کرنا مستحب ہے۔ ہر آدمی اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالے۔

پہلی بار مٹی ڈالے تو کہے، مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ۔

دوسری بار مٹی ڈالے تو کہے، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ۔

تیسری بار مٹی ڈالے تو کہے، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(۸) دفن کر دینے کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرے رہنا اور میت کے لیئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآنِ پاک کی تلاوت کر کے ثواب پہنچانا مستحب ہے۔

(۹) قبر پر مٹی ڈالنا، اِس کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے[۱]

(۱۰) قبر پر کوئی ہری شاخ لگا دینا مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی کے دو حصّے کیئے اور دونوں قبروں پر رکھ دیئے، اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائے گے، میت کے عذاب میں تخفیف رہے گی[۱]

(۱۱) ایک قبر میں ایک ہی میت دفن کرنا چاہیئے لیکن ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ بھی دفن کی جا سکتی ہیں۔

(۱۲) قبر پر زینت اور آرام کے لیئے عمارت، گنبد اور قبہ

---

[۱] علم الفقہ

وغیرہ بنانا حرام ہے۔

(۱۴) اگر کوئی شخص جہاز کشتی میں پانی کا سفر کرتے ہوئے فوت ہو جائے، اور وہاں سے خشکی کا فاصلہ اتنا زیادہ ہو کہ میت کو روکے رکھنے میں نعش کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر میت کو غسل اور کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دریا یا سمندر کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ ہاں اگر خشکی قریب ہو تو پھر میت کو روکے رکھیں اور زمین ہی میں دفن کریں۔

تعزیت

میت کے گھر والوں کو صبر و شکر کی تلقین کرنے، تسلی اور تشفی کے کلمات کہنے، ہمدردی اور غمگساری کا اظہار کرکے ان کا غم غلط کرنے اور میت کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام فرماتے اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسکے لیئے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ خود مصیبت زدہ کیلئے ہے"[۱]

اور حضرت معاذ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ ان کے لڑکے کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تعزیت نامہ لکھوا کر بھیجا تھا۔

نبیؐ کریم کا تعزیت نامہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاذ بن جبل کے

---

[۱] جامع ترمذی۔

نام۔

سلامٌ علیک

"میں پہلے تمہارے سامنے خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر دعا کرتا ہوں کہ خدا تم کو اس صدمے پر عظیم اجر سے نوازے اور تمہیں صبر برداشت کی قوت بخشے، اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق دے، واقعہ یہ ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال، خُدا کے مبارک عطیے ہیں، اور ہمارے پاس اس کی سپرد کردہ امانتیں ہیں، خدا نے جب تک چاہا، تمہیں ان نعمتوں سے عیش و مسرت کے ساتھ مستفیض ہونے کا موقع بخشا اور جب اس نے چاہا ان امانتوں کو واپس لے لیا اور اس کے صلے میں عظیم اجر بخشے گا۔ یعنی اپنی خصوصی عنایت، رحمت اور ہدایت سے تم کو نوازے گا اور تم نے رضائے الٰہی اور اجرِ آخرت کے لیئے صبر کیا۔ پس صبر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا واویلا تمہارے اجر و ثواب کو غارت کر دے اور پھر تم پچھتاؤ، اور یقین رکھو کہ آہ وزاری سے کوئی مرا ہُوا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے غم و اندوہ دور ہوتا ہے، اور جو حکم نازل ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، بلکہ ہو چکا ہے۔"[1]

---

[1] معجم کبیر۔

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کے معنی

ایصالِ ثواب کے معنی ہیں ثواب پہنچانا، اور اصطلاح میں ایصالِ ثواب سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے نیک اعمال اور عبادات کا اجر و ثواب اپنے کسی عزیز اور محسن میت کو پہنچانے کی نیت کرے۔

تمام نفل عبادات چاہے وہ مالی ہوں، جیسے صدقہ و خیرات اور قربانی، یا بدنی ہوں[1] جیسے نماز، روزہ، ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے، اور اپنے محسنِ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس کو ایصالِ ثواب مستحب ہے۔ آپؐ کے بے پایاں احسانات اور غیر معمولی شفقت و عنایت کا بدلہ ادا کرنا تو ممکن ہی نہیں، بندۂ مومن اسی کو اپنی سعادت سمجھے کہ اپنی عبادات کا اجر و ثواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو پہنچا دے، اور واقعی وہ شخص تو بڑا ہی بدنصیب ہے جس کو زندگی میں ایک بار بھی یہ سعادت نصیب نہ ہو۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ

ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی جس عبادات کا ثواب کسی میت کو پہنچانا چاہے، اس سے فارغ ہو کر خدا سے دعا کرے کہ "پروردگار میری اس عبادت کا اجر و ثواب فلاں

---

[1] امام مالکؒ کے نزدیک صرف مالی عبادات کا اجر و ثواب میت کو پہنچتا ہے بدنی عبادات کا ثواب نہیں پہنچتا۔

میت کی روح کو پہنچا دے۔ خدا کے بے پایاں فضل سے
توقع ہے کہ وہ میت کو اس کا ثواب پہنچائے گا۔"

ایصالِ ثواب کے مسائل

(۱) ایصالِ ثواب کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت ہی دوسرے کو ثواب پہنچانے کی نیت لازماً کرے بلکہ بعد میں جب بھی آدمی چاہے اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنی کسی عبادت کا اجر و ثواب کسی میت کو پہنچاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس میت کو بھی ثواب پہنچاتا ہے اور عبادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ اپنے بے پایاں فضل سے اس کو بھی اپنی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتا ہے، خدا کے اِس بے حساب فضل و کرم کا تقاضا ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی نفل عبادت کرے اس کا اجر و ثواب صالحین کی رُوح کو بھی پہنچائے۔

(۳) اگر کوئی شخص اپنے کسی ایک عمل کا ثواب کئی مردوں کو پہنچائے تو وہ اجر ان میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ خدا اپنے فضل و کرم سے سب کو پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

(۴) ایصالِ ثواب کے ان مسائلِ سادہ کے علاوہ اپنی طرف سے کچھ شرطیں بڑھانا، کچھ دنوں کو مخصوص کر کے شرعی احکام کی طرح ان کی پابندی کرنا، اور ان کی بنیاد پر مسلمانوں میں گروہ بندی کرنا سخت معیوب ہے۔ جو اتباعِ حق کا جذبہ رکھنے والے مومنوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔

مآخذ

۱۔ احکام کی حکمت و فضیلت کے مباحث میں ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

۱۔ تفسیر النفسی۔
۲۔ تفسیر الخازن۔
۳۔ تفسیر البیضاوی۔
۴۔ ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم۔
۵۔ تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔
۶۔ ترجمہ و تفسیر از مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم۔
۷۔ صحاح ستہ۔
۸۔ موطا۔
۹۔ ریاض الصالحین۔
۱۰۔ الادب المفرد۔
۱۱۔ حصن حصین۔
۱۲۔ مشکوٰۃ۔
۱۳۔ احیاء علوم الدین۔
۱۴۔ کشف المحجوب۔

۲۔ اور مسائل و احکام کسی اجتہادی کاوش اور محاکمے کے بغیر سادہ انداز میں ذیل کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اور صرف وہی متفقہ علیہ مسائل منتخب کیے گئے ہیں۔ جن کی عام طور پر ضرورت پیش

آتی ہے۔

۱۔ الہدایہ۔

۲۔ عین الہدایہ شرح ہدایہ۔

۳۔ فتح القدیر۔

۴۔ قدوری۔

۵۔ شرح وقایہ۔

۶۔ نورالایضاح۔

۷۔ فقہ السنہ تالیف السید سابق۔

۸۔ علم الفقہ۔

۹۔ تعلیم الاسلام۔

۱۰۔ نمازِ محمدی از مولانا محمد جوناگڑھی۔

۱۱۔ اسلامی تعلیم از مولانا عبدالسلام بستوی مدظلہٗ۔

۱۲۔ آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام از مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ۔

۱۳۔ رسائل و مسائل از مولانا مودودیؒ

۱۴۔ بہشتی زیور وغیرہ۔